

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ



وَمَنْ لَمْ يُجِبِ اللَّهَ تَعَالَى فَمَا لَهُ مِنْ نَورٍ يَأْتِيهِ

وَمَنْ لَمْ يُجِبِ اللَّهَ تَعَالَى فَمَا لَهُ مِنْ نَورٍ يَأْتِيهِ

تصوف اسلام کے موضوع پر ایک تحقیقی بلند پایہ کتاب جس کے محض پڑھنے سے ہی آنکھوں میں نور معرفت کی چمک اور دل میں اسرار غیبی کا درد شروع ہو جاتا ہے۔

المستفی

تذکرہ نور

تصنیف گرا دہ

فقیر محمد ارشد پناہوی قادری سمرنی، مہتمم دارالعلوم جامعہ صوفیہ پناہ کے شریف ڈاک خانہ منڈی برج ضلع لائل پور

شائع گرا دہ

انجمن خدام الاولیاء پناہ کے شریف ضلع لائل پور

DATA ENTERED

۲۹۷۶۶
 ۱۲۶۲۲
 پہلا ایڈیشن
 ۱۹۶۵ء
 ۲۹۷۵
 تعداد
 ۵۰۰ پانصد
 طبع
 بار اول
 مصنف
 فقیر محمد ارشد پناہ موی
 ناشر
 انجمن خدام الاولیاء
 کتابت
 منظور احمد نعمانی
 ہدیہ
 چھ روپے
 مطبع
 نقوش پریس لاہور

کتاب منگوانے کے پتہ جات

(۱) دربار غوثیہ سلطان پناہ کے شریف براستہ اسٹیشن

منڈی بوج ضلع لائل پور

(۳) دربار حضرت سلطان بابا

(۲) لاہور مولوی شمس الدین صاحب

حافظ عطا محمد صاحب کتب فروش

ماہجر کتب زریہ مسلم مسجد

دربار سلطان العارفين قدس سرہ تحصیل شوروکھٹ ضلع جہلم

لوہاری گیٹ

فہرست مضامین کتاب تذکرہ نور

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۴۹	حضرت امام غزالیؒ کی خدمات	۲۳	۵	انتساب	۱
۴۹	امام غزالیؒ کا کارنامہ	۲۴	۶	تعارف	۲
۵۰	تصوف اور صوفیہ کا مقصد حیات	۲۵	۱۵	پیش لفظ	۳
۵۲	اخلاق حمیدہ	۲۶	۱۷	مقدمہ	۴
۵۲	طریق کار	۲۷	۲۱	تصوف کا ماخذ	۵
۵۷	شرائط ذکر کلمہ طیبہ	۲۸	۲۳	تصوف اسلام	۶
۶۲	محبت الہی	۲۹	۲۳	خلوت نشینی	۷
۶۶	تاریخ تصوف صوفیہ کا پہلا طبقہ	۳۰	۲۵	محبت الہی، رضائے الہی، ذکر الہی	۸
۶۷	صوفیہ کا دوسرا طبقہ	۳۱	۲۶	عبادت الہی میں انہماک	۹
۶۷	صوفیہ کا تیسرا طبقہ	۳۲	۲۶	صبر	۱۰
۶۹	تصوف گیارہویں صدی عیسوی میں	۳۳	۲۷	توکل، توبہ، دنیا سے نفرت و بیزاری	۱۱
۷۰	تصوف بارہویں صدی عیسوی میں	۳۴	۲۷	وحدت وجود، وحدت شہود	۱۲
۷۲	بہرہ خیر میں تصوف کی آمد	۳۵	۲۸	قرب ذاتی	۱۳
۷۲	چشتیہ، سہروردیہ	۳۶	۳۰	وحدت وجود اور وحدت شہود کے متعلق	۱۴
۷۳	قادریہ، نقشبندیہ	۳۷	۳۱	مسئلہ توحید	۱۵
۷۴	دور حاضر	۳۸	۳۲	تصوف قبیلہ کا نظریہ	۱۶
۷۴	بیعت اور اس کے اقسام	۳۹	۳۳	وحدت الوجود	۱۷
۷۵	بیعت معیشت	۴۰	۳۴	وحدت الوجود کی تردید	۱۸
۷۵	بیعت وسیلت	۴۱	۳۶	وحدت الشہود	۱۹
۷۷	بیعت شریعت	۴۲	۴۱	تصوف بدعت نہیں ہے	۲۰
۷۸	بیعت طریقت	۴۳	۴۲	صوفی اور فلسفی کی جنگ	۲۱
۷۹	بیعت حقیقت	۴۴	۴۷	صوفیوں میں اختلاف	۲۲

258

صفحہ	شمار	صفحہ	شمار	صفحہ	شمار
۱۳۲	۷۰	۷۹	۷۹	۲۵	بیعت کی ضرورت
۱۳۲	۷۱	۸۱	۸۱	۲۶	مناسبت شیخ و مرید
۱۳۲	۷۲	۸۱	۸۱	۲۷	صحبت شیخ
۱۳۸	۷۳	۸۳	۸۳	۲۸	رابطہ شیخ
۱۵۰	۷۴	۸۳	۸۳	۲۹	استقامت
۱۵۰	۷۵	۸۶	۸۶	۵۰	اختلاف سلاسل کی حیثیت
۱۵۱	۷۶	۹۱	۹۱	۵۱	مرشد کامل کی پہچان
۱۵۸	۷۷	۹۸	۹۸	۵۲	مختصر سوانح حیات
۱۶۱	۷۸	۱۰۱	۱۰۱	۵۳	آپ کی خصوصیات
۱۶۲	۷۹	۱۰۸	۱۰۸	۵۴	مقام ولایت
۱۶۳	۸۰	۱۱۲	۱۱۲	۵۵	کشف
۱۶۴	۸۱	۱۱۲	۱۱۲	۵۶	باطنی تصرفات و انکشافات
۱۷۰	۸۲	۱۱۹	۱۱۹	۵۷	حضرت فقیر صاحب سے ملاقات کا پہلا دن
۱۷۲	۸۳	۱۲۲	۱۲۲	۵۸	بندۂ حقیر کی روحانی تربیت
۱۷۲	۸۴	۱۲۳	۱۲۳	۵۹	دور و وصف حضرت قبلہ عالم فقیر صاحب
۱۷۴	۸۵	۱۲۶	۱۲۶	۶۰	حضور کا بندۂ حقیر کو خلافت عنایت کرنا
۱۷۷	۸۶	۱۲۸	۱۲۸	۶۱	ایک اعتراض کا جواب
۱۸۱	۸۷	۱۲۸	۱۲۸	۶۲	آپ کی نظر عنایت سے کئی خلائقوں کا ملنا
۱۸۳	۸۸	۱۳۰	۱۳۰	۶۳	حضور نے اپنی زندگی میں کونسا کارنامہ ادا کیا
۱۸۳	۸۹	۱۳۵	۱۳۵	۶۴	آپ کی آئندہ خواہشات کیا تھیں
۱۸۸	۹۰	۱۳۶	۱۳۶	۶۵	آئندہ میری وہ جو کام یقیناً وارثانہ کا ڈالا گیا
۱۹۵	۹۱	۱۳۸	۱۳۸	۶۶	طریقہ قادری سروری کی تعریف
۱۹۶	۹۲	۱۴۱	۱۴۱	۶۷	سلسلہ قادری سروری کی خصوصیات
۱۹۸	۹۳	۱۴۱	۱۴۱	۶۸	نسبت سبکدہ
۱۹۹	۹۴	۱۴۲	۱۴۲	۶۹	نسبت ادیبہ

انتساب

میں اس کتاب کو شہنشاہِ ولایت، تاجدارِ کرامت، آفتابِ نورِ معرفت، رہبرِ طریقت، سلطانِ عارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز کے اسمِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔ جن کی نگاہِ فیضِ بخش نے میرے مرشد و مربی حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری کو جو دورِ حاضر کی سائنس اور دوسرے مغربی علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ تعلیمِ جدیدہ کے ماحول سے نکال کر عالمِ لاہوت میں داخل کیا، اور ترقیِ عقل و علم کے اس زمانے میں نورِ معرفت کو کائنات میں پھیلانے کی خاطر اپنی قبرِ اقدس سے توجہات دے کر ایک ہی نگاہ سے باطن کی تمام منازل انہیں ملے کرادیں۔

چونکہ یہ کتاب حضرت سلطانِ عارفین قدس سرہ کے تربیت یافتہ اور آپ کے روحانی شاگرد رشید کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ لہذا اس کو آپ ہی کے نام سے معنون کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں اور اس بارگاہِ عالیہ عنوشیہ سرریہ سلطانیہ سے امیدوار ہوں کہ مجھے بھی فقیر صاحب قدس سرہ کے ذریعے فقر و معرفت کا مکمل حصہ ملے گا۔

شاہاں چہ عجب گرنوازندگدارا

فقیر محمد ارشد پناہوی القادری عینی

تعارف

مجھے اس کتاب کا تعارف لکھنے سے پہلے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا اعتراف ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کے صحیح مقام کو واضح کرنے کے لئے میں پورے طور پر اس ذمہ سے عہدہ بردار نہیں ہو سکوں گا۔ لیکن برادرِ بزرگوار نے یہ کام میرے ہی ذمہ لگایا ہے، انشاء اللہ العزیز حتی الامکان کوشش کروں گا کہ میں اپنے جذبات و خیالات کی صحیح ترجمانی کروں۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اس مقصدِ عالیہ میں کامیاب کرے۔

اس کتاب کا نام ”تذکرہ نور“ ہے۔ چونکہ حضرت فقیر محمد ارشد صاحب پناہوی کا اس کتاب کے تحریر کرنے میں مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنے روحانی مرنی اور پیر و مرشد حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو مختصر سی زندگی میں سیکھا ہے اور جو باطنی فیوض مبارکات حاصل کئے ہیں ان کا تذکرہ کیا جائے اور اپنے پیر و مرشد کے کمالات و خوبیوں سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔ اس لئے آپ کے نام مبارک کی وجہ سے ”تذکرہ نور“ سے موسوم کیا۔

فقیر صاحب قبلہ ایک مدت دراز تک اسماء روحانی و باطنی پر اسرار و رموز وادی میں گھومتے رہے ہیں اور آپ کو اس کے ہر نشیب و فراز سے پوری طرح واقفیت تھی۔ آپ نے اپنے روحانی تجربات و باطنی مقامات کو اپنی تصنیف ”عرفان“ میں لکھ کر روحانیت کے بہت سے تاریک گوشوں کو واضح و روشن فرمایا ہے لیکن اس کے علاوہ آپ اکثر علمی باتیں اور تجرباتی امور کو طالبوں کے سامنے بیان فرمایا کرتے تھے۔ اس کتاب میں آپ کے مشن عالیہ تصوف کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ اور بعض دیگر اہم مسائل پر علمی بحث کی گئی ہے۔ اہل علم حضرات کے لئے یہ کتاب ایک بیش بہا تحفہ ہے۔ اور اہل ذوق صوفیوں و طالبوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور عوام کو روحانی علوم کے حاصل کرنے اور اس کا شوق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس موجودہ تاریک مادی دور میں جبکہ مذہب اور روحانیت کے نام سے ہی لوگ دور بھاگتے ہیں، اور مادی ترقی کے لئے دن رات کوشاں ہیں، ایسی کتابوں کی سخت ضرورت ہے۔ جس میں صرف منقولات کی ہی بھرمار نہ ہو بلکہ ذہنی و عقلی طور پر قبولیت کی صلاحیت بھی ہو۔ بحمد اللہ برادرِ بزرگوار نے اس میں کافی حد تک کامیابی حاصل

کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نورانی سلسلہ کو ترقی عطا فرمائے اور آپ کے متوسلین اور معتقدین کو اس کتاب سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مصنف کی زندگی کے مختصر حالات پیش کر دیں تاکہ کتاب کے ساتھ قارئین کرام کو مصنف کا تعارف بھی حاصل ہو جائے۔ آپ کا مشہور اسم گرامی فقیر محمد ارشد پناہ پوری ہے۔ والد صاحب نے آپ کا نام رشید احمد رکھا تھا۔ بچپن میں آپ کا بھی نام تھا۔ مگر جب آپ ظاہری تعلیم حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں تشریف لے گئے۔ تو آپ کے اساتذہ کرام لاہور تخلص آپ کو ارشد کے نام سے بلایا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ تخلص زیادہ مشہور ہو گیا۔ اور نام فقط کاغذات میں ہی رہ گیا، آپ نے سابقہ نام کی جگہ اسی تخلص کو اپنا نام ہی تجویز کر لیا۔ اور بطور تبرک نام سے پہلے محمد بڑھا دیا۔ اور پناہ پوری آپ اپنی جائے پیدائش پناہ کے شریف کی طرف نسبت کی وجہ سے تحریر کرتے ہیں۔ والد صاحب کا اسم گرامی مولانا مولوی محمد ظہور احمد ہے اور دادا صاحب کا اسم گرامی مولانا محمد دین ہے۔ یہ دونوں شخصیتیں ظاہری و باطنی علوم کی حامل تھیں اور بڑے متقی و پربہیزگار تھے۔ اور دونوں ہی سلسلہ نقشبندیہ میں خلیفہ مجاز تھے۔ اور اللہ شریف ضلع جہلم کی مشہور گدی سے منسلک تھے۔ ہمارا خاندان ایک صدی پیشتر موضع رائیکے تحصیل بھالیہ ضلع گجرات میں آباد تھا۔ ہماری آبائی موروثی زمین اب بھی وہیں ہے۔ ہمارا خاندان ابتدا ہی سے فقیر گھرانہ مشہور ہے۔ ہمارے پردادا صاحب حضرت محمد حسین ضلع گجرات میں درویش صاحب کرامت مشہور تھے۔ بھالیہ سے جنوب میں تقریباً سات میل کے فاصلہ پر دریا کے کنارے ایک گاؤں موضع کالا واقع ہے۔ ہر سال سیلاب کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جایا کرتا تھا سب کھیت و مکانات سیلاب کی نذر ہو جایا کرتے تھے ان لوگوں کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا ایک دفعہ جب سیلاب کے آثار نظر آنے لگے تو سب لوگ ہمارے پردادا حضرت محمد حسین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی التجا کی اور کہا کہ ہم ہر ششماہی ہر جنس سے اکیسواں حصہ نکال کر بطور نذرانہ آپ کے طلباء اور مہمانوں کی خدمت سے لیتے آپ کی خدمت میں پیش کیا کریں گے حضور مسکرائے اور ایک بوتل میں سرسوں کا تیل منگوا یا اور دم کر کے انہیں فرمایا کہ اپنے گاؤں کے باہر جن حدود پر تیل ڈالتے جاؤ گے وہاں سے آگے سیلاب نہیں بڑھے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ سیلاب آیا مگر اس بھینکے

ہوتے تیل سے آگے نہ بڑھا۔ اور آج تک وہ گاؤں محفوظ ہے اب ہم آپ کی جو تھی پشت میں
 واقع ہیں۔ ابھی تک وہ لوگ ہمارے لنگر خانہ میں حصہ ادا کرتے چلے آ رہے ہیں، یہاں نہیں
 کی روحانی زندگی کی وراثت تھی کہ ہمارے دادا مولانا محمد دین صاحب کے دل میں ظاہری و
 باطنی علوم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ نے والد صاحب کی وفات کے بعد سفر اختیار
 کیا۔ مختلف علاقوں سے علم حاصل کرتے رہے۔ لیکن آپ کی روحانی تشنگی بڑھتی چلی گئی، آپ
 کو معلوم ہوا کہ چنیوٹ، ضلع جھنگ میں ایک عالم باعمل حضرت مولانا نور احمد صاحب نقشبندی
 رہتے ہیں، اور مکان شریف ضلع گودا سپور کے مشہور ولی زمان سید امام علی شاہ صاحب
 کے خلیفہ، مجاز ہیں۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اتفاق سے وہ آپ کے ہم قوم،
 ہم وطن، اور دور کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ آپ عالم باعمل اور صاحب دل بزرگ تھے
 آپ کو ان کی خدمت میں رہ کر کچھ قلبی سکون نصیب ہوا۔ اور روحانی تشنگی میں کمی واقع ہوئی
 آپ میں جو ہر باکمال دیکھ کر مولانا نور احمد صاحب نے پیار و محبت کا سلسلہ اتنا وسیع
 فرمایا کہ آپ کو اپنا داماد بنا لیا۔ اپنی نخت جگر سے آپ کا نکاح کر دیا۔ چونکہ آپ کی اولاد نرینہ
 نہ تھی اس لئے انہیں کو اپنا جانشین و خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور مزید ظاہری و باطنی
 علوم کی تکمیل کے لئے اپنی نگرانی میں لاہور و دیگر مقامات پر بھیجتے رہے۔ آپ کے وصال
 کے بعد مولانا محمد دین صاحب نے مزید روحانی ترقی کے لئے اللہ شریف ضلع جہلم کے مشہور
 ولی، خدارسیدہ بزرگ حضرت خواجہ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا اور ان سے
 بھی خلافت حاصل کی، اور اپنے آبائی پیشہ کاشتکاری کو اختیار فرمایا۔ کچھ عرصہ
 تک چنیوٹ میں ہی رہے، اور پھر چک علا پناہ کے شریف ضلع لائل پور میں آ کر آباد ہو گئے
 اور یہیں مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔ آپ باوجود عالم دین اور صاحبِ طریقت ہونے کے
 خود ہل چلانے اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ لوگوں کو بیعت بھی نہ مانتے تھے۔
 جمعہ کو وعظ بھی نہ فرمایا کرتے تھے لیکن ان امور کو صرف رضائے الہی کے لئے سرانجام دیتے
 تھے۔ اور اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے کاشتکاری کرتے تھے۔ طالب علموں
 کو تعلیم بھی دیتے تھے۔ غرضیکہ آپ کی زندگی عجیب مجاہدانہ اور جفاکشی میں گذری۔ صبح کی نماز
 باجماعت ادا کر کے ہل چلانے کے لئے تشریف لے جاتے، ہل بھی چلانے ساتھ ساتھ تلاوت
 و وظائف ادا کرتے جاتے اور معتقدین کا ہجوم ہونا شروع ہو جاتا ہل چھوڑ کر وہیں کیفیت

میں بیٹھ جاتے کسی کو دم کرتے کسی کے لئے دعا فرماتے پھر گھر جا کر طلبا کو دینی کتب کا سبق بھی پڑھاتے اور پھر روحانی تشنگی والوں کے لئے شریعت عشق بھی مہیا فرماتے کسی کو درد و وظائف بتاتے کسی کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل فرماتے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در دولت پر حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ حج کی تیاری کر لی۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب آپ حج کے لئے تشریف لے جانے لگے تو سب لوگ آپ کو انوداع کرنے کے لئے گاؤں سے باہر آئے۔ مریدین و معتقدین کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا آپ نے فرمایا دعا کر و اب اللہ تعالیٰ ہمیں ادھر بھی رکھے۔ اب ہم اس دنیا سے سیر ہو چکے ہیں۔ حج کے بعد پھر یہاں آکر دنیاوی آلودگیوں میں ملوث نہیں ہونا چاہتے۔ آپ کی یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ آپ حج ادا کر کے اور حاضری روحانہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد واپس تشریف لائے ہوئے راستہ میں ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ جیسا کہ حج پر تشریف لے جا رہے تھے تو اس وقت برادر مہر گوار فقیر محمد ارشد صاحب ایک سال کے تھے آپ کو بچپن میں ہی ان سے بے حد محبت تھی۔ آپ ہی نے ان کا نام رشید احمد رکھا اور فرمایا کہ انشاء اللہ یہ رشید یعنی نیک ثابت ہوگا۔

ہمارے والد صاحب کے ایک خاص مرید میاں محمد حنیف موضع چک ۱۳ انور کا کھوہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مولوی محمد ظہور احمد صاحب لاہور تشریف لے گئے میں بھی شریک سفر تھا آپ مزار پیرانوار حضرت داتا گنج بخش م پر حاضر ہوئے آپ نے نہایت الحاج و زاری سے دعا فرمائی کہ اللہ آپ کی طفیل مجھے فرزند عنایت فرمائے جو عالم دین اور صوفی ہو اور ہمارے خاندانی روایات کو روشن کرنے والا ہو چنانچہ دوسرے سال ہی فقیر صاحب کی پیدائش ہوئی والد صاحب فرماتے ہیں کہ محمد ارشد کے پیدا ہونے میں ابھی ایک ماہ باقی تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا میرے دونوں پاؤں کے درمیان ایک نہایت روشن بلب چمک رہا ہے اور اس کی روشنی اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی تعبیر میں یہ بتلایا گیا کہ اب کے تمہارا فرزند جو پیدا ہوگا، وہ عالم باطن ہوگا اور اس کے علمی و روحانی فیض سے بہت سے لوگ مستفیض ہوں گے۔

ہمارے والد ماجد مولانا ظہور احمد صاحب بہت بڑے عالم دین اور صوفی تھے۔ روحانیت کا حصہ تو آپ کے خمیر میں ہی شامل تھا۔ انسانی جسم اور طبیعت میں سب سے زیادہ عادات و خصائل میں تنہیال کا حصہ ہوتا ہے۔ آپ حضرت مولانا نور احمد صاحب چنیوٹی کے نواسے تھے، جن کے کالات و بزرگی اور جن کی خوبیوں سے اس علاقے کا بچہ بچہ واقف ہے۔ آپ کی نظر کسیر

پہر تاثر تھی جس کی طرف توجہ فرماتے اسے اللہ والا بنا دیتے گینگی بار کی تمام قوموں کو دین اسلام سے آپ نے باخبر کیا اور تمام لوگوں میں کلمہ طیبہ کا ذوق اور اس کی نورانیت کو لوگوں کے دلوں میں داخل کیا۔ آپ کی شان میں آپ کے عقیدتمندوں نے بہت کچھ لکھا ہے اور اسے ایک کتابی شکل میں عنقریب شائع کیا جا رہا ہے۔ ایک مستقل کتاب "اسرار تصوف" آپ کی نشان میں لکھی جا چکی ہے آپ کے مرید خاص حکیم و ڈاکٹر احمد علی لاہوری مرحوم نے یہ کتاب تصنیف کر کے دو جلدوں میں شائع کی۔ اس کتاب پر بھی کچھ نظر ثانی کر کے عنقریب شائع کی جا رہی ہے۔ حضرت مولانا محمد ظہور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد و زاہد اور مشہور و معظّم تھے۔ آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ فارسی زبان و عربی زبان پر آپ کو بہت دسترس حاصل تھی۔ آپ نے اپنی ساری زندگی اس علاقے میں تبلیغ و تعلیم پر صرف کی ماس وقت پناہ کے شرف کے قریب و جوار میں جس قدر گاؤں ہیں سب کے آئینہ کرام اور بہت سے عالموں کو آپ کے حلقہ تلمذ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے ایک متوکلانہ زندگی بسر کی اور ریاضت و عبادت کو اپنا محبوب مشغلہ بنایا۔ کبھی مطالعہ کتب فرماتے میں مشغول ہوتے۔ پھر طلباء کو دینی کتب کا سبق دیتے پھر دو وظائف۔ ادائیگی نوافل و مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔ ان کی تمام زندگی کی روئیداد بیان کی جائے تو اس کا خلاصہ صرف یہی ہے۔

برادرِ بزرگوار فقیر محمد ارشد صاحب نے ابتدائی پرائمری تعلیم پناہ کے شریف میں ہی حاصل کی اور پھر قبیلہ والد صاحب کی زیر تربیت اسلامی و دینی تعلیم کا آغاز کیا تمام فارسی نظم و نثر و فقہ کو والد صاحب سے پڑھا۔ برادرِ بزرگوار کو بچپن سے ہی تہجد اور دو وظائف سے خاص لگاؤ تھا اور قبیلہ والد صاحب نے اس شوق اور لگاؤ کو مزید پروان چڑھایا جس کے نتیجہ میں برادرِ بزرگوار کی طبیعت روحانی علوم اور عبادت و ریاضت کی طرف ہمیشہ مائل رہی اور ہے۔

ہماری والدہ صاحبہ نہایت ہی پارسا، عالمہ، عابدہ اور عفت و پاکیزگی کا مجسمہ ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ برادرِ بزرگوار کی روحانی زندگی میں سب سے زیادہ حصہ والدہ ماجدہ کے دودھ کا ہے۔

مختصر تاریخ آئینے میں آپ کی زندگی کو یوں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ کہ ۵ مئی ۱۹۲۵ء کو پناہ کے شریف ضلع لائل پور میں آپ پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں یعنی ۱۹۳۰ء میں اپنے گاؤں

کے پرائمری سکول میں داخل ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں سکول سے فارغ ہو کر والد صاحب سے عربی و فارسی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ مزید عربی تعلیم کے حصول کے لئے ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم عربیہ جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ میں داخل ہوئے۔ ایک سال وہاں رہے۔ پھر ۳۸ء میں منڈی تاندلیا نوالہ میں مولانا محمد علی صاحب سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۳۸ء میں مدرسہ اکتاب العلوم چنیوٹ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۴۰ء میں مدرسہ قمریہ فتحیہ اچھرو لاہور میں داخل ہوئے۔ ایک سال کے بعد ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا۔ اور یہاں عرصہ سات سال تعلیم حاصل کرتے رہے۔ تفسیر، حدیث، منطق، فلسفہ، علم الکلام، علم الاصول، حاصل کیا۔ ۱۹۴۶ء میں جس سال پاکستان معرض وجود میں آیا تھا، پورا بارہ سال مدرس نظامیہ کا کورس ختم کرنے کے آخری سنڈی امتحان دیا اور سند حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء میں طبیہ کالج انجمن حمایت الاسلام لاہور میں داخل ہوئے۔ ۱۹۵۱ء میں حکیم حاذق کا کورس پاس کر کے سند حاصل کی۔ طبیہ کالج کی تعلیم کے دوران میں ہی طبی رجحانات، اور روحانی علوم کا شوق از سر نو جاگ اٹھے۔ آپ نے اس روحانی پیاس کو بجھانے کے لئے ظاہری پیر اور کامل مرشد کی تلاش شروع کی۔ اور اس مقصد کے لئے آپ نے بڑے بڑے بے سفر اختیار کئے، کالج کے دوران میں ہر سال گرمیوں کی تین ماہ کی چھٹیوں کو اس نیک مقصد پر صرف کیا۔ اس دوران میں آپ نے مختلف علاقوں کے سفر اختیار کئے۔ کوئٹہ، کراچی، سندھ، ملتان، پشاور وغیرہ یعنی پاکستان کے کونہ کونہ میں تشریف لے گئے، اور مختلف درویشوں اور صوفیوں سے ملاقاتیں کیں لیکن طبیعت کسی کی طرف مائل نہ ہوئی۔ آخر کار والد صاحب کے پیر و مرشد حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب حضرت کیلیا نوالہ ضلع گوجرانوالہ (جو کہ حضرت قبیلہ شیر محمد شہر شہر پوری کے نامور خلیفہ تھے) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے آبائی سلسلہ نقشبندی میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ سے بہت فیض حاصل کیا۔ بلکہ اس روحانی محل کی بنیاد حضرت شاہ صاحب نے ہی رکھی مگر آپ ان دنوں سخت علیل تھے۔ برادرم بزرگوار نے ایک دفعہ علالت کے دنوں میں شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضور مجھے سلوک کے باطنی مقامات طے کرنے کا بے حد شوق ہے، آپ کی طبیعت ناساز ہے کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے اندر سلطان العارین حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کی خوشبو آئی ہے، اور ان کی کتابیں مطالعہ کرنے کا حکم دیا، چند دنوں کے بعد

شاہ صاحب وفات پا گئے (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

چنانچہ برادرم بزرگوار نے حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں خرید کر مطالعہ شروع کیا۔ دن بدن آپ کی عقیدت حضرت سلطان باہور سے بڑھتی گئی۔ آخر کار سلطان صاحب کے باطنی اشارہ سے ہی راجس کا ذکر اسی کتاب میں دوسری جگہ موجود ہے (قبلہ فقیر نور محمد صاحب سے بیعت کر لی۔ اور راہ سلوک کی پراسرار وادیوں میں سیاحت شروع کی، ۱۹۵۵ء میں آپ کی شادی ہوئی، اور یہ شادی بھی قبلہ فقیر صاحب کے حکم سے کی۔ اور پورے سات سال فقیر صاحب سے فیوض و برکات حاصل کئے، اور ۱۹۶۰ء میں قبلہ فقیر صاحب کا وصال ہو گیا۔ آپ کے بعد کسی دوسرے پیر کی ضرورت تو باقی نہ تھی لیکن طبیعت ابھی مزید ترقی کی خواہاں تھی، اور ظاہری تعلیم کے لئے کسی بزرگ کو پیر صحبت بنانے کا ارادہ کیا، اس مقصد کے لئے پھر سفر کرنا اور تلاش کرنا شروع کیا۔ اسی دوران میں حضرت پیر سید طاہر علاؤ الدین صاحب گیلانی (جو کہ حضرت عوث الثقلمین سیدنا عوث عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور نقیب الاشراف ہیں) سے ملاقات ہوئی۔ آپ سے بہت فیوض و برکات حاصل کئے۔ اور آپ نے بیعت کرنے کی اجازت و خلافت عنایت فرمائی۔ اس دوران میں برادرم بزرگوار مشرق وسطیٰ اور ایران و عراق کے بزرگوں سے فیضیاب ہو کر روضہ مبارک حضور عوث الثقلمین پر بھی حاضر ہوئے اور فیض حاصل کیا۔ مگر روحانی تشنگی بجھانے کے لئے کسی ظاہری پیر صحبت کا ہونا ضروری تھا، اور جو تکین قبلہ فقیر صاحب کی صحبت میں ملتی تھی وہ پیسرتہ ہو سکی، آخر کار چوتنہ یا بندہ کے مصداق آپ گرمیوں کے موسم میں مری تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت بابا قاسم رحمۃ اللہ علیہ موٹروسی کے مزار اقدس پر دعوت پڑھی۔ فیض مانگا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس جو کچھ تھا اپنی زندگی میں ہی دیر و لیشوں اور فقیروں کو بانٹ دیا تھا۔ اگر فیض لینا چاہتے ہو تو کوہاٹ جاؤ، وہاں ہمارا ایک خلیفہ ہے وہ ہمارے فیوض و برکات کا صحیح نمونہ ہے۔ چنانچہ اسی سال ہی کوہاٹ تشریف لے گئے اور لوگوں سے دریافت کیا اور معلوم ہوا کہ ایک شاہ صاحب حضرت موٹروسی کے خلفاء میں سے یہاں سے تین میل دور پہاڑوں میں قیام پذیر ہیں اور اس جگہ کا نام گھمبول تشریف ہے۔ وہاں یہ پہنچ کر طبیعت کو کچھ سکون نصیب ہوا۔ جو فیض حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے حاصل ہوتا تھا، وہ

فیض اس در سے نصیب ہوا اور جو باطنی رشتہ فقیر صاحب سے کی ظاہری زندگی سے وابستہ تھا اور آپ کی وفات کے بعد ٹوٹ چکا تھا وہ آپ ہی کے صدقہ میں پورا ہو گیا حضرت شاہ صاحب بھی فقیر صاحب کے مداح ہیں۔ شاہ صاحب نے بھی برادر دم نیر گوار کو تادری سلسلہ میں بیعت فرمایا اور خلافت بھی عنایت فرمائی اور آپ کی صحبت سے بہت فیض نصیب ہوا۔

اس وقت آپ نے پناہ کے شریف میں دربار غوثیہ سلطانیہ اور دارالعلوم جامعہ صوفیہ کی بنیاد ڈالی ہے اور دن رات تصوف اسلام کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ صوفیوں کے روحانی مشن کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے اور صوفیوں کی روحانی زندگی کو اپنانے کے لئے سعی پلینغ فرما رہے ہیں۔ آپ کے جو اس سلسلہ میں دلی منصوبے ہیں خدا کرے کہ وہ پورے ہو جائیں۔ اور اگر پورے ہو گئے تو یقیناً آپ دنیا کے تصوف پر بہت بڑا احسان کریں گے ویسے خدا کے فضل و کرم سے ہر مجلس اور ہر جگہ آپ کو فوقیت حاصل رہی ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں آپ سب طلباء سے زیادہ قابلیت کے مالک تھے۔ حزب الاحناف لاہور میں جمعیت طلباء کی بنیاد آپ نے ہی ڈالی۔ اور ہمیشہ آپ اس کے صدر رہے۔ طبیہ کالج کے دوران میں سٹوڈنٹس یونین طبیہ کالج کے ہر سال صدر منتخب ہوتے رہے۔ آپ لاہور میں کئی جگہ پر خطیب رہے ہیں۔ اور فن تقریر میں آپ کو علمائے کرام کی صف میں ہمیشہ ایک اعلیٰ مقام حاصل رہا ہے۔

مرکزی جمعیتہ العلماء پاکستان کے صدر حضرت مولانا ابوالحسنات صاحب آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔ چنانچہ آپ اسی جماعت کے ۱۹۴۸ء میں جو انٹ سیکرٹری اور ۱۹۴۹ء میں سیکرٹری منتخب کئے گئے۔ مرزاٹیوں کے خلاف آل پارٹیز مسلم کنونشن میں ہر جماعت کی طرف سے دو نمائندے لئے گئے تھے ان میں آپ حزب الاحناف کی طرف سے نمائندہ چنے گئے۔ ۱۹۵۹ء میں جب مغربی پاکستان کے گورنر سردار عبدالرب نشتر تھے۔ سردار صاحب کو صوفیہ سے ایک خاص لگاؤ تھا۔ اس لئے آپ نے ریڈیو پاکستان پر صوفیائے اسلام کے موضوع پر ہر جمعرات کو سلسلہ تقاریر شروع کرایا۔ جس میں ایک جمعرات مولانا ابوالحسنات اور دوسری جمعرات برادر دم نیر گوار تقریر فرماتے رہے اور یہ سلسلہ کافی عرصہ تک جاری رہا۔ اور یہ تقاریر بہت مقبول ہوئیں۔ میرا ارادہ ان تقاریر کو ترتیب دے کر شائع

کرنے کا ہے لیکن برا درم بزرگوار شہرت و خودنمائی سے دور بھاگتے ہیں۔ اس لئے کچھ دلچسپی نہیں لیتے۔ بہر حال میں کوشش کروں گا کہ یہ قیمتی ارشادات بھی صفحہ قرطاس پہ آجائیں اور ضائع ہونے سے بچ جائیں۔

آپ ۱۹۶۳ء میں کوئٹہ میں اسلامی اکیڈمی کے پروفیسر ڈاکٹر فضل الرحمن کی عالمی جماعت کے سیکریٹری منتخب ہوئے ہیں۔ اسی سال لاہور میں ایک تقریر کے سلسلہ میں سیلفی ایکٹ کے تحت گرفتار بھی ہوئے اور آپ کو جیل بھی جانا پڑا۔ اب آپ کا ارادہ ہے کہ تصوف اسلام کی صحیح تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا جائے۔ اور چند ایک ایسی کتابیں تصنیف کی جائیں جو اسباق تصوف اور صوفیائے کرام کی تمام کتابوں کا نچوڑ ہوں۔ جن میں صحیح اسلامی تصوف کو پیش کیا جائے اور غیر اسلامی تصوف کا قلع قمع کیا جائے چنانچہ یہ کتاب اسی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے خدا کرے آپ ان مقاصد عالیہ میں کامیاب ہوں اور آپ کا وجود مسعود دنیا و دین کے لئے مفید ثابت ہو۔

آمین

فقیر عبد العزیز سردری فاضل علوم شریقیہ لائسنس سیرٹیفکٹڈ
الیکٹریسیٹی واپڈا۔ شمال مار لاہور

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت قبلہ مرشدی فقیر نور محمد صاحب تادمی سرور سی قدس سرہ العزیز کی سوانح حیات پر حضور کے صاحبزادہ اور جانشین جناب عبدالحمید صاحب زید مجدد نے ایک مستقل کتاب حیات سرور کے نام سے تحریر فرمائی ہے میرے محترم پیر بھائی ڈاکٹر محمد رفیق حجازی بھی فیض سرور کے نام سے ایک کتاب شائع کر چکے ہیں اور ایک کتاب تذکرہ سرور کے نام سے تحریر فرما رہے ہیں۔ حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب الہیت ادرسی بمافیہ کے مطابق اپنے والد گرامی قدر کے سوانح کو بہت عمدہ طریق سے پیش فرمایا۔ ڈاکٹر حجازی صاحب بھی حضور کے پرانے خادموں میں سے ہیں اور حضور کی صحبت عالیہ سے تادیر فیض یاب رہے ہیں اس لئے وہ بھی آپ کی زندگی اور تعلیم پر پوری طرح روشنی ڈال سکتے ہیں۔ اب مجھ جیسا نشتر کام انسان جسے ابھی حضور کو زیادہ قرب کی نگاہوں سے ہی طویل مدت تک دیکھنا نصیب نہ ہوا تھا اور ابھی جام معرفت سے چند گھونٹ ہی پئے تھے کہ بادہ عرفان کی مستی سے ساغر و دنیا کی ہوش نہ رہی ہو اور اسی عالم میں محفل ہی اٹھ گئی ہو وہ اس ساقی برینخانہ معرفت کے متعلق کیا بیان کر سکتا ہے تاہم اظہار عقیدت کے طور پر اور اس مرتبہ پیشوا کو یہ یہ تشکر پیش کرنے کے لئے یہ چند پھول آپ کے قدموں پہ نچا اور کرتا ہوں ہیں نے اس مختصر سوانح حیات میں آپ کی مقدس زندگی کا مختصر سا خاکہ پیش کیا ہے اس کے بعد حضور کے ساتھ بیعت کرنے سے جو احوال و کیفیات اور مشاہدات سات سال کی زندگی میں مجھ فقیر کو حاصل ہوئے انہیں اپنی محدود قابلیت کے مطابق پیش کیا ہے علاوہ ازیں چند ان حقائق کا ذکر بھی کیا ہے جو اس دوران میں تصوف کے مطالعہ سے اور کچھ فقیر صاحب کی صحبت میں رہ کر دامن قلب میں جمع کرتا رہا یہ کتاب پیش کرنے کا مقصد نہ اپنی کسی قابلیت و اہلیت کا اظہار ہے، نہ کسی ذاتی کمال کا تذکرہ، اس کا بنیادی مقصد اپنے مرشد و مرتبہ کی ایک یاد ہے جو کتاب کی صورت میں زندہ رہے اور یہ کتاب متلاشیان حق اور متحسنان راہ حقیقت کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔

منزلیں راہ حقیقت کی بتانے کے لئے - چھوڑ جا نقش قدم اوروں کے آنے کے لئے
تفصیلی طور پر تصوف کی حقیقی روح سے روشناس ہونے کے لئے حضرت قبلہ فقیر صاحب کی کتاب
عرفان رحصہ اول و دوم) حق ناشرح نور الہدیٰ اور سلطان الاوراد کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ میری اس
کتاب میں جو کچھ تذکرے کے لئے لکھے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے جس کسی کے حجابات نفسانی دور ہو جائیں اور
حقیقی اور سچی ذات سے رابطہ اور محبت پیدا ہو جائے اس قدر ہے کہ وہ اس فقیر بے مایہ کے لئے بھی
دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی حقیقی عرفان کی چاشنی سے بہرہ یاب کرے آمین۔
خاک کو اکسیر کرتی ہے نگاہ اولمسیار۔ ان کی مجلس سے ہی دل پاتا ہے تسکین و ہدیٰ

مقدمہ

ویسے تو اسلام کے مختلف پہلوؤں پر کم فہم اور بے یقین لوگوں نے بار بار کئی قسم کے اعتراضات کیے اور مختلف اوقات میں علمائے کرام نے ایسے اعتراضات کیے دندان شکن اور منہ توڑ جواب دیئے لیکن جتنا جرح و اعتراض تصوف پر کیا گیا ہے شاید ہی کسی دوسرے اسلامی نظریہ پر اتنا کیا گیا ہو۔

اے دروہوں کس سے تیار از محبت - عالم میں سخن چینی ہے یا طعنہ زنی ہے۔

ایسے ہی محققین کی زبان پر ایک یہ بات اکثر یہی ہے کہ ملت اسلامیہ کو سب سے زیادہ نقصان نظریہ تصوف نے پہنچایا ہے اور ملت کی اکثر بیماریوں کی وجہ تصوف ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تصوف میں رہبانیت کا سبق ہے اور کشمکش حیات سے گریز ہے اس لئے ہماری اقتصادی، معاشرتی تمدنی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس میں غیر اسلامی فکر و کار، ہندو مذہب، بدھ مت اور جوگیوں، پنتھوں اور دیگر مذاہب کے کچھ تو اہلین شامل کر لئے گئے ہیں۔ جس سے اتباع شریعت سے انحراف کی راہیں پیدا ہو گئی ہیں۔

بعض مخالف تصوف علماء میں مولانا مودودی بھی شامل ہیں نے افیون کا نشہ اور قرآن کی ملت کو مضمحل کرنے والی بیماری قرار دیا۔ انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت امام غزالی کی زندگی میں تصوف پسندی ہی کو سب سے بڑا عیب قرار دیا اور ان کے تجدیدی کارناموں پر تصوف کو ایک بد کا دلخ "کہا، آئے دن نئی روشنی کے لوگ بھی قسم قسم کے اعتراضات و خرافات سے تصوف، اسلام کو مورد طعن و تشنیع اور بدنامی الزامات بناتے رہتے ہیں۔ تصوف کے بارے میں اس معاندانہ رویہ اور منفی انداز فکر کی وجہ تو یہ ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اسلامی تصوف کی حقیقی روح سے ناواقف ہیں اور اصطلاحات تصوف سے آگاہ نہیں۔ ساتھ ہی غلط قسم کے تصوفیوں اور جاہل تصوفوں کا کردار انہیں تصوف سے برگشتہ کر گیا ہے۔ دوسری وجہ فلسفہ اور عقلی نظریات اور دور حاضر کی ساحری ہے جس نے لوگوں کے دلوں میں خدا و رسول کی محبت سے منہ پھیر کر دہریت اور الحاد و زندہ کی طرف کر دیا ہے۔ چنانچہ ان کے لئے ایسے علم سے روگردانی

لازم ٹھہرتی ہے جو صرف رجوع الی اللہ اور اتباع رسول کا علمبردار ہے تیسری وجہ وہ مذہبی مبلغ اور مہذب
 جن کے پاس نہ قلب بیدار ہے نہ نگاہ بصیرت، وہ ظاہر پر صورت عشق و محبت سے حالی اور زندہ ہے
 روح و قلب سے ناواقف ہیں وہ خواہ مخواہ کی مخالفت اور عداوت پر تلے ہوئے ہیں وہ عوام میں
 صوفیوں کے خلاف جذبات کو بھڑکاتے رہتے ہیں اور جھوٹے صوفیوں کے قصے سنا سنا کر صحیح
 اسلامی تصوف کے حاطین پر گندگی کھچڑا اچھالتے رہتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے حقیقی تصوف سے
 بھی لوگوں کو متنفر کیا جو مذہب کی روح اور اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے جس کی اساس شریعت
 جس کا معیار کتاب و سنت اور جس کی عداوت اتباع رسول کا کمال ہے اس کو مورد الزامات قرار دے
 دینا حقیقت میں تاریخ اسلام سے چشم پوشی ہے اور حق و باطل سے عملاً انحراف ہے تصوف کی مستند
 کتابوں سے اتباع شریعت کی صرف تلقین ہی نہیں بلکہ عملی تکمیل کی ہدایات ملتی ہیں معتز حیدر محض برائے
 اعتراض حافظ شیرازی کے اس شعر کو اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں سے

برے سجادہ درگیں کن گرت پیر معناں گوید
 کہ سالک بے خبر نمود زراہ در رسم منزلہا

ایسے چاہیے کہ وہ حضرت شیخ سعدی کے اس شعر کو بھی ذرا پڑھ لیا کہ یہ ہے
 خلاف پیر کے راگزیدہ کہ ہرگزہ بمنزل سخا ہد رسید

ادھر جو لوگ شرعی قیود سے آزاد ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ حافظا گریں جو ایسی حد تک کس باخاص عام
 وہ علامہ اقبال کے اس شعر پر غور کیا کریں

بہ مصطفیٰ برسوں خویش را کہ دیں ہمہ اوجعت
 اگر یہ اذ نہ رسیدی تمام بولہبی اوجعت

شریعت کی پابندی سے متعلق صوفیائے کرام کے بے شمار اقوال ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ
 بے شریعت اگر ہوا پراٹا تا نظر آئے تو بھی اسے نہ ندیق سمجھو، حضرت سلطان العارفین قدس سرہ
 فرماتے ہیں۔

ہر مراتب از شریعت یافتم پیشوا نے خود شریعت داشتتم

حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی ایک خط میں لکھتے ہیں دوائے برادر در التفات مراتب فقط
 اگر امروز خواہی کہ دریابی بجانب شریعت اور نگاہ کن کہ شریعت معیار است عیار فقیر پر شریعت
 روشن ہے کہ وہ اسے برادر اگر تم آج فقرا کے مراتب کا پتہ لگانا چاہو تو ان کے اتباع شریعت

نظر کر دیکھو کہ شریعت معیار ہے اس کسوٹی پر فقیر کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے۔ مکتوبات کلیبی (خواجہ فرید الدین عطار فرماتے ہیں)۔

جاوید در متابعت مصطفیٰ اگزین
تا نور شرع او شود بر تو مقتدا
حقیقت یہ ہے کہ جس عمل کو کتاب و سنت رکھیں وہ "زندگہ" ہے جس شخص کی زندگی کتاب و سنت کے مطابق نہیں اسے طبقہ صوفیاء سے شمار ہی نہ کرنا چاہیے چہ جائیکہ اس کے عمل کو سامنے رکھ کر صوفیائے کرام کی زندگی پر طعن و تشنیع کی جائے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ اکثر صوفی جاہل ہوتے ہیں یہ مسک حقیقی جہلا کا ہے۔ تاریخ تصوف کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صوفیائے کرام نے ظاہری علم حاصل کرنے پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں

علم ظاہر بچھو مسک علم باطن بچھو شیر
حضرت شیخ بن معاذ رازی کا ایک قول حضرت وانا گنج بخش نے نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں
اجتناب حجتہ ثلاث اصناف
من الناس العلماء الغافلین
و الفقراء اطل اہلین و
ملتصوقہ الجاہلین ط
کے بوبے شیر مسک کے بوبے شیر پیر
تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے بچنا چاہئے
ایک غافل عالم سے، دوسرے مسک فقیر سے،
تیسرے جاہل صوفی سے۔

علامہ ابن جوزی تصوف کے حامیوں میں نہیں تھے لیکن باوجود اس کے ان کو اعتراف کرنا پڑا ہے۔

وما کان المتقدمون فی
التصوف الا داروسا فی
القرآن والفقہ والحديث
والتفسیر ط
قدما سے صوفیاء قرآن و فقہ حدیث اور
تفسیر کے امام تھے۔

رہبانیت کا سبق دینے کا الزام لگانے والے اگر تھوڑا سا بھی غور سے کام لیں تو ان پر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ جس دنیا سے اجتناب کرنے کے متعلق صوفیائے کرام کے اقوال ہیں وہ بے اعتدالانہ استعمال ہے خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے سے متنع نہیں کرتے وہ اس میں دل کو اس قدر آلودہ کر لیتے ہیں جس سے خدا کی یاری میں غفلت پیدا ہو۔

سے دنیا میں تو ایسا پورہ جہل و غیابی سائیں نام خدا کا ایسا چپنا چوں چت نازی گا کہ میں

عارف برومی نے اس حقیقت کو اس شعر میں پیش کیا ہے سے

چلیست دنیا از خدا غافل بودن نے قماش و لقرہ و فرزند و زن

اگر اسی کا نام رہا نیت ہے تو یہ طے کرنا ہوگا پھر اسلام نے ہمیں کیا سکھایا ہے؟

یہ بھی حقیقت پسندی سے کتنا اغماض ہے کہ تصوف کو نواسے ملت مضمحل کرنے کا الزام دیا

گیا ہے حالانکہ صوفیائے کرام کی زندگی یہ بتاتی ہے کہ وہ ہمیشہ سرگرم عمل رہے اور جب بھی ملت صحیح

راستہ سے بھٹکنے لگی اس کو بلا خوف و خطر صوفیوں ہی نے راستہ دکھایا شہید اہل ملت کا کام ہے

زیادہ انہی لوگوں نے کیا بڑی بڑی سلطنتوں کے ملطنہ اور جاہ و جلال کے آگے سر خم نہ کیا وہی بات کہتے

رہے جو حق تھی اور اسے نرا اور رسول کی رضامندی حاصل ہوتی ہو۔ حضرت حسن بصری سے لے کر

حضرت مجدد الف ثانی تک کتنے ایسے آفتاب و ماہ تاب ہیں کہ ان کی زندگیاں اس کی دلیل ہیں یہ

اعتراف تو مغربی مشکروں کو بھی کرنا پڑا۔ مثلاً مشہور مستشرق پروفیسر گب نے کہا کہ تاریخ اسلام میں ناب

ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا ہے یہاں ہم وہ مغلوب نہ ہو سکا۔

اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیہ کا اندازہ فکر فوراً اسکی مدد کے لئے آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت

توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ (اسلامک کلچر آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۷۲ء)

اب ہم انھیاری کی اس رائے کے مقابل اپنوں کی رائے دیکھتے ہیں تو اقبال کے الفاظ میں ان سے یہی کہ

(سکتے ہیں۔ کچھ قدر تو نے اپنی نہ جانی یہ کم سواد ہی یہ کم نگاہ ہی ما)

اس میں شک نہیں کہ کوئی تحریک خواہ وہ کتنی ہی اچھی ہو انداز زمانہ کی وجہ سے افراط و تفریط اور قطع

و برید سے محفوظ نہیں رہ سکتی جس طرح فقہ کے مسائل میں متکلمین نے فلسفیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے قسم قسم

کے شکوک و شبہات پیدا کر دیئے اسی طرح جب ظاہر و باطن کے حاملین میں مقابلہ شروع ہوا تو دونوں

طرف سے زیادتی پیدا ہوئی اور دو الگ الگ راستے ثابت کرنے کے لئے نئے نئے انداز فکر قائم ہو گئے۔

دنیا پرستی سے گریز کو رہبانیت کی شکل سے دی گئی اور کہیں حسن پرستی، پیر پرستی، قبر پرستی اور نغمہ

وسرود کو روحانی ترقی کا جزو قرار دے دیا گیا۔ ان تمام نقائص اور افراط و تفریط کے باوجود یہ حقیقت

اپنی جگہ قائم ہے کہ صوفیائے کرام نے ہمیشہ اس قسم کی غلط چیزوں کو روکنے کے لئے خوب مقابلہ کیا اور رہبانیت

خلاف شرع باتوں کے خلاف مصروف جہاد رہے۔

پر وار ہے دونوں کی اسی ایک نضائیں کر گیس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

سطور آئندہ میں یہ سعی کی جائے گی کہ صوفیائے کرام کے مشن کے حقیقی خدو و خال قارئین کرام کے سامنے آجائیں اور جو شکوک و شبہات بعض لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کو دور کیا جائے۔ حضور قبلہ فقیر صاحب کی یہ ہمیشہ کوشش رہی کہ موجودہ دور کے تعلیم یافتہ طبقہ کو جو تصوف کے نام سے ہی بیزاری صحیح تصوف کی تعلیم سے روشناس کیا جائے اور غلط تصوف اور بے راہ و صوفیوں سے بیزاری کرنے کے لئے ان کی مکاریوں، عیاریوں کو طشت اندام کیا جائے چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے اپنی تصنیف عرفان حقہ اول کا انگہ تیری ترجمہ بھی شائع کیا تاکہ یورپ زدہ نوجوان تصوف کی صحیح تعلیم سے واقفیت پیدا کر سکیں۔

(ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا مانا
وہ مردور ویش جس کو حق نے دیئے تھے انداز خمر دانہ)

تصوف کا ماخذ

تصوف کا ماخذ کیا ہے؟ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے علماء اسلام اور مشرقین نے اس مسئلہ پر مختلف آراء کا اظہار کیا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تصوف یونانی فلسفہ کے زیر اثر پیدا ہوا ہے۔ تصوف کا شیدائی و اطرنگسن نے اس خیال کو پورے وثوق سے پیش کیا ہے بعض کی رائے ہے کہ ویدانت سے ماخوذ ہے بعض کا خیال ہے کہ بدھ مذہب سے اس کا استخراج کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں حقیقی رائے قائم کرنے سے قبل اس مسئلہ پر غور کر لینا چاہیے کہ اگر دو تکرکوں کے بعض اصول میں یکسانیت ہو یا فروری مسائل میں مشابہت ہو تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ایک دوسرے سے ماخوذ ہیں تصوف اسلام ایک جداگانہ اور مستقل حیثیت رکھتا ہے اگر بعض باتوں میں وہ ایرانی فلسفہ سے یا زرتشت کے اصولوں سے یا ویدانت کے مسائل سے مشابہت رکھتا ہو

تو یہ ان سے ماخوذ ہونے پر دلالت نہیں کرتا اسی سلسلے میں یہ شبہ پیدا ہوتے کہ مسئلہ وحدت الوجود فلسفہ ویدانت سے مشابہ ہے اور عرفان فکر و عقل سے نہیں بلکہ مشابہ ہے اور حضور نفس کے ذریعے حاصل ہونے کا مذہب فاطوفی مسلک ہے۔ اسی کو صوفیائے اپنا لیا ہے یا کہ فنا بقا کے مسئلہ حقیقت محمدیہ، وحدت ادیان، قبضہ و بسط اور مختلف قسم کی نئی اصطلاحیں جو بعد میں وضع کی گئی ہیں یہ ابتدائے اسلام میں نہ تھیں تاہم اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ان اصطلاحات کی وضع سے پہلے

بھی اسلام کا نظام تصوف اپنی روحانی زندگی تربیت اور کمالات کے ساتھ ایک باقاعدہ، متنازع و منفرد اسلوب کار کے طور پر موجود تھا تصوف دراصل ایک فطری تقاضا ہے جس کی طرف ہر مذہب و ملت اور ہر قوم کا متوجہ ہونا ضروری ہے ہر قوم ایک خاص وقت میں ظاہر سے ہٹ کر باطن کی طرف راغب ہو جاتی ہے اور اس کی اصلاح و تربیت کے لئے راہ تلاش کرتی ہے ان میں یکسانیت کا ہونا بعید از قیاس نہیں چند اور بھی فطری تقاضے ہیں جن میں ثالث پائی جاتی ہے مثلاً بدن صاف رکھنے کے لئے غسل کرنا، دانتوں کو پاک و صاف رکھنا، قضاے حاجت کے بعد استنجا کرنا، کھانا منہ کی طرف سے کھانا، اولاد حاصل کرنے کے لئے ایک ہی بیوی سے متعلق رہنا، سخاوت، ہمدردی، جان نثاری، اخوت، محبت اور متعدد دوسرے مسائل ہیں جن میں مسلمان تنہا نہیں بلکہ ہندو، عیسائی، یہودی، زرتشتی بھی یکساں ہیں بغرضیکہ سیکڑوں ایسی چیزیں موجود ہیں جن میں سب مذاہب مشترکہ نظریوں کے حامل نظر آتے ہیں اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر پچھلے مذہب نے پہلے مذہب سے ان باتوں کو سیکھا ہے یہ تو انسانی فطرت کے تقاضے ہیں جن میں تمام انسان جسمانی طور پر یکساں ہیں پھر تاریخی طور پر بھی یہ بات کبھی ثابت نہیں کی جاسکتی کہ زرتشت کے مذہب اور فلسفہ ویدانت اور یونانی فلسفہ سے تصوف مانوڈ ہوا ہے اس لئے کہ یونانی کتابوں کے تراجم کا آغاز سب سے پہلے ماموں رشید کی خلافت کے زمانہ سے ہوا جس سے فلسفہ یونان سے مسلمانوں کو آشنائی ہوئی اور تصوف تو اس سے پیشتر بھی موجود تھا فلسفہ ویدانت کی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہونا ثابت نہیں پھر اہل عرب اس سے کس طرح آشنا ہوئے عقیدہ توحید و جہود کو سب سے پہلے فلسفیانہ انداز میں محی الدین ابن عربی نے پانچویں صدی ہجری میں پیش کیا وہ یونان کے ہنر والے تھے آپ کو کبھی ہندو فلسفہ سے روشناس ہونے کا موقعہ نہیں ملا اگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نو فلاطونیت کے نظریہ سے وحدت الوجود کا مسئلہ اخذ کیا گیا ہے تو اس میں بھی ایک بات قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ نو فلاطونیت اور صوفیائے اسلام کے عقیدہ توحید میں فرق ہے۔ اول الذکر کے لحاظ سے خدا موجود فی العالم بھی ہے اور اس سے مادری بھی، چونکہ یہ تمام موجودات کی علت ہے اس لئے ہر جگہ موجود ہے اور چونکہ تمام اشیا سے علیحدہ بھی ہے اس لئے کہیں بھی نہیں ہے، تصوف میں وہ ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کہیں نہیں ہے۔

۱۲۶

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا خیال ہے کہ مختلف روحانی سلسلوں نے افکار و اشغال کے جو طریقے اختیار کئے وہ مخصوص علاقوں کے بسنے والوں کے عادات و اطوار اور طبعی رجحانات کے پیش نظر اختیار کئے گئے ہیں ہو سکتا ہے کہ مشائخ نے دیگر مذاہب کے ان نظریات کو جو اسلامی اصولوں سے متصادم تھے ان کو قبول کرنا ناگزیر ہو گیا ہو یا یہ قبول کر لیا ہو اسلام کے لئے اتحاد عمل

کے پہلوؤں پر عمل کرنا مضر نہیں تھا بلکہ مفید تھا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

يا اهل الكتب تعالوا الى كلمة سواء
بيننا وبينكم
ہمارے تمہارے درمیان یکساں ہیں متفق
ہو جائیں۔

لیکن اس کے لئے پیچیدہ بصیرت دین کا وجدان اور حق و باطل میں تمیز پیدا کرنے والی نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ گمراہی کا شدید خطرہ ہوتا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ تصوف کا منبع و مخرج قرآن و حدیث ہے اور اس کا عملی

تصوف اسلام

نمونہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور صحابہ کرام کی زندگی ہے

آئیے ہم بتائیں کہ صوفیائے کرام کے اصول قرآن و حدیث اور حضور کی زندگی

کی روشنی میں ہی بنیں ہوتے ہیں اور ان کے حقیقی ماخذ قرآن و سنت ہی ہیں۔

صوفیوں کے نزدیک کچھ مدت کے لئے دنیا سے منہ پھیر کر صرف خدا کی طرف

خلوت نشینی

متوجہ ہو کر بیٹھا پڑتا ہے۔ غار حرا میں زیبا سے دور الگ تھک تھنا لوں

میں حضور علیہ السلام کا کافی عرصہ بیٹھے رہنا اس خلوت نفس کے جواز کے

لئے بین ثبوت ہے اسی سے تصفیہ نفس اور تنقیہ قلب اور راحت روح کا دروازہ کھلتا ہے قرآن کریم

نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ **قل اخلص من تزکی**۔ ترجمہ: وہ کامیاب ہوا جس نے تزکیہ نفس حاصل کر لیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و کیفیات میں یہ بھی فرمایا۔

رسول اللہ تمہارے نفسوں کو پاک صاف

یزکبہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ

کرتے ہیں تمہیں کتاب سکھاتے ہیں اور

حکمت سکھاتے ہیں۔

حکمت سے مراد اس کی باطنی رموز و حقائق

سے واقف کرنا ہے۔

خدا کی ذات میں فکر و تامل، احتیاقِ حق، معرفتِ نفس میں اس قدر مشہک رہنا کہ سگر و محویتنا اللہ

غیاب و شہود کی کیفیت پیدا ہو جائے یہ مقامات خود حضور علیہ السلام کی زندگی میں نمایاں ہیں۔ ایک مرتبہ

حضرت عائشہ صدیقہ رخ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں جب آپ اسی کیفیت میں تھے۔ آپ نے

جب حضرت عائشہ کو دیکھا تو پوچھا تم کون ہو؟ وہ بولیں میں عائشہ ہوں!

عائشہ کون؟

پھر آپ نے دریافت فرمایا

حضرت عائشہ نے جواب دیا

اچھے نے دریافت فرمایا

وہ بولیں

آپ نے فرمایا

ابو بکرؓ کی بیٹی!

ابو بکر کون؟

محمدؐ کے دوست

کون محمد؟

اب حضرت عائشہ خاموش ہو گئیں کیوں کہ انہوں نے جان لیا کہ اس وقت آپ دوسری کیفیت

میں ہیں۔

اسری اور سحراج سے حضور کے لئے جسمانی ہونے کے باوجود ایک انتہائی روحانی کمال کا پتہ چلتا ہے۔ صوفیہ کے مکاشفات فتوحات و مشاہدات عالم ملکوت و جبروت کی سیرے بنیاد و اساس نے نہیں بلکہ ان سب کی اساس و بنیاد حضرت کی ہی سنت ہے۔

سادہ لباس، سادہ غذا، عبادت سے شغف حضور علیہ السلام کی زندگی ان سب کی اہم نشانی ہے۔ آحادیث کے مطابق حضور کی عبادت کا یہ حال تھا کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے تھے۔ پھر احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور نے آخری عشرہ رمضان میں استنکاف کا زندگی بھرناغہ نہیں فرمایا۔ پنجگانہ نماز کے علاوہ نواتل کی کثرت، استغفار، اور ذکر و فکر توکل و ہجر دنیا سے پیراوی کا اظہار، یہ سب چیزیں حضور کی زندگی میں نمایاں تھیں۔ حضور نے اس عمل بابرکت کے علاوہ ارشاد بھی فرمایا کہ

لذو دنیا سے نفرت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا (ابن ماجہ طبرانی، بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے)۔
اللہ جب اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ غطا فرماتا ہے۔ دنیا کی نفرت اس کے دل میں پیدا کرتا ہے۔ اور دنیا کے عیوب اس کے سامنے کھول دیتا ہے۔

(رواہ ابویہی فی شعب الایمان)
(۳) جب تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جو دنیا سے نفرت کرتا ہے تو اس کا قرب حاصل کرو تمہیں حکمت بتائیگا۔
(رواہ ابویہی فی الترعیب الترعیب)

(۴) اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے جو کچھ فرقی کیا ہے اس پر عمل کر کے بندہ مجھ سے قریب ہو سکتا ہے نوافل کی پابندی کر کے بندہ مجھ سے قریب اور میرا محبوب ہو جاتا ہے جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو وہ جو کچھ سنا ہے میں سناتا ہوں اور وہ جو کچھ دیکھتا ہے میں دیکھتا ہوں میں اس کے ہاتھ سے پکڑتا ہوں اور اس کے پاؤں سے چلتا ہوں الخ (رواہ البخاری)

اب کتاب و سنت کی روشنی میں آپ ملاحظہ فرمائیں کہ تصوف باہر سے نہیں آیا بلکہ خالص اسلامی تعلیمات اور سنت نبوی کا نتیجہ ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ط جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں ان کی زیادہ

محبت الہی

سے زیادہ محبت صرف اللہ ہی سے ہوتی ہے
(۲) قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي

تجھ کو اللہ ط ترجمہ (فرما دیجئے کہ اگر واقعی تم اللہ سے محبت رکھنے والے ہو تو چاہئے کہ میری پیروی کرو تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا)

(۳) فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ لِقَوْمٍ يُحِبُّونَ
وَيُخَوِّفُهُمْ
وَيُغْنِيهِمْ

(مختریب اللہ ایک گروہ سے چار پستوں کا پیدا کر دے گا جنہیں خدا کی محبت حاصل ہوگی اور وہ اللہ کو محبوب رکھنے والے ہوں گے)

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اے اللہ تو اپنی محبت کہ میری جان سے پیر
عیال سے اور اللہ سے پانی سے بھی زیادہ
میری نظریں محبوب بنا۔

اللهم اجعل حبك احب الي
من نفسي واهلي
ومن الماء البارد

رضائے الہی

ان صلاتی ولسکی وعبای
ومہاتی لله رب العالمین ط

(بے شبہ میری نادر میری قربانی میری زندگی میری موت سب اسی پر دروگار عالم کیلئے ہے)

ذکر الہی

فاذکرا واللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم

(پس تم اللہ تعالیٰ کو کھڑے بیٹھے یا کھڑے
اللہ تم مقبول بندوں کے متعلق فرماتا ہے

(۴) یدکرون اللہ قیاما وقعودا
وعلی جنوبہم ط
(جو خدا کو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے
یا کھڑے ہیں)

(۳) تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون لہم خوفا وطمعاً ط

و جن کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں وہ خوف اور امید کے ساتھ اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں

(۳) وَلَا تَكُنْ مِثْلَ
الَّذِينَ تَبْتَغُونَ

(انہد کے نام کا ذکر کرو، اور ہر چیز سے
کٹ کر اس کی طرف بوجھا)

عبادت الہی میں انہماک

و ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (اور میں نے جن اور انسان کو

یہی واسطہ پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔)
(۴) قَدْ أَهْمَرَ كَعَا سَجِدًا أَيْتَعُونَ
فَضْلًا مِنْ اللَّهِ وَرِضْوَانًا
رَبِّهِمْ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ

تم ان کو دیکھو گے کہ رکوع میں جھکے ہوئے
اور سجدوں میں پڑھے ہوئے حمد کے فضل اور خوشنودی
کو تلاش کرتے ہیں۔

ادنی من ثلاثی الیل ونصفہ وثلاثہ و طائفۃ من الذین صعدوا
درجۃً فیک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب اور آدھی رات اور ایک
تہائی کے بعد اٹھتے ہیں اور آپ کے ساتھ ایک جماعت بھی اٹھ کر نماز پڑھتی ہے
(۵) وَأَسْعَدُ تِلْكَ حَتَّى
يَأْتِيكَ الْيَقِينُ ط

اپنے رب کی اس وقت تک عبادت کرو
جب تک کہ کچھ کو موت آجائے۔

يا ايها الذين آمنوا صبروا وما نور انطاوا

(۶) انما يؤتى الصابرون
وغيرهم بغير حساب
(۷) وطن صبري شغرتك ذائق
من عنم الا حوسا
(۸) و لنبلونكم حتى تعلموا المجاہدين
منكم و الصابرين ط

اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو
بغیر حساب کے اجر دیتا ہے
جو شخص صبر کرے اور نوبہ کرے
یہ شکر بہ عزم اموی ہے
دہم تہاری آزمائش کریں گے یا ایمان تک کہ
جان لیں کہ تم میں مجاہدین اور صابریں کون ہیں

توکل (۱) توکل علی الحی الذی لا یصوت (اللہ پر بھروسہ کر دو جو زندہ ہے اور جسے موت نہیں آسکتی)

(۲) وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (اور وہ اللہ ہی ہے جس پر ایمان والے توکل رکھتے ہیں۔)

(۳) فاذا عرفت فتوکل علی اللہ واجب ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کر دو

توبہ استغفروا ربکم ثم تولوا الیہ (اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس سے توبہ کرو)

(۲) وتولوا الی اللہ جمیعاً ایہا المؤمنین لعلمکم تفلحون (اللہ سے توبہ کر دے ایمان والے تاکہ تم نجات پاؤ)

(۳) یا ایہا الذین آمنوا تولوا الی اللہ توبہ نصوحاً (اے ایمان والو اللہ سے توبہ کر دو توبہ نصوح)

دنیا سے نفرت و بیزاری (۱) واعلموا انما الحیوۃ الدنیا لہو ولعب (جان تو دنیا کی زندگی بہو و لعب ہے) (۲) وما الحیوۃ الدنیا الا متاع العفرۃ

(حیات دنیوی کی متاع فریب کے سوا کچھ نہیں)

(۳) یا ایہا الذین آمنوا ان وعد اللہ حق فلا تفرنکما الحیوۃ الدنیا (اے لوگو اللہ کا وعدہ سچا ہے ایسا نہ ہو کہ دنیا کی زندگی تمہیں فریب میں مبتلا کر دے)

وحدت و جو و وحدت شہادہ (۱) وما نعبت اذ نسبت وکان اللہ

رحمی (آپ نے خاک کی مٹی نہیں پھینکی لیکن وہ

اللہ نے پھینکی۔)

(۲) اللہ نور السموات والارض

(۳) فانہما تووا فتم وجہ اللہ

(۴) ان الذین ینالونک انما ینالون اللہ بل اللہ فوق ایل لہم طرہ رگ

(اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا)

ز جس طرف تم منہ کر دو گے اسی طرف اللہ کا رخ ہے)

(اللہ کے پاس وہ لوگ نہیں آسکتے بلکہ اللہ ہی ہے جس کی طرف وہ لوگ

جو آپ سے بیعت کر رہے ہیں سوا اس کے نہیں کہ وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

(۵) هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم ط
 وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے

قریب ذاتی

(۱) ادعونی استجب لکم (تم مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا)

(۲) وهو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر ط (اللہ

تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھتا ہے)

(۳) نحن اقرب الیہ منکم ولكن لا تبصرون ط
 ہم اس سے تمہاری یہ نسبت قریب تر ہیں مگر تم نہیں دیکھتے

(۴) ولعلم ما توسوس بہا نفسہا
 وہم جاننے ہیں جو باتیں آتی رہتی ہیں اس کے جی میں اور اس سے رگ جان سے زیادہ قریب ہیں)

و نحن اقرب الیہ من جبل الوردین

ان آیات کریمہ سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ صوفیائے کرام توبہ، صبر، تواکل، ذکر الہی، وحیائے

نفرت، محبت الہی، وجود و شہود، قرب و محبت کی جن کیفیتوں سے گزرتے ہیں اور تمام تر اشد کیم

کے واضح احکام اور فرماں کی اطاعت ہی سے اور اس کی عطا اور نوازش سے ہوتی ہے۔ عیالیک

اور بات سنیے کہ اصحاب صفہ کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت

میں ہمہ وقت انہماک کو ایک خاص طبقہ کے لئے برقرار نہیں سمجھتے تھے۔ سورۃ انعام اور سورۃ کہف

میں ان بندگوں کی عبادت و ریاضت کی تعریف کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ لا تطعن الذین یدعون ربہم بالغدا وکلوا لعیالکم

پریدون و جہلہ و کلوا لعیالکم ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو

پکارتے ہیں اور اس کی ذات پاک کی خواہش رکھتے ہیں دورست رکھیے اور اپنی آنکھیں یعنی توجہ کی نگاہ

ان کی طرف رکھئے اور ان کو نظر حقارت سے نہ دیکھئے۔ اسی واسطے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جہاں کہیں ان کو دیکھتے تو فرماتے کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں خدا تعالیٰ نے تمہاری

پابست مجھ پر عتاب فرمایا۔

احادیث نبوی میں جس چیز کو احسان کہا گیا ہے وہ تصوف ہی ہے چنانچہ صحیحین میں ہے

الاحسان ان تعبد الله كأنك
تراه فان لم تكن تراه
فإنه بياك

احسان یہ ہے کہ تم اس طرح اللہ کی عبادت
کو کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اس
کو نہیں دیکھ رہے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس حدیث شریفہ پر بحث کرتے ہوئے بیان کیا ہے
کہ حقیقی تصوف یہی ہے۔

احادیث نبویہ میں ایسی حدیثیں ملتی ہیں جن سے اولیاء اللہ کی شان اور ان کے مقام کا پتہ
چلتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔

ان من عباد الله لا اسما
هم بانبياء ولا شهداء
يعبطهم الا نبياء والشهداء
يوم القيامة بمكانهم
من الله عز وجل قال
رجل فوفى هم وما
اعمالهم بلعلنا نجبهما
قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم قوف ان
وجوههم للثور لا
يخافون اذا خاف الناس
ولا يحزنون اذا حزن
الناس قالوا ثم قسوا
الا ان اولياء الله
لا خوف عليهم ولا
هم يحزنون ط

اللہ کے بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں
جن کا شمار نہ انبیاء میں ہے نہ شہداء میں
ہے لیکن انبیاء و شہداء جن پر قیامت کے
دن اللہ کی سرفرازی دیکھ کر رشک کریں
گے ایک آدمی نے سوال کیا وہ کون ہوگا
پہن تا کہ ہم انہیں محبوب رکھیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ لوگ
ہیں جن کے چہرہ پر نور ہے اور جب لوگ
خوفزدہ ہوں گے تو یہ ذرا بھی ہراساں نہ
ہوں گے اور جب وہ لوگ غمگین ہوں گے
تو ان کے پاس غم ٹھکنے بھی نہیں پائے گا
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ آیت پڑھی کہ جان لو اولیاء اللہ
پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین
ہوتے ہیں۔

وحدت وجود اور وحدت شہود کے متعلق صحیح رائے

نامناسب نہ ہوگا کہ تصوف پر جو عطا اعتراضات
کئے گئے ہیں ان کے جوابات دیتے ہوئے
بعض صحیح اعتراضات کو تسلیم بھی کر لیں گے
کسی معاملہ میں تعصب اور بہت دھرمی

جائز نہیں۔ نظریہ وحدت وجود کی خواہ کتنی بھی تادینیں کریں اس بات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جیسا
تک یہ مسئلہ صرف حال تک محدود رہا تب تک تو قابل تسلیم تھا لیکن جب اسے قال کا جامہ
پہنا کر عوام کے سامنے لا گیا تو اس میں گہری گہری کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا چنانچہ وحدت وجود کا تصور
اہل اسلام میں سب سے پہلے تیسری صدی میں ذوالنون مصری کے اثر تعلیم سے رونما ہوا وہ
باشندہ مصر ہونے کے سبب سے اشتراکیت جدید سے متاثر تھے جس میں وحدت وجود کا
فلسفیانہ نظریہ اپنے ارتقاء کی منازل طے کر چکا تھا یہ تو خارجی اثر تھا اب اندرونی حالات کے
متعلق اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن مجید میں خدا کے حاضر و ناظر، ظاہر و باطن، قاهر و غالب، نور
سمرات والارض اور قادر مطلق ہونے کا ذکر بار بار آیا ہے۔ اس قسم کی آیات سے نکلنے پھرنے میں
یہ احساس پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا کہ ہم سب کچھ نہیں جو کچھ ہے وہی ہے یہ احساسات تصور وجودیت
کی بنیاد قرار پانے لگے۔ لہذا ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے نعرہ ہمہ ادست پر لبیک کہنا دشوار نہ تھا لیکن یہ
یاد رکھنا چاہیے کہ ابتدا میں یہ عقیدہ محض ذوق وجدان پر مبنی تھا اور اس میں کوئی استدلالی
تعمیر پیدا نہیں ہوئی تھی۔ گاہ گاہ اہل تصوف کی زبان سے بے اختیار طور پر ایسے کلمات نکل جاتے
تھے جن سے توحید وجودی کا عقیدہ مترشح ہوتا تھا۔ مثلاً بانیہ بد بسطائی کا قول کہ سبحانی ما اعظم
شہانی (میں پاک ہوں میری شان کتنی بلند ہے) کو ان ابتدائی کلمات میں نمایاں طور پر پیش کیا
جاسکتا ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں اہل اسلام پر یونانی فلسفہ اور علوم اثر انداز ہونے لگے ایک طرف
سے فلسفہ یونان دوسری جانب سے ایرانی عقائد اور ویدانتی تصورات راہ پانے لگے۔ ان حالات
میں توحید وجودی کا عقیدہ فلسفیانہ رنگ سے ظہور پذیر ہوا اور اس مسئلہ کو فلسفیانہ انداز کے ساتھ
سب سے پہلے شیخ محمد بن عبدالعزیز ابن عربی نے تعلیقات تصوف میں جگہ دی ہندوستان میں لوسیوں
کے عہد میں چند ایسے لوگ ہوئے جنہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے عقائد کو ملا جلا کر ایسے فرقوں
کا آغاز کیا جن میں دونوں مذہبوں کی تعلیقات کا رنگ موجود تھا گہرے فاس ہندو نہیں ہیں سے تھا

اس نے بھگتی کے نام سے ایک تحریک شروع کی جس کی بدولت ہندو جوگیوں کے خیالات و مشاغل
یوگ کے طریقے جس دم وغیرہ اہل تصوف کے حلقوں میں راہ پا گئے انہیں حالات میں مسئلہ وحدت
الوجود کے زیر اثر نہ ہی اختلافی فصائیں رنگ اتحاد بڑھنا شروع ہوا عہد اکبری میں دین الہی کی بنیاد
بھی انہیں اثرات پر تعمیر کی گئی لوگوں میں روز بروز گہری پھیلتی گئی آخر کار مجدد الف ثانی شیخ احمد
سرہندی نے نظریہ وحدت الوجود کی ترویج کی اور اس کی بجائے نظریہ وحدت الشہود کی تعلیم
دی اور اہل تصوف میں اتباع شریعت کے جذبہ کو جو عہد اکبری میں سرزد پڑ چکا تھا انہ سے نوزندہ کیا
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے جو علوم ظاہری کے ماہر ہونے کے علاوہ تصوف کے ماہر بھی تھے
انہوں نے ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود اور مجدد الف ثانی کے نظریہ وحدت الشہود میں تاویلی
کہ کے اسے صرف نزاع لفظی قرار دیا اور ان دونوں نظریوں میں مطابقت ثابت کرنے کی کوشش
کی اسی زمانہ میں دارالشکوہ نے تصوف اسلامی اور ہندوستانی یوگ کو یکجا کر کے دونوں طریقوں
میں مشابہت ثابت کرنے کی کوشش کی شرح البحرین اسے موضوع پر ایک کتاب لکھی، چنانچہ
یوہیوں کے زمانہ میں اسلامی اور ہندی عقائد کی آمیزش جو شروع ہوئی تھی وہ ایک باضابطہ
شکل اختیار کرنے لگی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں میں بعض فرقے ایسے پیدا ہو گئے جن کے اشغال
و عبادات، لباس اور طرز بود و باش اسلامی نقطہ خیال سے قابل اعتراض تھے فرقہ سہا لیا
اور مداریاں انہیں حالات میں قائم ہوتے تھے۔ ہمہ اوست کے عقیدے نے عوام کو جہالت
دیباغی کا ایک بہانہ ہیا کہ دیا اسی طرح ہندوستان میں تصوف اس خطا کی طرف مائل ہونے لگا
تاہم ایسے مردان حق سے یہ فضا کبھی خالی نہیں رہی، جو اسلامی تصوف کو اس کے حقیقی رنگ
میں زندہ رکھنے میں کامیاب ہے۔

مسئلہ توحید

قرآن کریم میں توحید کو واضح، سہل، صاف اور عدادہ رنگ میں پیش
کیا گیا ہے کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا گیا جو فکر فیانہ اور منطقی

نظریوں کا حامل ہو جسے ترقی یافتہ دماغ ہی قبول کر سکیں توحید باری و منہک کا پہلا اصول ہے
حضرت علیہ السلام نے اس کو آسان اور عام فہم طریقہ سے لوگوں کے سامنے پیش کیا لا الہ الا اللہ
(اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) قرآن کریم نے بھی صاف اور سہل طریقوں سے سمجھا یا
(لا الہ الا اللہ) الحی القیوم (اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں)

وہی زندہ اور جہان کو سنبھالنے والا ہے۔
(۲) لا الہ الا ہوئی و لیمیت

(۱) اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ

کہتا ہے وہی مارتا ہے۔
(کہہ دیا اللہ ایک ہے)

(۳) قل هو اللہ احد

(۴) لو کان فیہما الہ الا اللہ

لفسدتا

(بفرض محال زمین و آسمان میں خدا کے

سوا چند معبود ہوتے تو دونوں کب کے برباد
ہو گئے ہوتے۔)

بالکل سیدھی صاف بات ہے کائنات اور اس کی اشیاء ہمہ وقت مشاہدہ میں رہتی ہے،
ان کا کوئی خالق ضرور ہے وہی خدا ہے اس کی ذات واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں

حضرت قبیلہ سے بیعت ہونے سے پہلے میرا عقیدہ وحدت
الوجود کے مسئلہ پر راسخ تھا اور منطق و فلسفہ کی اعلیٰ تعلیم
حاصل کرنے کی وجہ سے مجھے اس مسئلہ میں بڑی دیکھ بھلی تھی،

حضرت قبیلہ کا نظریہ

میں نے شیخ اکبر اور عبدالکریم حبیلی اور مولانا جامی مولانا مودنی اور موجودہ دور کے میر ولی الدین اور
عزت علی شاہ صاحب پانی پتی کی کتابوں کو اچھی طرح پڑھا اور اس نظریہ پر پوری طرح قائم تھا میں
نے اس مسئلہ پر اکثر علماء سے بحث کی اور ان کو ہرا دیا مگر حضرت قبیلہ کا نظریہ چونکہ وحدت الشہود
تھا اس لئے باطنی طور پر آپ نے مجھ پر اثر ڈالا اور مجھے اس دلدل سے نکال کر وحدت الشہود کے
مسئلہ کا قائل کر دیا۔

چنانچہ میں نے ایک روز دریافت کیا کہ حضرت سلطان العارفين قدس سرہ کے رسالہ روحی
سے تو بہتر چلتا ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود صحیح ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے اس مسئلہ پر پورا غور و خوض
کیا ہے اور مدتوں اس وادی پر خار میں بھٹکتا رہا ہوں آخر کار باطن میں حضرت سلطان العارفين نے
میں کو فرمائی اور فرمایا کہ میرا مسلک وحدت الشہود ہے اسی دن سے میں اس پر قائم ہوں چنانچہ
رسالہ روحی کی شرح مخزن الاسرار ص ۱۲۴ میں آپ نے فرمایا ہے ”یہ مشرب ہمہ اوست“ لغزشوں
اور رجعتوں سے پر ہے مشرب ہمہ اوست اگر توحیدی اور حالی ہے تو اس کے جواز کی صورت
ہو سکتی ہے۔ لیکن عوام اپنی تقلید لوگ اس مشرب میں بڑی بھاری لغزشیں کھاتے ہیں اور کائنات
کی ہر شے کو ذات واجب الوجود کا منظر خیال کر کے اس کے پوجنے اور پرستش کرنے کا جواز نکال

یہ ہے چنانچہ حسن پرستی، است پرستی، پیر پرستی، قبور پرستی، سومج پرستی، عکالتش پرستی، اوتار پرستی، بادشاہ پرستی، غرض تمام غیر پرستی کے جواز یہاں سے نکلنے ہیں، ۱۵۵ پر لکھتے ہیں دو سو اس مشرب میں جو لوگ اہل توحید صاحب حال ہیں وہ معذورین نجد و بین کہلاتے ہیں اور جو لوگ اہل تقلید صاحب قیل و قال ہیں وہ ضالین اور راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں سومج و قرآن بلند حوصلہ قوتی استعداد اور دور بین لوگوں کا ہے کہ جن کی اولیٰ اور فطرت پر جب روز ازل میں الہی سنت کی تجلی ہوئی تو دنیا میں بھی ان لوگوں نے وعدہ ملی کو کما حقہ ایفا کیا ان لوگوں نے نور حق کو مقام ربوبیت میں اور اپنے وجود کو مقام عبودیت میں الگ الگ دیکھا انہوں نے دنیا میں ہر گز دل و جان سے اسکی ربوبیت کا اظہار کیا اور اپنی عبودیت کا ظہار و باطنی اور علمی و علمی طور پر اقرار کیا ان لوگوں نے اپنے حادث وجود میں اس کے قدیم رنگ سے اس کی معرفت اور شناخت کا فائدہ اٹھایا اور اسی کے شمع جمال پر پیرانہ وار جل کر اپنے آپ کو اس پر مٹایا اور اپنے اور تمام غیر مادی مطلوبوں اور کل نفسانی مقصودوں اور جملہ فانی معبودوں کی نفی کر کے اسکی ذات واجب الوجود کو ثابت کیا اور اپنے آپ کو اسکی ذات حی و قیوم میں فنا کر کے اس کے وصل اور مشاہدے سے جام بقا پیا یہ فرقہ ٹھہرے ہیں ہمہ از دست کا ہے سو یہ تین قسم کے فرقے ہوئے ایک فرقہ وہ ہے کہ جس کا خیال ہے ہمہ بے ادست یعنی کائنات بغیر خالق کے ہے دوسرے فرقے کا خیال ہے ہدایت

سب وہی ذات واجب الوجود ہے سوم فرقہ صادق و مصدوق، اہل سنت و الجماعت اہل حق ہے جو سمجھتے، جانتے اور دیکھتے ہیں کہ ہمہ از دست یعنی سب کچھ اسی سے ہے اور وہ سب کا خالق و مالک ہے لیکن اس کی ذات مخلوق کے گرد و غبار سے پاک اور منزہ ہے الخ سلطان الاولیاء

وحدت الوجود

حضرت فقیر صاحب کے اس نظریہ وحدت الشہود کو ثابت کرنے کے لئے میراجی یہ چاہتا ہے کہ یہاں ان دونوں نظریوں کا خلاصہ عرض کر دوں اور پھر ان میں سے ایک کی تردید اور ایک کی تائید کر دوں تاکہ تاریخین کو ہم اندازہ لگا سکیں کہ فقیر صاحب کا نظریہ دراصل یہ یعنی شیخ شیخ الدین ابن عرب نے جس مسئلہ پر شرح و بسط سے بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی ہیں اس کا حاصل صرف چند الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔

ازہ وجود صرف وحدت کا ہے یعنی حقیقی وجود کے اعتبار سے یہ وحدت ہی وحدت ہے ما بالفاظ دیگر وحدت یعنی خدا کے سوا کسی دوسری شے کا وجود ہی نہیں لیکن کائنات اوداس کہا ہے شمار اشیاء ہر وقت انسان کے مشاہدے اور استعمال میں رہتی ہیں وہ بدیہی طور پر موجود نظر آتی ہیں لیکن

وجود کو وحدت محض میں منحصر کر دینے کے بعد ان سب کے وجود سے انکار کرنا لازمی ہے جو یہ ظاہر تعجب انگیز اور ناقابل قبول معلوم ہوتا ہے اس لئے وجود کائنات کی کیا تائید کی جائے ہے؟ جواب یہ ہے کہ کائنات وجود تو رکھتی ہے لیکن اس کا وجود حقیقی نہیں وہ خدا کے وجود کا صفت پر تو ہے خدا کی صفات میں اگرچہ تحدید ہے لیکن تمام صفات عین ذات ہیں کائنات بذاتِ صفت کا نام ہے اس لئے وہ بھی اپنے ظہور میں عین ذات ہے۔ تنہا اسی تاثر کے تحت اقبال نے بھی کہا کہ

میں کہاں ہوں تو کہاں ہے یہ مکان کہ لا مکان ہے؟

یہ جہاں تیرا جہاں ہے کہ تری کہ شمع سازدی؟

(۷) وجود کائنات فی نفسہ کچھ نہیں صرف صفات کا ظہور ہے اور چونکہ صفات عین ذات ہیں اس لئے

لئے کائنات اور ذات میں علاقہ عینیت ہے اور ذات چونکہ وحدت مطلقہ ہے اس لئے وجود صرف

وحدت ہی وحدت کا ہے جو ہمہ اوست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں

باقی ہے نمود سیمائی

اس طرح کائنات ایک قسم کے نظریہ ظہور سے وجود میں آئی جس کی تفصیل ابن عربی اور اس کے

متبعین نے اس طرح کی ہے حضرت عبد فقیر صاحب نے بھی رسالہ روحی کی شرح میں ان تشریحات

سنہ کو تسلیم کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وجود مطلق ناقابل تعین ہے مرتبہ احدیت لائق ہے وجود کو

اپنے ظہور یا تعین کے لئے پانچ منازل سے گزرنا پڑتا ہے پہلی دو منزلیں صرف علمی میں باقی تین خارجی ہیں

ذات بحت ہر قسم کے اطلاق و تعین، وصف و نعت، ہر اسم و رسم اور ظہور و بطون ہر قسم کی کلیت

و جزئیت اور عمومیت و خصوصیت تمام اعتبارات و اشارات سے مبرا اور منزد بخشی اس کو صوفیائے کرام

سنانے مرتبہ ہاھوئیت کے نام سے موسوم کیا ہے۔

اب ذات یہاں سے منزل کی طرف حرکت کرتی ہے حرکت اول میں وحدت اپنے وجود مطلق

سے باخبر ہو جاتی ہے اس منزل میں صفات کا علم اجالی ہوتا ہے حرکت ثانی میں وحدت اپنے صفات

رکھنے کا تفصیلاً علم حاصل کر لیتی ہے یہ دونوں حرکات حدود زبانی سے ماوراء ہوتی ہیں اور ان کو محض ذہنی

تصور کیا جاتا ہے۔ منزل اول کو حقیقت محمدیہ اور مرتبہ ہاھوئیت اور منزل ثانی کو مرتبہ احدیت یا مرتبہ

لاہوت کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اس کے بعد حقیقی منزل کی ابتدا ہوتی ہے منزل ثالث کا

نام تعین روحی ہے جس میں وحدت ارواح متعدد میں منتشر ہو جاتی ہے اس کو مرتبہ سیرت کہتے

ہیں منزل رابع یعنی مثالی کی ہوتی ہے جس میں تخلیقات کی تخلیق ہوتی ہے اسے مرتبہ ملکوت کہتے ہیں ،
 منزل خامس میں تعین جسمی واقع ہوتا ہے جس سے مادیات ظہور پذیر ہوتے ہیں اس مرتبہ کو
 عالم ناسوت کہتے ہیں تخلیق کائنات کا یہ نظریہ اشراقیت جدید سے بہت مشابہت رکھتا ہے جس
 میں وحدت سے عقل کامل اور اس سے روح کائنات ظہور میں آتی ہے ۔

وہر جز جلوہ یکسانی معشوق نہیں ،

ہم کہاں ہونے اگر حسن نہ ہوتا خود ہیں ،

خدا تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں جیسے رحمن ، رحیم ، قہار ، رزاق ، علیم ، مصور وغیرہ یعنی مستحق واحد
 ہے اور اسماء مفرد ہیں لیکن ہر اسم سے مراد ایک ہی ذات ہے گویا تمام اسماء مسمیٰ کے عین ہیں ۔
 تمام اسماء صفات پر دلالت کرتے ہیں صفات سے ممکنات کا ظہور ہوا جس کے معنی یہ ہوتے کہ کائنات
 کی ہر شے کسی نہ کسی اسم کی مظہر ہے مثلاً عوالم افلاک میں سے عرش رحمن کا مظہر اور اس کا مستوی ہے
 اور کسی رحیم کا مظہر ہے فلک ، سقیم اسم رزاق کا فلک ششم اسم علیم کا فلک پنجم اسم قہار کا فلک
 چہارم اسم نور اور تہی کا فلک سوم اسم مصور کا فلک دوم اسم باری کا اور فلک اول اسم خالق کا مظہر
 ہے ۔ اسی طرح تمام اشیائے موجودات کسی نہ کسی اسم کی مظہر ہیں ۔ مقدمہ فصوص الحکم
 یہ پہلے بنایا جا چکا ہے کہ ہر اسم مسمیٰ کا عین ہے اس لئے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ موجودات کی ہر
 شے عین ذات ہے خدا ہی تمام اشیاء کا مقوم بلکہ ان کا عین ہے ۔

کائنات و خدا میں رشتہ رعینیت قائم کرنے کا نظریہ نفی کائنات اور اثبات باری تعالیٰ دونوں
 طریقوں سے ثابت کیا گیا ہے ۔ اول الذکر کے اعتبار سے کائنات کا وجود تغیر حقیقی مادہ ہی اور صرف
 برائے نام ہے وجود صرف خدا کا ہے کائنات اور کثرت صرف وحدت کے اعمیان و مظاہر کی
 حیثیت سے نظر آتی ہے فی نفسہ اس کا کوئی وجود نہیں اس لئے وجود صرف وحدت کا ہی ہے کثرت
 معدوم ہے ، آخر الذکر کے اعتبار سے خدا ہی خدا ہے کائنات بھی خدا ہے وہ مجموعہ ہے ان
 مظاہر کا جس میں وحدت جلوہ گھست رہتی ہے وحدت انہیں مظاہر پر مشتمل ہے اور ان کے مادہ ہی
 اس کا کوئی وجود نہیں ۔ گویا مظاہر کے آگے عدم ہی عدم ہے اس لئے حادک کو کائنات میں تلاش حق کی
 ضرورت نہیں ۔

باری تعالیٰ کل موجودات کا مقوم اور ان کی اصل ہے کائنات اس کا کل ہے کل در حقیقت منظر
 اصل ہوتا ہے خود اس کا کوئی وجود نہیں اس کا اور اس کا ظہور ہے اصل ، نہ ہو تو کل بھی نہ ہو اس ۔

کے معنی یہ ہوتے کہ ظل عین اصل ہوتا ہے کائنات ظل خدا ہے اس لئے وہ اس کی عین ہے۔

(تصوف اور اردو شاعری ص ۱۱۱)

قرآن کریم میں آیا ہے **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ أَحْسَنِ تَلْقَاءِ** خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، ابن عربی کی رائے میں اس قربت کے معنی اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ خدا ہی انسان کے اعضاء و جوارح کا اصل ہے اس لئے خدا اور انسان میں عینیت ہے۔

اس طرح حدیث میں وارد ہوا ہے **خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ عَلَى سِتِّ مِائَاتِ نَفْسٍ** یعنی اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ انسان میں تمام صفات ربانی موجود ہیں وہ انہیں صفات کا مجموعہ ہے۔ گویا وہ سب اسی میں صورت پذیر ہو گئی ہیں اس لئے معرفت نفس کو عرفان الہی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ **مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ** (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے آپ کو پہچانا) نتیجہ وہی برآمد ہوا کہ انسان حق تعالیٰ کی ہوت اور حقیقت کا عین ہے۔

مکانی ہوں کہ آزاد مکان ہوں
جہاں ہیں ہوں کہ خود صا ا جہاں ہوں
وہ اپنی لامکانی میں رہیں مست
مجھے اتنا بتا دیں میں کہاں ہوں،

سطور بالا میں یہ وحدت الوجود کا خلاصہ تھا جسے تفصیل سے بیان کیا جائے تو ضخیم کتاب بن جائے بات صرف

وحدت الوجود کی تردید

اتنی ہی ہے جو پیش کر دی گئی ہے یہ نظریہ مدت تک صوفیاء کی تحریروں تقریروں شعرا کے دیوانوں میں نمودار ہوتا رہا لیکن عوام الناس اس کے نکات سمجھنے اور بیان کرنے میں اکثر دھوکا کھاتے رہے بلکہ بعض بے دینی اور گمراہی کا شکار ہو گئے اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ طبقہ علماء میں برابر اسکی مخالفت جاری رہی لیکن باقاعدہ طور پر اس کی تردید کسی صوفی کی طرف سے نہ کی گئی علماء کرام کی تردید گورر خورا عتبار اس لئے نہ سمجھا گیا کہ وہ ظاہر پرست ہیں اس لئے باطن کے معاملات کو سمجھ نہیں سکتے۔

کھلتا نہیں میرے سفر زندگی کا لہار،

لاؤں کہاں سے بندہ صاحب نظر کو میں

انہی حالات میں ضرورت تھی کہ کسی اہل باطن کی طرف سے تردید کی جاتی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے عظیم صوفی بزرگ کو پیدا کیا جن کا نام نامی حضرت شیخ احمد سرہندی تھا جن کو مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے انہوں نے اس عقیدہ کو باطل قرار دیا اور نظریہ توحید شہودی کی تعلیم دی انہوں نے کشف و

استدلال دونوں کی مدد سے وحدت وجود کو غلط ادب وحدت شہود کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش فرماتا۔
حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ مجتہدین منازل سے گدنا پڑا، وجودیت باطلیت اور عبودیت
پہلی منزل میں میں نے وحدت الوجود کو بہت عرصہ تک پسند کیا بعد میں غلیت کے مقام پر بھی مجھے اس
عقیدے سے رغبت رہی لیکن مقام عبودیت پر پہنچ کر مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا میں نے وحدت الوجود
کے انکار کا مکمل اعلان کر دیا اور ابن عربی کے ہر طریقہ استدلال کی تردید کا شروع کر دی۔

جبراً ہے بوعلی کہ میں آیا کہساں سے ہوں

ردی یہ صوچتا ہے کہ جاؤں کہ صر کو میں

ابن عربی کا استدلال یہ تھا کہ ذات صفات کی عین ہے کائنات صفات کی تجلوا ہے اور چونکہ صفات
عین ذات ہیں اس لیے کائنات بھی عین ذات ہے حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ صفات عین ذات
نہیں بلکہ زائد علی الذات ہیں وہ کشف صحیح کی بنا پر اس کے قائل ہیں کہ وجود باری تعالیٰ فی ذاتہ کامل و اکمل
ہے اس کو اپنی تکمیل کے لئے صفات کی احتیاج نہیں صفات اس کے وجود کے تعینات ہیں وہ موجود ہے لیکن
اس کا وجود خود اس سے ہے سمیع ہے اپنی ذات سے بصیر ہے اپنی ذات سے ان کے خیال میں صفات ذات
کے اخلال ہیں اس کے عین نہیں اور اگر کائنات صفات کی تجلی ہوتی تو ان کا عین بھی ہوتی لیکن ایسا نہیں ہے
ثبوت یہ ہے کہ صفات کامل ہیں کائنات ناقص ہے معلوم ہوا کہ کائنات تجلی صفات نہیں بلکہ ظل صفات اور
ظل کبھی عین اصل اور منظر کبھی عین ظاہر نہیں ہوتا وہ کہتے ہیں فرض کیجئے کہ ایک صاحب فن اپنے کمالات مقصد
کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور اس غرض سے حروف و اصوات کو ایجاد کرتا ہے یہ حروف و اصوات آئینہ کمالات
ہیں کہ کمالات کے ظہور کا سبب ہوتے ہیں لیکن ان حروف و اصوات کو جو مراباے کمالات ہیں عین کمالات
قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (مکتوبات حضرت امام ربانی جلد اول مکتوب ۱۳۱)

نتیجہ یہ نکلا کہ کائنات کو منظر صفات مان لینے سے بھی وہ عین ذات ثابت نہیں ہو سکتی۔

ابن عربی نے نفی کائنات سے وجود وحدت پر استدلال کیا ہے حضرت مجدد صاحب کہتے ہیں کہ
ابن عربی نے یہ بات مقام فنا میں کہی ہے وہ کہتے ہیں کہ صوفی جب اس بلند مقام پر پہنچتا ہے تو اس
کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے مقام فنا میں غلبہ محبت محبوب کی بنا پر محبوب کے سوا ہر چیز مستور ہو
جاتی ہے اور چونکہ محبوب کے علاوہ وہ کسی اور دیکھتا ہی نہیں۔ اس لئے سوائے اس کے کسی کو موجود
نہیں جانتا۔ (مکتوبات جلد اول مکتوب ۱۲۹)

جہاں ابن عربی نے اثبات باری سے نفی کائنات پر استدلال کیا ہے وہاں حضرت مجدد صاحب

یہ کہتے ہیں کہ اثبات باری سے انکار وجود کائنات لازم نہیں آتا مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وجود آفتاب کا یقین رکھتا ہے تو اس امتیاز سے یقین سے یہ امر لازم نہیں آتا کہ وہ تابش آفتاب کے وقت ستاروں کو نہیں نظر نہ پا کر سر سے ہی سے ان کے عدم وجود کا اعلان کرے وہ جانتا ہے کہ ستارے ہیں البتہ نور آفتاب کے غلبہ سے مستور ہو گئے ہیں جس طرح ایسی صورت میں وجود انجم سے انکار کرنا صحیح نہ ہوگا اسی طرح اثبات ذات باری سے نفی وجود کائنات کو ثابت کرنا درست نہیں۔ مکتوبات جلد اول ص ۱۸۸

وہ کہتے کہ وجود مخلوقات سے انکار کرنا تعلیم وحی سے بھی اختلاف رکھتا ہے اس لئے اور بھی ناقابل تسلیم ہے اگر مخلوقات کا وجود نہ ہو تو کام اوامر و نواہی عینت اور بے معنی قرار پاتے ہیں اعمال میں ان کا لحاظ رکھنا صرف اسی صورت میں کوئی معنی رکھتا ہے کہ وجود مخلوقات کو تسلیم کیا جائے ورنہ اعمال دنیا پر عذاب و ثواب کو مبنی قرار دینا اور قیامت پر یقین رکھنا محض مہمل ہو جاتا ہے اس کے علاوہ باری تعالیٰ بدیع السموات والارض ہے تو پھر وجود کائنات سے انکار کرنا خدا کی صفت خلق وابداع سے انکار کرنے کے برابر ہے اگر کائنات کا وجود نہیں تو پھر خدا نے کس کو بنایا اور پیدا کیا؟ وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی نفی حقائق سے سونڈ لائٹ کی برائی ہے اس لئے وجود کائنات کو تسلیم کر لینے کے سوا چارہ نہیں۔ ابن عربی نے اصل وظل کو عین یک دیگر قرار دیا ہے حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ ظل عین اصل نہیں بلکہ تمثال اصل ہوتا ہے باری تعالیٰ اصل اور کائنات ظل ہے لیکن ان میں رشتہ عینیت قائم نہیں اس لئے کہ اصل واجب ہے ظل ممکن ہے۔

ہے چونکہ عین چون "نہیں کہا جاسکتا پہرگز عین حادث اور متنع العدم کسی طرح عین جائز العدم نہیں ہو سکتا، مثلاً اگر کسی شخص کا سایہ ہو جائے تو یہ ہرگز بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ وہ شخص خود بھی افتاد و پذیر ہو گیا ہے اولاً تو کائنات کو خلقی خدا کہنا ہی صحیح نہیں لیکن اگر اس کو مخلوقی ویر کے لئے وہ نسبت مان لیا جائے تب بھی کائنات اور خالق کائنات میں عینیت ثابت نہیں ہوتی۔

پیغمبر اکبر نے آیت نحن اقرب الیہ من حبل الودیہ رہم انسان سے اس کی شہرت سے بھی زیادہ قریب ہیں) سے قربت کو عینیت قرار دیا ہے حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ اس قربت کو عینیت سمجھنا درست نہیں اس لئے کہ اس کی کیفیت پر اس کے فہم و ادراک سے بالاتر ہے جب سمجھو نہیں سکتے تو مفہوم کاتین کس طرح کر سکتے ہیں؟

اسی طرح جہاں حدیث خلق آدم علی صراط مستقیم خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا) کی بنا پر انسان کو عین خالق بتایا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ نہیں کہ انسان صفات خالق کا عین ہے بلکہ صرف اسی اعتبار سے شایستگی رکھتی ہے ورنہ خالق و مخلوق میں کوئی حقیقت کا تعلق

نہیں ہو سکتا ایک کڑی جو بہت احتیاط، توجہ، اور صنعت گری سے اپنا جال تیار کرتی ہے اس ذات سے کس طرح دعویٰ عینیت کر سکتی ہے جو دم زدن میں ارض و سما کو درہم برہم کر دینے پر قادر ہے حضرت مجدد صاحب کے نزدیک من عرف نفسه فقد عرف ربه سے بھی انسان کا عین خدا ہونا ثابت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس کی خابیاں اور اس کے نقائص کا علم حاصل کر لیا ہے اس پر یہ حقیقت بھی روشن ہو جاتی ہے کہ تمام محاسن و کمالات صرف توفیق و بانی سے حاصل ہو سکتے ہیں اور وہی ان سب کا سرچشمہ ہے اور صرف اس اعتبار سے معرفت نفس معرفت خدا کا ذریعہ قرار پا سکتی ہے۔

ابن عربی نے تخلیق کائنات کی غرض بتاتے ہوئے حدیث قدسی سے وحدت وجود پر استدلال لیا ہے کہ کنت کثیراً خفياً فاجلبت ان اعرف مخلقت الخلق ارشاد خدا ہے کہ میں ایک خزانہ مخفی تھا میں نے چاہا کہ پہچان لیا جاؤں اس لئے مخلوق کو پیدا کیا حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ اس صورت میں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ نے ذاتہ کامل نہیں اور یہ کہ وہ اپنی تکمیل ذات کے لئے مخلوق کی اختیاج رکھنا تھا حالانکہ ایسا کہنا تعلیم وحی کے سراسر منافی ہے قرآن مجید کی رو سے خدا تعالیٰ تمام عالمین سے غنی اور اپنی ذات میں کامل ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے ان الله لغنی عن العالمین ربے شک الله تعالیٰ تمام عالمین سے غنی ہے

وحدت شہود
حضرت مجدد صاحب کی تحقیق کے مطابق صدقیاں کا عقیدہ وحدت وجود ایک خاص مقام سے تعلق رکھتا ہے جس سے انہوں نے وجودیت سے تعبیر کیا ہے، لیکن اگر وہ اس مقام سے گذر جائیں تو وحدت شہود کا راز منکشف ہو جائے۔

حضرت مجدد صاحب نے بار بار اس امر کا اظہار کیا ہے کہ وحدت وجود کا نظریہ شریعت کے خلاف ہے کیونکہ وہ تعلیم وحی سے مطابقت نہیں رکھتا جو حید وجودی میں مخلوق کا کوئی وجود ہی باقی نہیں رہتا حالانکہ قرآن مجید میں جاچا جناب احادیث کی صفت خلق کا ذکر وار و ہے جس پر اس صاف مطلب یہ ہے کہ مخلوق ہی وجود ہے۔ قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ غیر اسد، ما سوا اللہ کی پرستش سے منع کیا ہے اور اسے شرک سے تعبیر کیا گیا ہے معلوم ہوا کہ کچھ چیزیں اللہ کے سوا موجود ہیں جب وجود موعویٰ قرآن مجید سے ثابت ہے تو وحدت وجود کا عقیدہ کسی طرح قابل تسلیم نہیں اس لئے اس میں یا تو وجود کائنات کی نفی کرنا پڑتی ہے یا پھر اثبات ذات باری سے ہمراہی سے کہہ کر ہر شے کو خدا ماننا پڑتا ہے جس

سے اسلام کے سیدھے سادھے تصور وحدت کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے تو حیدر شہودی سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں تو حیدر وجودی میں وجود وحدت ہی وحدت کہے ماسوی کا وجود وہی نہیں تو حیدر شہودی میں وحدت ہی وحدت نظر آتی ہے کائنات اگرچہ معدوم نہیں ہے لیکن چونکہ اس کا وجود حقیقی نہیں اس لیے اس کی حقیقت موموں سے زیادہ نہیں اس لیے جب نظر آتی ہے وحدت ہی نظر آتی ہے۔ وجودیت میں کائنات عدم محض ہے، شہودیت میں معدوم نظر آتا ہے۔

حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
تو ہے تجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے،
اس نقشہ سے دونوں گروہوں کے فرق کو آپ سمجھ سکیں گے۔

وحدت الشہود (ہوا الہادی)

وحدت الوجود (ہوا کل)

تشریح :- ہم اندر دست

تشریح :- ہمہ اوست یا اندر ہمہ اوست

رجحان تصوف :- رجوش کی طرف مائل اس کے ساتھ
میں اور میرے ساتھ وہ ہے۔
عشق

رجحان تصوف :- سکون کی طرف مائل میں
اور وہ جدا نہیں (وہ دریا میں قطرہ ہوا)
وصل

اعتقاد :- میں کون ؟ انا عبد کا
(عاشق)

اعتقاد :- میں کون ؟ انا الحق
(عارف)

اس تمام مضمون پر بالاسے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ صحیح تصوف وہی ہے جس کا ماخذ کتاب و سنت ہے لیکن تلباز ماسٹر ہم غیبی سے دور ہوتے گئے مشائخ کو مجاہدہ و ریاضت اور جہلہ کشی اور مراقبہ کی ضرورت محسوس ہوئی ان کو ہر علاقہ اور ہر قوم کی طبعی رجحان کے مطابق چند اصول کتاب و سنت کی روشنی میں وضع کرنا پڑے اگر ان مشائخ کو دوسرے روحانی مسالک کے ساتھ سرسری یا گہرے طور پر ہم آہنگی پیدا ہو جائے تو اس سے تصوف کے غیر اسلامی ہونے کے لئے وہیہ جواز نہیں نکل سکتی، خدا ترسی، احکام الہی کی پابندی اور خصوصاً جذبہ عمل پر بین ثبوت کتاب ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد ان ہی حضرات کی حیات طیبہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اگر ان کی زندگیوں کو غیر اسلامی قرار دے دیا جائے تو اسلام کی مذہبی تاریخ میں اس قدر خلا پیدا ہو جاتا ہے جس کا پورا کرنا ناممکن ہے، لہذا کہنا پڑے گا کہ تصوف خالصاً اسلامی تعلیمات کی عملی صورت کا نام ہے اور جب کبھی اس میں غیر ضروری عناصر کو شامل کر کے افراط و تفریط اختیار کی گئی ہے اپنے اپنے وقت پر ہر سلسلے کے پیروں نے اپنے اپنے اجتہاد

فیضان کے برائے ان حضرات نے پیش کی ہیں اس سے ان لوگوں کا نیک نتیجہ

اور مکاشفات کی بنا پر اس کی اصلاح کی ہے اور دین و دنیا دونوں کو پیش نظر رکھا ہے ان کے ہاں نہ تو قہر بڑھا ہے نہ کینہ پروردی، ہاں اگر کسی نے ایسا طریقہ ایجاد کر لیا جو خلاف شرع محمدی ہے تو اس سے اجتناب لازمی ضروری ہے۔ ورنہ کی رائے کتنی صائب اور واضح ہے۔

اگر سچی درویشی اور اصل فقیری کی طلب ہے جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں بلند ہوں تو لازم ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقیری اور درویشی کو اختیار کرنا اور انہیں کی پیروی کرنا کہ صافنا اور پاکیزہ پانی وہیں ملتا ہے جہاں سے چشمہ چھوٹتا ہے اور بعد کے آنے والوں کی درویشی کو اختیار نہ کرنا کہ پانی سرچشمہ سے دور جا کر گرلا ہو جانا ہے اور اس کا رنگ اصلی نہیں رہتا۔
بمصطفیٰ برسوں فحش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہ بسی است

دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حقیقتیں ہیں
ظاہری اور باطنی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات گرامی ظاہر و باطن کی جامع تھی اور حضور

تصوف بدعت نہیں ہے

ان دونوں طریقوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے مامور تھے ان میں سے ظاہری اعمال اور احکام کو تشریحیت سے اور باطنی اعمال و احکام کو طریقت کے نام سے موسوم کیا گیا، متقدمین اکابر نے اعمال ظاہری کے مسائل کو فقہ کا نام دیا اور اعمال باطنی کے رموز و حقائق کا نام تصوف رکھ دیا۔
جس طرح آئمہ مجتہدین نے شرعی مسائل قرآن و سنت اجماع و قیاس کی روشنی میں جزئیات مستنبط کیے اور ان کو فقہا کہا گیا اسی طرح آئمہ تصوف نے شرعی نصوص ہی سے تصوف کے مسائل کا استنباط کیا، اور ان کو صوفیائے نام سے پکارا گیا۔

اگر فقہ کے ان مسائل کا استخراج جن کی تصریح نصوص میں نہیں ملتی بدعت نہیں تو تصوف کے مسائل مستخرجہ پر بھی بدعت کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ شیخ عبد الوہاب شترانی نے اپنی کتاب طبقات الصوفیہ الکبریٰ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ آئمہ مجتہدین کتاب و سنت کے کلیات جزئیات پیدا کر کے ان پر فرض و واجب، سنت، استحباب، حرام و مکروہ یا خلاف اولیٰ ہونے کا حکم لگاتے ہیں اسی طرح تصوف کے آئمہ عارفان کتاب و سنت کے اس حصہ میں جن سے ان کے متعلقہ مسائل کا تعلق ہے جزئیات پیدا کریں اور ان پر حکم لگائیں تو اس پر تعجب کیوں کیا جائے آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ "ولیس ایجاب مجتہد یا استفتاء وہ شیخنا لم یصرح الشریعۃ لوجوبہ والیٰ عن ایجاب ولی اللہ تعالیٰ"

حکیم فی الطریق لم تصریح الشریعۃ لروحہ (یعنی شریعت میں جن امور کے وجوب کی تصریح نہیں ملتی ایک امام مجتہد اپنی اجتہادی کوششوں سے ان کے وجوب کا حکم لگا سکتا ہے تو اپنے طریقہ خاص یعنی تصوف کے متعلق اللہ کا ولی اگر کسی ایسے مسئلہ پر جو بی حکم لگانا ہے جس کی تصریح شریعت میں نہیں پائی جاتی تو دونوں میں سے ایک کو ترجیح دینے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ (طبقات الصوفیہ الکبریٰ ص ۱۰۱)

جب دین کی دو چیزیں واضح ہو گئیں تو اب یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس دین کے حاملین و محافظین کی بھی دو چیزیں ہیں وہ بزرگ جن کو اللہ تعالیٰ شریعت کی حفاظت کی استعداد عنایت فرمائی وہ ظاہری دین کے محافظ بنے، جیسے فقہاء، محدثین، غازی، اور قاری وغیرہ اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے دین کی باطنی حفاظت و اشاعت کی استعداد عنایت کی۔ وہ اولیاء اللہ کا مفرد سلسلہ ہے جیسے عورت، قطب، ابدال صوفیائے کرام وغیرہ بمصداق کل حزب بما لیدہم فرعون یہ سب اکابر اپنے اپنے ذرائع کی انجام دہی میں مصروف کار ہیں۔ اور ہر زمانہ میں ہر طبقہ سے ہر سو سال کے بعد ایک مجدد پیدا ہوتا ہے جو مسلمانوں کو دین پر چلائے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر مسلمانوں میں کوئی خرابی دیکھتا ہے تو اسے دور کر کے دین مصطفیٰ کے صحیح راستہ پر چلانے کی کوشش کرتا ہے

صوفی اور فلسفی کی جنگ

صوفیوں اور فلسفیوں میں اختلاف کا ونا ہونا ناگزیر ہے کیونکہ فلسفی ہر بات کو عقل کی گسوٹی پر پرکھ کر دیکھتا ہے

ہے اور صوفی عشق و محبت کی عینک سے دیکھتا ہے چنانچہ عقلی گھوڑے دوڑانے والوں نے جب دینی مسائل کو عقل کی گسوٹی پر پرکھا تو ذات و صفات خداوندی، خلق قرآن، دوزخ و جنت، معجزات، معراج ان سب مسائل میں انہوں نے آیات قرآنی کی وہ تکیہ تکیہیں کیں کہ دین کی اصل روح ناپید ہوئی اور بقول علامہ اقبال

زہن پر صوفی و عقل سلائے

کہ پیغام خدا گفتند مارا

وے تاویل تھاں در حیرت انداخت

خدا و جبریل و مصطفیٰ ص ۳۰

ان کا مقصد یونانی فلسفہ کی تائید کرنا تھا اس طرز عمل سے قرآن مجید کا طریق استدلال و تفسیر میں گم ہو گیا لیکن ایک طبقہ جن کے نزدیک عشق ہی جملہ کمالات کا منبع اور تمام فیوض برکات

کا سرچشمہ ہے، انہوں نے بتایا ہے

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمان
نہ ہو تو مرد مسلمان بھی کافر و زندق

» کہ عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں ہے ہر وقت اور ہر موقع پر اس ہمتیار سے کام نہیں لیا جاسکتا یہ سراب کو آب اور آب کو سراب بتایا کرتی ہے اس کے سہارے چلنے والے منزل مقصود تک نہیں پہنچا کرتے اور وہ ہمیشہ سگرداں، حیران اور گور در بیابان ہوتے آتے ہیں اور جنہوں نے عقل کی اس سراپگی کا جائزہ لے کر اسے مناسب حدود میں رکھا اور عشق سے تمسک اختیار کیا اور وہ کامران ہوئے اور ان کا ہاتھ چل سکتا ہے چاہے پتہ چنانچہ ان بزرگوں نے عشق سے عقلیت کا مقابلہ کیا اور بتایا کہ عشق ہی سے منزل مقصود کا پتہ چل سکتا ہے ورنہ عقل تو پائے چوبیس ہے کہ دو قدم بھی اس سے چلا نہیں جاسکتا۔

عشق دم جبریل عشق دل مصطفیٰ

عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک بہت بڑے فلسفی تھے عرصہ تک اس علم تصوف کا انکار کرتے رہے لیکن جب وہ اس علم سے واقف ہوئے تب ان پر حالات منکشف ہوئے امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب مختلف علوم سے میں فراغت پا چکا تو قبول علامہ اقبالؒ آپ نے دعا فرمائی خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں میرے مولا مجھے صاحب جنوں کہ

چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرات صوفیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے جن میں بطلانی کی قوت القلوب اور حارث محاسبی، حضرت جنید بغدادی، حضرت شبلیؒ اور حضرت بایزید بسطامی کی کتب شامل تھیں تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ طبقہ صاحب حال ہے صاحب قال نہیں لہذا اس علم پر جب تک عمل نہ کیا جائے اس کے سچے اور جھوٹے ہونے کا پتہ نہیں چل سکتا چنانچہ میں شیخ بوعلی فارمدی کا مرید ہوا اور دمشق کی جامع مسجد میں ایک عرصہ تک تہذیب نفس اور تہذیب اخلاق اور ذکر الہی میں مشغول رہا۔ ان خلوتوں اور عزتوں میں مجھ پر بہت سے علوم منکشف ہوئے مجھے دلی طور پر یقین ہو گیا کہ یہی راستہ صحیح ہے چنانچہ آپ یکار اٹھے کہ لوگو! جس نے علم تصوف کا سرا نہیں چکھا اس نے حقیقت نبوت سے بجز نام کے کچھ نہیں جانا جو لوگ صوفیائے کرام کی صحبت میں رہیں گے وہ نور ایمان حاصل کر لیں گے یہ ایسا فرقہ ہے جس کا ہم صحبت کبھی محروم نہیں رہتا مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

فلسفی اور منکر ختانه است از حواس انبیا بیکانه است
 یعنی فلسفی نے حضور علیہ السلام کے متون ختانه کی گمراہی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا
 کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ و مقام سے نا آشنا ہے۔
 ایک جگہ مولانا فرماتے ہیں کہ
 فلسفی گشتی و آگہ نیستی

خود کہاؤ از کہاؤ کیستی

از خود آگہ چون نہ آگہ بشعور

پس نیاید این چنین علت غرور

(فلسفی ہونے کے باوجود ابھی تک نہیں اپنی بھی خبر نہیں تو پھر اس عقل و شعور پر نہیں ناز نہیں
 کرنا چاہیے) پھر فرماتے ہیں کہ

زین فرد جاہل نہیں باید شدن
 دست در دیوانگی باید زدن
 اس عقل سے تو جہالت بہتر ہے اس سے تو دیوانہ بن جانا چاہیے۔

پھر کیا کرنا چاہیے
 عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ
 حسبی اللہ کہ اللہ ام کفای

یعنی عقل کو حضور علیہ السلام کے قدموں پر قربان کر دو اور خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے عشق
 اختیار کرو پھر تم خود تسلیم کر لو گے۔

عشق کی ایک جست نے طے کر دیا تقہ نام
 اس زمین و آسمان کو یہ کہ اس سمجھا تھا میں

علماء و صوفیہ میں اختلاف

فلسفی اور صوفی میں تو اختلاف کوئی تعجب انگیز نہیں
 کیونکہ نہ دانتان مشرقی تھے نہ اہل علم تھے
 سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ علماء و صوفیاء میں بھی اختلاف نہیں رہی ہے اس
 کی وجہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں تو جو اہل علم حضرات تھے وہ صوفی تھے اور جو تصوف کے علم و
 تھے وہ اہل علم ہی تھے جس لیے وہ ایک دوسرے کو عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اللہ اکبر
 جو بہت بڑے عالم، مفکر، مجتہد اور امام تھے مگر ان کی زندگی زہد و عبادت و ریاضت سے خالی
 نہ تھی علامہ عبدالحی کھنوی ہدایت کی شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے چالیس سال

عشاء کی نماز کے وضو سے، ہی صبح کی نماز ادا کی ہے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ امام صاحب کی باطنی آنکھیں
 کھل گئیں اور وضو نے غسالہ میں جو گناہ دھل گئے ہیں آپ ان کو دیکھ لیتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ
 نے وضو کے غسالہ کو ناپاک قرار دیا ہے۔ علامہ محمد الحریبی البیومی اپنی کتاب الروح و ما یتہا
 کے صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں درکان الامام ابو حلیفۃ النعمان یدی فی الدوا لا
 جمع الحروف والکلمات والعلوم الخ مستکذب منها تفصیلاً وهو لم یزل
 حیا اسود، یعنی امام صاحب دوات کو دیکھ کر یہ پتہ لگا لیتے تھے کہ اس سے
 فلاں فلاں علوم اور کتابیں تحریر کی جائیں گی حالانکہ وہ کالی روشنائی ہی ہوتی تھی اس سے ابھی
 لکھا نہیں ہوا تھا، تو اس قسم کے علماء جو خود صاحب بصیرت تھے صوفیوں سے کیسے اختلاف
 کر سکتے تھے؟ جب علماء تصوف سے بیگانہ ہو گئے اور صوفی علم سے بے بہرہ ہو گئے تب
 ان میں مناقشات اور ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ بازی کی نوبت آگئی علماء نے صوفیوں
 کی باتوں کو بدعت کہنا شروع کر دیا اور صوفی کہنے لگے

عز و کترو ہدایہ فتواں یافت خدا را

اس زقابت کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض علماء نے سلطنتوں کے ذریعہ صوفیوں کی تذلیل کی اور بعض اوقات انہیں
 شہر سے بدر کر دیا کبھی مدتوں قید خانوں میں ڈالے گئے اور کبھی قتل تک گئے صوفیوں کے گرام سے کبھی
 کبھی عالم استغراق میں کوئی ایسا کلمہ نکلا جس پر فوراً ان علماء کو حرق کیا انہوں نے کفر کا فتویٰ دیا اور انہیں
 قتل کر دیا اس قسم کے بہت واقعات مشہور ہیں، ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے مقامات ولایت پر بحث
 کی علماء نے ان کو زندقہ کا خطاب دیا اور پابہ زنجیر مصر سے بغداد لائے گئے ابوسلمان دارونی فرشتوں
 سے باتیں کرتے اور ملتے ملتے تھے وہ اسی الزام میں دمشق سے نکالے گئے۔ عالمگیری نے حضرت سرط
 کو شہید کر دیا منصور خراج نے انہا الحق کہا تو علمائے ظالم نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا اور قتل کر دیا
 حالانکہ جنید بغدادی جو عالم اور صوفی تھے انہوں نے قتل کرنے کی مخالفت کی سہیل بن عبد اللہ بھی اسی قتل
 کی مخالفت کرنے کی وجہ سے مرتد اور کافر قرار دے کر شہر بدر کے گئے شیخ عبد اللہ ابن ابی حمزہ
 نے یہ کہہ دیا کہ میں بیدار ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہوں انہیں علماء نے بائعان راستے
 کافر و مرتد ٹھہرایا حضرت جنید بغدادی نے علم کلام اور صفات باری تعالیٰ پر کچھ لکھا جس کی بنا پر امام
 احمد بن حنبل نے ان سے ملنا چھوڑ دیا اور آپ عوام کے خوف سے روپوش ہو گئے آپ سے لوگ اس

قدر نارض تھے کہ آپ کے جنازہ پر صرف چار آدمی شریک ہوئے۔ امام فخر الدین رازی اور مولانا روم کے والد ماجد مولانا شاہ بہاؤ الدین کے درمیان چھپاوش بعض مسائل پر ہوئی تو امام صاحب نے بادشاہ محمد خوارزم شاہ کو مولانا کے خلاف اکسایا جس نے ان کی زبان بندی کر دی چونکہ سلطنتیں اکثر علماء مظاہری کی طرف راہ ہوا کرتی تھیں اس لئے ہمیشہ حضرات صوفیہ نے ہی ان علماء حضرات کے ہاتھوں سخت تکلیفیں اور مصائب برداشت کئے (سجوالہ الاحسان مؤلف مولانا محمد احسان لاکھنؤ)۔

سلسلہ سہروردیہ کے امام اور مشہور ترین شیخ طریقت حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے حلیہ کے فقہاء کرام سے مختلف نزاعی مسائل پر مناظرے ہوئے ان مناظروں کا نتیجہ یہ نکلا کہ فقہاء آپ کے خلاف ہو گئے آپ پر طرز و طعن کرنے لگے الحاد و زندقہ کا الزام آپ پر عائد کیا جانے لگا فقہائے حلیہ نے ان کے قتل کئے جانے کا فتویٰ دے دیا اور سلطان صلاح الدین ایوبی کو اپنا ہتھیار بنا لیا بادشاہ نے اپنے بیٹے الظاہر سلطان حلیہ کو حکم دیا کہ ان کو قتل کیا جائے چنانچہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔ ابن عربی کی کتابوں کے خلاف فقہاء نے بہت زیادہ مشورش برپا کی ان کے خلاف کفر و کفری کے فتوے صادر کئے مہر میں ان کے قتل کی باقاعدہ کوشش کی گئی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئی مخالفین بڑے بڑے اکابر علماء تھے ابن تیمیہ، علامہ ابن خلدون، علامہ ابن حجر عسقلانی، ابراہیم البتاعی کے علاوہ اور بہت سے علماء نے جنہوں نے ان کی وفات کے بعد بھی ان کی نہایت شدید مخالفت جاری رکھی، ان میں سے زیادہ مخالف ابن تیمیہ ہے جنہوں نے صوفیائے کرام کے رد میں بہت مسائل اور کئی کتابیں تلمیح و تہلیل اور منقول پر نقطہ نظر سے صوفیاء پر وار کئے، اولیائے کرام سے تو سب کو خلاف شرع ٹھہرایا اور صد فیوں کے خلاف ایسی ایسی من گھڑت باتیں لکھیں جن کا کوئی وجود نہ تھا، ان سے ان کا مقصد یہ تھا کہ عوام کی نظروں میں صوفیاء کی نشان گری جائے، کرامات اولیاء کے متعلق لکھا کہ وہ لوگ جنوں کے حامل ہوتے ہیں جو جن ان کے مسخر ہوتے ہیں وہ لوگوں کے کام کر دیتے ہیں یا ان کی مدد کرتے ہیں لوگ دیوں کی کرامت سمجھتے ہیں بعض صوفیوں پر تہمت لگائی کہ یہ جھنگ اور چرس پیتے ہیں اس طرح کی کئی اور حرافات بھی ان کے تلم سے نکلیں مگر فلسفہ اسلام مؤلف ڈاکٹر محمد مصطفیٰ علی پروفیسر فرادین نور علی مہر

(اسکی دہرہ ہی یہی تھی کہ یہ لوگ علم باطن کے اسرار و رموز سے قطعی بیگانہ تھے اصطلاحات تصوف سے نا آشنا اور عشق و محبت سے کورے تھے وہ انی بزرگوں کی بانوں کو کیا سمجھ سکتے، بقول علامہ اقبال
 عشق نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن
 علم نے مجھ سے کہا عشق ہے تجھیں وطن،

Marfat.com

بندہ تھیں وطن کو کم کتابی تونہ بن
عشق سراپا حضور علم سراپا حجاب ،
مولانا دیکھا فرماتے ہیں ۔

سردیں مالا خبر اور انٹیسر

اور درونِ غائب ماپیرون در

یعنی دین کے اسرار و رموز کو ہم نے سنا اور انہوں نے دیکھا گو یا ہم باہر کھڑے ہوئے ہیں اور وہ
گھر کے اندر ہیں مالا اور صوفی میں یہی فرق ہے کہ ملا شنیدہ کا قائل ہے اور صوفی دید کا
شنیدہ کے بود مانند دیدہ ،

اکبر الہ آبادی مرحوم نے عالم اور صوفی میں جو فرق ہے اسے یوں واضح کیا ہے ۔

فرق کیا عالم و صوفی میں بناؤں تجھ کو

اس کی حجت میں کٹی اسکی حجت میں کٹی ،

مولانا روحی دوسری جگہ علم ظاہر اور علم باطن کا مقابلہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

علم ہائے اہلِ دل حقائق

علم ہائے اہلِ تن احوال

یعنی اہلِ دل کو اپنا علم اٹھانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ان کا علم انہیں اٹھائے ہوتا ہے بخلاف

اس کے اہلِ تن کا علم ان کے لئے بار ہوتا ہے ۔

علم چوں بر دل زنی بارے بود

علم چوں بر تن زنی مارے بود

علم اگر دل پر اثر کرے تو مددگار ہوتا ہے اور اگر تن پر اثر کرے تو وہ سانپ کی طرح

نقصان دیتا ہے ۔

گفت ایندو مجمل سفارہ بار باشد علم کال نہ بود نہ ہو

جو علم اللہ کی طرف سے نہ ہو وہ بار ہوتا ہے اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ مجمل اسفارہ کے الفاظ

استعمال کرتے ہیں ۔ حضرت سلطان العارفتی سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

پڑھ پڑھ علم سزا کتاباں عالم ہرے بھارے ہو

بکہ حرف عشق واپڑھ نہ جانے بھلے پھر پیچھے ہو

نکو زکبے عالم دیکھے کہے نہ کدھی چاہڑے ہو

یک نگاہ جے عاشق دیکھے پھر کدھی دیکھا تار ہو

در اصل علم تصوف اور علم فقہ میں کچھ اتنا بے نہیں تھا بیاد ہی طور پر علم کلام کے حاملین اور صوفیوں میں کافی حد تک اختلاف تھا کلامیوں اور صوفیوں میں اختلاف کی نوعیت کا پتہ چلانا مشکل نہیں کیونکہ کلامی پر معاملہ میں فلسفیوں کی طرح دلائل و براہین سے بات کرنے کے قائل تھے اس کے برعکس صوفی کے ہاں جس چیز پر زیادہ زور دیا جاتا تھا وہ قلب و روح کا تصفیہ تھا۔ اسی لئے اکابر علمائے کرام جو علم کلام سے آشنا تھے کتاب و سنت کے متبع تھے اور باطنی نور سے بھی محروم تھے وہ دل و جان سے صوفیائے کرام کا قدر کرتے تھے حضرت عبدالقدیر بن مبارک بڑے پائے کے محدث اور عالم تھے فرمایا کرتے تھے ان الرحمة تنزل عند ذکوالصالحین (یعنی جب صالحین کا ذکر کیا جائے تو رحمت خداوندی نازل ہوتی ہے)

۱۳۔ حضرت سفیان ثوری ^{مشہور محدث اور عالم تھے} وہ حضرت ابو ہاشم صوفی جنہوں نے صوفیائے کرام سے سب سے پہلے خاتماہ بنو امیہ سے متعلق فرماتے تھے لو کالوجہا شتم صوفی صاعرف دعائ الوباء (اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو میں ریاکی باریکیاں نہ جان سکتا)

۱۴۔ ابو عمران جو ایک مشہور فقیہ تھے جامع منصور میں ان کا حلقہ درس مشہور تھا وہ حضرت شبلی کے مشفق تھے۔

۱۵۔ ایواہب اس بن سرج جو امام شافعی رحمہ کے خاص شاگردوں سے تھے حضرت جنید بغدادی کے مداحوں میں سے تھے۔

۱۶۔ امام گوری اپنے عصر کے بہت بڑے محدث اور امام تھے ان کے شیخ پیرا کشی تھے اکثر مسائل میں ان کی رائے لیا کرتے تھے۔

۱۷۔ عزیر الدین بن عبدالسلام الشافعی بہت بڑے عالم اور صاحب تصانیف تھے یہاں تک کہ انہیں سلطان العلماء کا خطاب دیا گیا یہ ابتداء میں صوفیائے کرام کے مخالف تھے آخر میں انہوں نے ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ سے بیعت کر لی اور خود حلقہ صوفیاء میں شامل ہو گئے۔

۱۸۔ علامہ ابن حجر مکی رحمہ نے زبردست حدیث اور علامہ تھے وہ ایک بالکل امی صاحب نظر حضرت محمد قرظی کے مشفق اور مرید ہو گئے۔

۱۹۔ عبدالوہاب شمرانی جیسے عالم اور صاحب تصانیف نے حضرت علی الخواص امی سے بیعت کر لی۔ حضرت عبدالوہاب شمرانی نے آپ کے اقوال کو اپنی کتاب الجواہر والدرر میں جمع کر دیا (انوار القدسیہ)

بعض علماء سے کرام نے جب صوفیوں کو قریب سے دیکھا اور ان کی صحبت سے مستفیض ہوئے تو وہ ان کے کمالات باطنی کے قائل ہو گئے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ صوفیوں کے سرخیل حضرت عارف محاسبی کے معانی تھے مگر بعض رفقا کے ذریعہ آپ نے عارف محاسبی اور ان کے مریدوں کی ایک مجلس قائم کی اور خود چھپ کر ان کی باتوں کو سنتے رہے چنانچہ اس قدر متاثر ہوئے کہ روتے روتے ان پر غشی طاری ہو گئی اگر ان صوفیوں کا حال یا حال اسلامی دائرہ سے باہر ہوتا تو امام صاحب ان سے کبھی اثر پذیر نہ ہوتے حالانکہ امام ابوہریرہ و اقصیت کی وجہ سے عارف محاسبی اور ان کے ہم مذاق بزرگوں کے طرز عمل اور ان کے اقوال پر بدعت و گمراہی کے فتوے دے رہے تھے

حضرت امام غزالی کی خدمات

فقہاء اور صوفیاء کے تنازعات کو ختم کرنے اور علماء و صوفیاء کو آپس میں قریب تمہ کرنے کا کام سب سے زیادہ حضرت امام محمد غزالی نے

سہرا اٹھایا دیا ہے، امام غزالی نے متکلمین اور فلاسفہ کی کتابوں اور ان کے دلائل کا خوب مطالعہ کیا انہوں نے اپنی تصنیف المنتقد من الضلال میں واضح طور پر ثابت کیا ہے کہ متکلمین اور فلاسفہ کا طرز استدلال بوجہ و بدیہی کمزور اور طریق بحث غلط ہے اگرچہ فلسفہ میں بہت سی خوبیاں ہیں لیکن وہ عقل میں جلا پیدا کرتا ہے قلب و روح میں اس سے روشنی پیدا نہیں ہوتی سعادت آخرت صرف تقویٰ حاصل ہوتی ہے

امام غزالی کا کارنامہ

آپ نے تصوف اور عقل کو ہم آہنگ اور یک رنگ بنا دیا اور اسے معرفت یقینیہ کا ایک خاص ذریعہ بنا دیا اور سعادت و حقیقت کا ایک ایسا راستہ بنا دیا جس پر وہ روی بہت

آسان اور سہل ہو گئی انہیں کی شخصیت نے اہل سنت کے گرد وہ کو تصوف کی طرف مائل کیا ان کی غلط مہموں کو دور کیا اور تنگ و شبہ کی جو دیو سب خلیج فقر و تصوف کے مابین پیدا ہو گئی تھی اسے پٹنے اور دور کرنے کی کامیاب کوشش کی سب کچھ بھی بعض لوگ تصوف کے منکر ہیں اگر وہ امام غزالی کی صرف چار کتابوں کا مطالعہ کر لیں تو وہ یقیناً تصوف کے رنگ میں رنگے جائیں گے

۱۲۔ یہیائے سعادت

۱۰۔ المنتقد من الضلال

۱۳۔ احیاء علوم الدین

۱۱۔ الرسائل اللدنیہ

بہت سے دیوبندی اور وہابی علماء حجت اور بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں اور صوفیوں پر ہلکے پھلکے بدعت اور کفر کے فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے،

اللهم ارزنا الحق حقا وارزقنا اتباعه والباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

تصوف اور صوفیہ کا مقصد حیات

تصوف کی تعریفات جو مختلف صوفیوں نے کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ طریقہ جو انسان کو اخلاق حسنہ کا مجتہ

بنا دے اختیار کرے ان تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفی کے لئے چیز صفات سے متصف ہونا ضروری ہے۔

- ۱۔ اس کا دل صاف ہو۔
- ۲۔ اپنے نفس کو ہلاک کر چکا ہو۔
- ۳۔ عرس و مہوس اور طمع سے جنگ آزما ہو کہ کامیاب ہو چکا ہو۔
- ۴۔ متبع سنت رسول ہو۔
- ۵۔ جاہ دنیا سے متنفر اور بیزار ہو۔
- ۶۔ تمام رشتے توڑ کر صرف اللہ سے رشتہ جوڑ چکا ہو۔
- ۷۔ ہر وقت یاد الہی میں مستغرق رہتا ہو۔

ان تمام باتوں میں سے اگر ایک بات بھی کسی شخص میں نہ پائی جائے تو وہ مکمل صوفی نہیں رہتا۔ نتیجہ ان سب کا ماحصل اور مشائخ متقدمین کے نزدیک تصوف کا مقصد یہ ہے کہ انسان خود اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرے اور دنیا کے دوسرے سے والوں کو مادی نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک و صاف کرے بنی نوع انسان کے ساتھ تعلقات میں شگفتگی پیدا کرنا، طے والوں کو جوڑنا، برائی سے بچانا، بھلائی کی طرف بلانا یہ وہ کام ہیں جو عبادت سے زیادہ اہم ہیں، تصوف ایک اخلاقی پردہ گرام کا نام ہے جس میں سب سے پہلے اپنے اخلاق سوار کرنے کا کام کیا جاتا ہے پھر دوسرے کے اخلاق کی درستگی کو زندگی کا سبب سے اہم فرض سمجھا جاتا ہے۔ حضرت سلطان باہود کتب عملیات سلطانی میں فرماتے ہیں "فکر کی ایک صفت خلق عظیم ہے۔"

حضرت شیخ مرتضیٰ فرماتے ہیں التصوف حسن الخلق و تصوف خلق نیک کا نام ہے حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا قول ہے۔

التصوف خلق حسن زاد علیک
 فی الخلق زاد علیک فی التصوف
 تصوف خوش اخلاقی کا نام ہے یعنی جو شخص زیادہ کرتا ہے صوفی زیادہ ہوتا ہے۔
 چنانچہ مرشد قادری سروری کا کام یہی ہے کہ طالب کو سب سے پہلے تصور اسم اللہ ذات سے مجلس مہربی علی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل کر دیتا ہے وہاں نسبت محمدی حاصل ہو جاتی ہے۔

آپ کی ذات مقدس خلق عظیم کا سرخسہ ہے تمام راحتیں تمام محبتیں اور دین و دنیا کی نعمتیں اور خدا تعالیٰ کی ذات آپ ہی کے عہدہ میں حاصل ہوتی ہے۔ دور حاضر کے روشن دماغ لوگوں کے لئے بالعموم اور پوپن صاحب کے لئے بالخصوص جو علامہ اقبال کو اپنا مرشد تصور کرتا ہے اور طلوع اسلام میں ان کے شعروں کو بڑھا چڑھا کر لکھتا ہے، ان کے لئے علامہ اقبال کا ایک قول بطور نشاۃ پیش کرنا چاہتا ہوں نیازارین خاں نے ان سے زیارت رسول کریم کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: مبارک ہو اس زمانے میں یہ بڑی سعادت ہے قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ قلبِ محمدی سے نسبت پیدا کرے اس نسبت محمدیہ کے لئے یہ عزوری نہیں کہ قرآن کے معانی بھی جانتے ہوں غلوں دل کے ساتھ محض قرأت کافی ہے، میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانہ کے لوگ بھی اس طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوا کرتے تھے لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار کرنا بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہو گا اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔

(اقبال اور تصوف ص ۱۲۶)

زلتہ قرآن مجید پڑھنے سے حضور علیہ السلام کے قلب سے کیسے نسبت پیدا ہوتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو جبرائیل نے حضور علیہ السلام کے قلب پر نازل کیا ہے نزل یہ الروح الامین علی قلبک، اور حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کان خلق القرآن (یعنی حضور کے اخلاق عالیہ کا نام قرآن ہے) گویا وہ قرآن عنایت ہے اور حضور علیہ السلام قرآن ناطق ہیں وہ قرآن جلد میں بند ہے اور حضور علیہ السلام چلتا پھرتا قرآن ہے۔ علامہ اقبال نے کہا ہے

نگاہِ عشقِ مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن وہی فرماں وہی لیس وہی طہا

دوسری جگہ فرمایا ہے

روح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

گنبد آبیگینہ رنگ تیرے عہد میں جناب

تصوف کی ضرورت حصولِ کرامت کے لئے نہیں بلکہ تعمیرِ اخلاق کے لئے ہے بزرگان دین کا یہی مسلک ہے اور ان تمام خوبیوں کا منبع اور تمام اخلاقِ حسنہ کا مرکز صرف اور صرف حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی ذات ہے جو قادری شری تصوف کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی ہے

رحمت اللعالمین انتہا است

خلق و تقدیر و ہدایت ابتداء است

اخلاق حمیدہ

جیسا میں نے عرض کیا ہے کہ سلوک سے مقصد حقیقی یہ ہوتا ہے کہ اپنے اندر اخلاق حمیدہ کو پیدا کیا جائے اس لئے صوفیائے کرام کی کتابوں میں اخلاق حمیدہ کے حصول کے طریقے بتائے جاتے

ہیں ارادہ اور نیت، اخلاص، انس، تقویٰ، تبلیغ، تفکر، تقویٰ، تواضع، توبہ، توحید، توکل، خشوع، خوف، ادعا، رجا، رضا، زہد، شکر، شوق، صبر، صدق، محبت وغیرہ سے بخت کی جاتی، اور اخلاق ذمہ سے بچنے اور محفوظ رہنے کے طریقے بتائے جاتے ہیں، مثلاً آفات لسان جیسے گالی گلوچ، لعنت کرنا، دل لگی اور منحرف کرنا، چغل خوری، جھوٹ، غیبت، مدح سرائی یا اسراف یا بخل، بغض، تکبر، حب جاہ، حب دنیا، حرص، حسد، ریا، مشہوت، عجب، غضب و عداوت اب ان سب کا مشترک ایک لائحہ عمل پیش کیا جاتا ہے۔

طریق کار

۱۔ ایک معلم اخلاق کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود ان اخلاقی اقدار کا حامل ہو۔ جن کی تبلیغ دوسروں کو کرتا ہے کیونکہ بے عمل انسان کے الفاظ کسی کی روح قلب پر منتقل نہیں ہو سکتے جب تک کہ دل کی گہرائیوں سے نہ نکلیں صرف زبانی باتیں فضا میں گم ہو کر رہ جاتی ہیں دل کی گہرائیوں تک اسی کی آواز جاتی ہے جس کے پیچھے عمل کی بے پناہ قوت ہو

سے واعظ کا ہر اک اور شہاد بجا تقریر بہت دلچسپ ہو
انکھوں میں سرور عشق نہیں تہرہ یہ یقین کا نور نہیں

۲۔ ایک معلم اخلاق کو قوم کی تمام انفرادی اور اجتماعی بیماریوں کا علم ہونا چاہیے قوم کے نفسیات سے واقف ہو کیونکہ فکر و عمل میں اس وقت تک تبدیلی نہیں ہو سکتی جب تک ذہنی حرکات، تلبی کیفیات اور طبعی رجحانات کا صحیح اندازہ نہ ہو اس میں انسان کے تجربہ کو بھی بڑا دخل ہے اسی لئے اسلام نے یہ ہیابیت سے روکا تاکہ لوگوں میں رہ کر ان کی جفا و ظلم سمجھ کر ان کے نفسیات کا مطالعہ کرے اور فطرت انسانی کے سمجھنے کی کوشش کرے اور یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں رہ کر ربط و ضبط قائم کرے۔

۳۔ معلم اخلاق کو ہر وقت کا محبت ہونا چاہیے کیونکہ درشت خواہی کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا عدیہ کہ مریض کو طبی دوا کو یہ سمجھنے ہوتے کہ یہ ازالہ مرض کے لئے مفید ہے پینے سے گریز کرتا ہے قرآن کریم میں ہے۔

وَلَوْ كُنْتَ تَنْظُرًا عَلِيًّا لَإِنْفَضُوا
(اور رحمہ) اگر تم درشت خور اور سحر دل ہوتے

مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران)
تو لوگ تمہارے پاس سے چل دیتے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لایوں احد کھتی اکون احب الیہ
مِنْ وَالِدِيَّ وَوَلِيٍّ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ وہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان نہیں لاتا

جب تک کہ میں اس کے باپ اور بچوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔
جو معلم اخلاق اپنی محبت سے قلوب انسانی پر قبضہ کر لیتا ہے اس کو اپنا پیغام دل کے کانوں میں
پہنچانے میں بڑی آسانی ہوتی ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

روحِ قرآن جانِ ایساں مغزِ دین
ہستِ حُجَّتِ رَحْمَةِ اللّٰهِ عَلٰی الْمٰیئِن

اسی لئے سب سے پہلے فنا فی الشیخ پھر فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ تک رسائی ہوتی ہے،
(ماہرین علم نفسیات نے انسان کی تین کیفیات سے بحث کی ہے۔ ادراک، احساس اور عمل۔ ہر انسانی
غفلت کو ادراک و احساس کی منزل سے گزرنا پڑتا ہے۔ قانونِ تحزیرات کی دفعہ ادراک و احساس کی
منزل پر ہر آدمی کا احتساب نہیں کر سکتی چنانچہ مشائخ کرام نے بھی انسان کا عمل درست کرنے کے
لئے سب سے پہلے ادراک و احساس کے درست کرنے پر زور دیا ہے لیکن جسم کی پلیدی
تو غسل کرنے سے دور ہو جاتی ہے۔ دل کی پلیدی دور کرنے کے لئے آنکھوں کے آنسو اور تالپے
نیم شبکی کی ضرورت ہوتی ہے انسان کی صحیح تربیت کے لئے صرف بد اعمالیوں سے ہی پرہیز کرنے سے
کام نہیں چلتا بلکہ بڑے خیالات اور بڑے احساسات سے بھی بچے قرآن کریم میں ہے وان تدين و
ماخى الفسكهم او تحفوه يحاسبكم به الله و کوئی بات خواہ تم اسے دل میں چھپاؤ یا ظاہر کرو
ہر حال میں اللہ اس کا حساب لے گا۔)

فلسفیوں نے انسان کے اندر دو قوتوں بہمی اور ملکوٹی کا ذکر کیا ہے انہیں کو صوفیوں نے
نفس اور قلب کے نام سے تعبیر کیا ہے ایک کار حجان برائی کی طرف ہے اور ایک کا بھلائی کی جانب
برائی کو دور کرنے کا موثر طریقہ قلب کو بیدار کرنا ہے جب قلب قوت حاصل کر لیتا ہے تو نفس کے
تفاسخ خود بخود خاموش ہو جاتے ہیں ملکوٹی قوت کو اجاگر کرنے سے بہمی قوت خود بخود کمزور پڑ جاتی
ہے جب نفس یا بہمی قوت غالب آجاتی ہے تو اہمیتہ دل غبار آلود ہو جاتا ہے اس میں انوار
ربانی کو پہنچنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی اسی لئے صوفیوں کا موضوع قلب ہے اسی خود بہر تمام

مخیش گردش کرتی ہیں اور اسی پر تو ہم تصوف کا دار و مدار ہے الشاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البیئہ میں دل کی بیماریوں کے اسباب علامات اور اس کا علاج بالتفصیل تجویز کیا ہے یہاں اس کی گنجائش نہیں صرف چند علاجوں کا ذکر کر دینا سب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ قلب کی ملگوتی قوتوں کو ابھارنے کے لئے عبادت کی ضرورت ہے ارکان دین کے علاوہ تصوف کے اعمال و اشغال کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ قلب کو بیدار کر دیا جائے۔ عبادات میں سب سے زیادہ جامع نماز ہے۔ شاہ صاحب نے ایک جگہ تلاوت قرآن کریم کے فوائد لکھے ہوئے فرمایا ہے۔ بکل شیء مصقلہ و مصقلۃ القلب تلاوتہ (یعنی ہر چیز کے لئے ایک خاص مصقل ہوا کرتی ہے اور دل کی مصقل قرآن کی تلاوت ہے۔)

بعض بزرگوں نے اپنا تجربہ بیان کیا ہے کہ بڑھاپوں کا انسداد ان کی برائی کرنے سے نہیں ہو سکتا بلکہ چاہئے کہ ان میں جو ایک آدھ بھی اچھائی موجود ہو اس کی تکثیر کی جائے برائیاں خود بخود دور ہو جائیں گے قرآن کریم کے بھی فرمایا ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ناز بڑھاپوں سے روکتی ہے اس کا ہی مقصد ہے۔ دوسری جگہ فرمایا (ان الحسنات یدفعن السیئات نیماں بڑھاپوں کو دور دور کر دیتی ہیں کچھ حال صوفیائے کرام جب ان طریقوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں تو وہ اخلاقی قدروں کو بلند کر کے قوم کے سامنے ایک بہترین نمونہ پیش کرتے ہیں صوفیائے کرام کی زندگی اس قسم کے واقعات سے پر ہے صرف ایک دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت شاہ خوب اللہ صاحب رح اللہ آبادی جو بڑے بزرگ تھے حضرت خضر سے ملا کرتے تھے آپ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاء مجلس سماع میں مریدوں سمیت خوب محظوظ ہو رہے تھے کہ وقت کے قاضی القضاہ محتسب قاضی ضیاء الدین صنای عین موقع پر پہنچ گئے انہوں نے کہا اس نابیانہ فعل سے باز آ جاؤ آپ نے پرواہ نہ کی اور اس طرح سنتے رہے قاضی نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان کے پیروں کی ٹانگیں کاٹ دو جب اس مجلس پر گئے تو مجلس سماع خود بخود درہم برہم ہو جائے گی جب سپاہیوں نے ٹانگیں کاٹ دیں تو خیمے بغیر سہارے کے کھڑے رہنے قاضی کو اور غصہ آیا خوب جی بھر کر گایاں سنائیں اور کہا ایک تو نابیانہ کام کرتے ہو اور پھر اس پر اپنی کراٹھیں دکھاتے ہو اتنا کہہ کر بے بس ہو کر چلا گیا وقت گذر گیا آپ نے اس کی تذلیل تو نہیں کی بلکہ نہ لیا اتفاق سے چند دن کے بعد قاضی صاحب بیمار ہو گئے تو خواجہ صاحب نے دو آدمی کو ساتھ لیا کہ قاضی صاحب کی بیمار پرسی کر آئیں یہ سنت رسول ہے۔ قاضی صاحب کے دروازے پر پہنچے تو دشتک دی خادم باہر آیا آپ نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ میں قاضی صاحب کی عیادت کے لئے حاضر ہوا

ہوں، قاضی صاحب کو اپنے فعل اور خواجہ صاحب کے اخلاق سے سخت ندامت ہوتی قاضی صاحب نے روتے ہوئے اپنی دستار خادم کو دی کہ وہ خواجہ صاحب کے راسخ پر بچھاوے تاکہ وہ اس کے اوپر سے تشریف لے آئیں جب خادم باہر دستار بچھانے کے لئے آیا تو آپ نے وہ دستار خادم سے لے لی اور اپنے سر پر رکھی اور ساتھ ہی کہا کہ یہ شریعت کی دستار ہے میں اس کا احترام کرتا ہوں اس حالت میں قاضی صاحب سے ملے جس کا اثر قاضی صاحب پر آنا پڑا کہ وہ روتے روتے بے ہوش ہو گیا یہ ہے صوفی اور ملاں کے درمیان فرق، لسان العصر علامہ اکبر اللہ آبادی مرحوم نے صوفی اور ملاں میں کیا بہترین امتیاز بتایا ہے۔

فرق کیا عالم و صوفی میں بستاد تجھ کو

اس کی حجت میں کٹی اس کی محبت میں کٹی

حضرت سلطان العارین سلطان باہر قدس سرہ فرماتے ہیں۔

جہ جہندیاں ہی مر رہنا ہو دے ماں دین فقیراں بہتے ہو

جے کوئی سٹے گڈر کوڑا وانگ اردی رہتے ہو

جے کوئی گڈے گلاں نہنا اس نوں جی جی کہیے ہو ما

قدرت دے ہتھ ڈورے حضرت باہر جوں ملے تریں پیے ہو

(۱۷) سیدی و مرشدی فقیر صاحب قبلہ نے عرفان حصہ دوم میں تحریر کیا ہے کہ انگریزوں کے زمانے میں ضلع مظفر نگر کے ایک قصبہ کاندھلہ میں ایک جگہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جھگڑا ہوا کہ یہ ہندوؤں کا مندر ہے یا مسلمانوں کی مسجد، انگریز شہریت نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مسلمانوں سے تخیلے میں پوچھا کہ کیا ہندوؤں میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی صداقت پر آپ اعتماد کر سکتے ہوں اور جس کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے انہوں نے کہا کہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے اس کے بعد ہندوؤں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ بڑی آزمائش کا موقع ہے اور بڑا اہم مذہبی معاملہ ہے لیکن پھر بھی ایک مسلمان بزرگ ایسے ہیں جو کہی جھوٹ نہیں بولتے شاید وہ اس معاملے میں بھی صداقت سے گریز نہیں کریں گے اور یہ بزرگ مفتی ابی بخش صاحب تھے (جو کہ ظاہری و باطنی علوم سے مرصع تھے اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگردوں میں سے تھے) مجسٹریٹ نے ان کے پاس چڑھی بھیج کر ان کو عدالت میں طلب کیا انہوں نے چڑھی سے کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ فرنگی کا کبھی منہ نہیں دیکھوں گا مجسٹریٹ نے کہا اچھا کہ آپ میرا منہ نہ دیکھیں لیکن تشریف لے آئیں معاملہ بڑا اہم ہے اور آپ کے

یہاں تشریف لائے بغیر فیصلہ نہیں ہو سکا وہ بزرگ تشریف لے آئے اور پیچھے کر کے عدالت میں کھڑے ہو گئے مگر معاملہ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ آپ کا اس معاملے کے بارے میں کیا علم ہے کمرہ عدالت ہندوؤں اور مسلمانوں سے کچھ کچھ بھرا ہوا تھا اور تمام لوگوں کی نگاہیں آپ کے چہرہ پر تھیں اور سب ہمہ تن گوش تھے اس پاک بانہ بزرگ نے یوں زبان کھولی کہ اصل صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ جگہ ہندوؤں کی ہے مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، عدالت نے فیصلہ دے دیا اور جگہ ہندوؤں کو مل گئی مسلمان ایک قومی مفہم ہار گئے لیکن اسلام نے اخلاقی فتح پائی صداقت اور اسلامی بلند اخلاق کے مظاہر کے نے چند گنہ زمیں کھو کر بہت سے غیر مسلموں کے ضمیر جیت لئے بہت سے ہندو اسی روز آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے اور دور دور تک اسلام کی بلند اخلاق کا ذکر کرا رہے گئے۔

حضور قبیلہ فقیر صاحب نے اسی جگہ لکھا ہے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسلامی شعائر اور دینی احکام پس پشت ڈال دیئے ہیں اور اخلاقی طور پر بہت گر گئے ہیں اس لئے دنیا میں ذلیل اور خوار ہو گئے ہیں اور کافروں اور مشرکوں نے ان کے لچھے اسلامی معاصن اور دینی محامد اپنائے ہیں اس لئے مسلمان ان کافروں اور بے دینیوں کے ہاتھوں محکوم اور مغلوب ہو گئے ہیں ایک وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں کا اخلاق شہرہ آفاق تھا اور دنیا کی تمام قومیں ان کی بلند اخلاق کو دیکھ کر عجب عجب کرتی اور رشک کھاتی تھیں۔

اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں لیکن یہاں گنجائش نہیں اب میں پھر اصل موضوع کی طرف آتا ہوں میں عرض کر چکا ہوں کہ ماہرین نفسیات نے کہا ہے کہ انسان کے اعمال کو درست کرنے کے لئے ادراک و احساس کو پاک کرنا چاہیے اعمال خود بخود درست ہو جائیں گے اس کے لئے جو طریقہ سروری قادری میں علاج تجویز کیا گیا ہے وہ بہترین اور قرین از قیاس ہے۔ ادراک و احساس میں جو خیالی اور تھوڑی نجا ستیں آتی ہیں ان کے دو اسباب ہیں ایک خارجی اور ایک داخلی، خارجی میں شیاطین کی طرف سے برے دوسو سے اور برے خیالات کا ارتقا ہوتا ہے جیسا قرآن کریم میں ہے، جو سو سے فی صد و الناس من الجنۃ والناس۔ اس لئے اس کا علاج بھی دو طرح سے ہوگا، ایک خارجی طریقہ پر اور ایک داخلی ذریعہ سے، خارجی طریقہ سے اس کا علاج یہ ہے کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کیا جائے جس سے شیطان کو سوں دور بھاگ جاتا ہے اور ظلمانی اور نفسانی جہالت پھٹ جاتے ہیں قلب بالکل پاک و صاف

ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت سلطان باہو قدس سرہ فرماتے ہیں "چونکہ کلمہ طیبہ شیطان کا حصار ہے اس لئے جس جگہ پڑھا جائے شیطان بھاگ جاتا ہے، (الحک القصر کلان) دوسری جگہ فرماتے دو جانا چاہیے کہ آدمی کے وجود میں خطرات مثل درخت کے اور کلمہ طیبہ مانند کھارڑے کے ہے جس طرح کھارڑے سے حس و خاشاک دور کسرتے ہیں اور زمین قابل تخم زریحا بن جاتی ہے اسی طرح کلمہ طیبہ سے دل پاک و عاف اور قابل تخم معرفت کے ہو جاتا ہے، قرآن کریم میں آتا ہے: **وَمَنْ يَعْشِ عَنِ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نَقِيضٌ لِّذٰ شَيْطٰنٍ اٰنٰهُوَ لِقٰوِمٍ**، (ترجمہ) اور جو شخص جان بوجھ کر اندھا ہو جائے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہم اس پر شیطان کو مسدود کر دیتے ہیں پس وہ اس کا ساتھی رہتا ہے (مکمل)

پسوں دلت بے یاد الہرت بود

دیو ملعون یا رو ہمارا بہمت بود

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ذکر کیا جائے تو شیطان اس پر مسدود نہیں رہتا اور وہ اس سے دور چلا جاتا ہے۔

(لا) مبتدی کے لئے ذکر بالجہز زیادہ فائدہ دیتا ہے کیونکہ اس کے دل پر غفلت کے عاف چڑھے ہوتے ہوتے ہیں حضرت عوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شمار الطہ ذکر کلمہ طیبہ

متر الاسرار یا تلج الیہ الابرار میں آداب ذکر کے باب میں فرماتے ہیں دو ذکر پورے طور پر با وضو ہو کہ ضرب شدید اور قوی آواز کے ساتھ ذکر کا سلسلہ جاری رکھے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی "تہمعات" میں فرماتے ہیں ذکر بالجہز کہ تے وقت جب سالک اپنے دل میں زیادہ جوش و گرمی محسوس کرے تو اسی کے مطابق وہ ذکر لا الہ الا اللہ کو زیادہ بلند اور مسلسل کرتا جائے اس سے دماغ کو پراگندہ خیالات سے نجات ملی جائے گی اور شوق و محبت کی بے قراری اور گرمی بھی اسے ضرور حاصل ہو جائے گی۔ امام عبید اللہ باب شعرائی کی کتاب لطائف المنن والاخلاق جلد دوم کے صفحہ ۱۰۱ کے حاشیہ پر لکھا ہے۔

یعنی اگر ذکر کرنے والی جماعت ہو تو

ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ بلند آواز

ان سان اللہ انک صبا جماعتہ

فالاولیٰ حقہم رفع الصوت

بالذکر مع توافق الاصوات سے مل کر ایک آواز سے پڑھیں۔

بظرفقة واحد لا وسوزونہ

آگے لکھتے ہیں۔

ذکر جماعت علی قلب واحد اکثر

ماثیرا واشتد قوتہ فی سماع

الحجب عن القلب من ذکر

واحد واحد

یعنی جماعت کامل کر ذکر کرنے سے

جو دل پر اثر ہوتا ہے اور اس سے

جو قلب پر سے حجاب اٹھتے ہیں وہ اکیلے

ذکر کرنے سے نہیں اٹھتے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ذکر جہر کے متعلق "حجۃ الاسرار" میں ایک نکتہ

بیان فرماتے ہیں کہ نفس بمنزل کافر کے ہے اگر کافر کی ہم نشینی میں کوئی تقویٰ اور پیر سہزگاری اور

ریاضت و مشقت کرتا رہے کافر پرگز عاجز نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی کافر کے نزدیک کلمہ طیبہ پڑھے

ذکر جہری کرے کافر عاجز ہو جائے گا اور اس کی ہم نشینی چھوڑ دے گا بعض خشک علماء

نفس کے غلام دل کے اندھے ذکر جہر پر بدعت کا فتویٰ لگاتے ہیں ان کے ایقان و اذعان

کے لئے بخاری شریف کی ایک حدیث درج کرتا ہوں

عن ابی سعید ہونی بن عباس ان

ابن عباس اخبرنا ان رفع الصوت

بالذکر حین ینصرف الناس

من المکتبۃ کان علی عهد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال ابن عباس کنت اعلم اذا

نصرفوا بل اللک

حضرت سید اللہ ابن عباس کے غلام فرماتے

ہیں کہ حضرت ابن عباس نے مجھے بتایا

کہ حضور علیہ السلام کے عہد میں

لوگ جب فرض نماز پڑھ کر واپس ہوتے تو

بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے اور مجھے

اسی بات سے علم ہوا تھا کہ اب لوگ نماز

پڑھ کر واپس آ رہے ہیں۔

(۲) ذکر کرنے میں پورا زور لگائے کیونکہ قرآن کریم میں ہے تم قسمت قلوبکم من بعد

ذالک ضعی کا لہجہ اور اول اشتد قوتہ یعنی ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت

تھے اس آیت کے تحت علامہ تاج الدین احمد بن عطاء اللہ السکندری کتاب مفتح الغلام

و صباح الارواح میں لکھتے ہیں والہجہ اول لا تنکسر الا بقوتہ فلما اللک قسا و لا

القلب لا تنزل الا بد کواضی یعنی پتھر نہیں ٹوٹ سکتا جب تک کہ اس کو

وقت سے ضرب لگائی جائے اسی طرح دل جو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گیا ہو وہ تیز ذکر کی قوی ضربوں کے نہیں ٹوٹ سکتا۔

رہا ذکر میں مدین اور شد کو اچھی طرح سے ادا کرنا چاہیے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب "ہمعات" میں لکھتے ہیں "ذکر میں اس بات کا خیال کرنا چاہیے کہ لا پر جو د ہے وہ پوری طرح کھینچی جائے اور لا اللہ پر جو تشدید ہے اس پر پورا اندور پڑے" سلطان حامد صاحب مناقب سلطانی میں لکھتے ہیں "لا اللہ کو جتنا دراز کر سکے کرے" پھر ایک کتاب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی "م ذکر جبر کے وقت کلمہ لا اللہ کو اس قدر لمبا کرتے کہ کوئی شخص دم روک کر بھی اٹنا لمبا نہ کر سکتا تھا مطلب یہ کہ لا اللہ کو جس قدر زیادہ لمبا کیا جائے اسی قدر نفسانی مرادیں اور شیطانی خطرات جو ذاکر کے دل پر غالب ہوتے ہیں دل سے دور ہو جاتے ہیں۔ مناقب سلطانی ص ۹۴

۴م ذکر میں ہر طرف سے خیالات کو ہٹا کر صرف خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے پھر صحیح طور پر نسیان ہونا ہے شاہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں "نیز جب سالک لا اللہ الا اللہ کہے تو وہ اپنے دل سے غیر اللہ کی محض محبت نہیں بلکہ غیر اللہ کا سرے سے وجود ہی خارج کر دے"

اس لئے بہترین طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ خوب اندھیرے میں بیٹھ کر ذکر کرے جہاں وہ اپنے آپ کو بھی نہ دیکھ سکے ورنہ صحیح فائدہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ مولانا عارف رومی فرماتے ہیں

ذکر کن ذکرے کہ غیر از دل رود،
غیر نسی ذات حق در دل بود

(۵) ذکر کثرت سے کرے قرآن کہیم میں ہے فا ذکر واللہ کثیراً العلام تفلحون (اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا کہ تم کامیاب ہو جاؤ) فا ذکر واللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبک (اللہ کا ذکر کو دکھڑے ہو کر بیٹھ کر) لیت کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا من احب شیئاً اکثر ذکرہ جو کسی سے محبت کر لیتے تو اسے بہت یاد کرتا ہے۔

یاد او گر مونس جانت بود

یاد او سرمایہ ایمان بود

یاد او کن یاد او کن یاد او

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ عک الفقراء ص ۲۵ پر ایک حدیث نقل کرتے ہیں

اکثر ذکر اللہ حتیٰ یقول الملائقون سبحون (یعنی اللہ کے ذکر کو اتنی کثرت سے کر کہ وہ منافق لوگ تم کو مجنون کہنے لگیں۔)

سہ ہر کہ دیوانہ شود با ذکر حق

زیر پائش عرش و کرسی ہر طبق

شمس العارفین ص 9

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ عنایت الاسرار کے ص ۲۴ پر لکھتے ہیں فقرار کے دشمن تین حکمت سے سے خالی نہیں ہوتے یا تو وہ اسم اللہ اور محمد رسول اللہ کے ذکر جبر کو پسند نہیں کرتے ہیں ایسے لوگ منافق ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے دلگیر ہوتے ہیں اور شیطان کے نام اور دنیاوی زروسیم سے خوش وقت ہوتے یا یہ کہ ان کا باطن ہی کافر ہے جو راہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر گیا ہے لغو وباللہ منہا۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثرُوا ذکراً للہ حتی یقرؤوا مجنون رواہ احمد والحاکم فی صحیحہ اور ابن عباس سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضور نے ارشاد فرمایا ذکر اللہ ذکراً یقول المنافقون انکم صرافون رواہ الطبرانی والبیہقی۔

دوسرا علاج داخلی یہ ہے کہ ادراک و احساس میں اسم اللہ کا تصور کرے جس طرح ذکر لسانی سے اور کلمہ طیبہ کے درو جبری سے خارجی مواعظ دور ہوتے ہیں پھر سانس کے ذکر سے اندر جانے والی ہوا سے اسم ذات کے خون میں شامل ہونے سے سارے جسم اور جوارح میں پاکیزگی اور تقدس ہوتا ہے اسی طرح ادراک و احساس میں اسم اللہ کے ادراک تصور و خیال سے تطہیر پیدا ہوگی تصور اسم ذات کے آداب و شرائط کا آخر میں ذکر کیا جائے گا۔ یہ قادری سروری سلسلہ کا لازمی اور ضروری عمل ہے حضرت قبلہ مرشدی قدس سرہ عرفان حصہ دوم میں فرماتے ہیں در تصور اسم ذات جس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مرشد کامل کی توجہ سے طالب سالک کے وجود کے اندر قائم ہو جاتا ہے اور اس کا لطیفہ قلب روح نور اسم اللہ ذات سے زندہ ہو جاتا ہے، ہذا نحو المقصود۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے "ہجرات" میں نسبت یادداشت کے ماتحت لکھا ہے (۱) فیقرنے ان میں ایک بڑی جماعت کو دیکھا ہے وہ لوگ اسم اللہ کو اپنے خیال میں موجود اور حاضر پاتے ہیں اور وہ اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں ما ان کی نسبت زیادداشت) زیادہ مناسب اور موزون ہے۔

(۱) میں تصور اسم ذات میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ماہرین نفسیات نے یہ لکھا ہے اگر کوئی انسان کسی برائی کا شکار ہے تو اس سے یہ کہنا کہ تم اسے چھوڑ دو سو و مند نہیں اس مطالبہ کے بعد اس میں ایک ایسی کشش پیدا ہو جائے گی جو اس کی خواہشات کو تحت الشہور میں اتار کر بہت سی الجھنوں کو ابھار دے گی یا اس کی خواہش اور بڑھ جائے گی مقولہ ہے۔ الا انسان حی یحیی علی ما صنع الانسان جس چیز سے منع

کیا جلتے اس کی طرف زیادہ راغب ہو جاتا ہے اس کے برخلاف اگر کسی خیال کو چھوڑ دینے کا تقاضا کرنے کے بجائے کوئی اور دلچسپی پیدا کر دی جائے تو غیر محسوس طریقے پر وہ خیال اس کے ذہن سے نکل جائے گا۔ اس لئے ادراک و احساس میں جو غلط آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں برے خیال و وسوسوں کی کثرت ہوتی ہے اس سے منع کرنے کی بجائے اس میں نیک خیال کو بوجہ دیا جائے اسم اللہ ذات کے تصور میں اسے لگا دیا جائے تو بڑی خواہشات خود بخود رک جائیں گی پھر تصور کے ساتھ اگر پاس انقاس کا شغل بھی جاری رکھا جائے تو اور بھی زیادہ سود مند ثابت ہوگا۔

دل میں ہو اگر بادی تری لب پہ ترا نام

گر داب میں بھی لطف ہے طوفان میں بھی آرام

اک جنت گل پوش و طربنا کس تری یاد

اک نعمت پر کیف سکوں بخش ترا نام

اس سے قلب میں نور اور جان میں سرور پیدا ہوگا نفسانی اور شیطانی توئیں پامال ہوں گی مولانا

روحانی فرماتے ہیں

وقت راضائع کان اے جان من

اسم اللہ را بگو باہر سخن

عارفان را اسم اللہ شد نصیب

نفس و شیطان در گنج با حبیب

تلاوت قرآن کریم کے متعلق بھی ہمارے سلسلہ قادری سروری میں بہت تاکید کی جاتی ہے یہ بھی باطنی انوار و برکات کے نزول اور قلب کے تزکیہ میں بہت مفید ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت قیصر صاحب عرفان، حصہ دوم میں فرماتے ہیں "قرآن کریم ذاتی انوار کا ایک لازوال باطنی پادور ہاوس ہے جس کی کلیمی تجلی نے ایک کرنٹ نے کوہ طور کو پاش پاش کر دیا تھا وہی طوفان برق باطنی اس کے حروف اور الفاظ کے تاروں میں اب بھی محقق اور مستور ہے، علامہ عبد الکریم جلی نے اپنی کتاب انسان کامل، میں ایک عارفانہ نکتہ بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں چونکہ وجود مطلق کئی درجے نیچے اگر انسان کی ذات میں اپنا جمال منعکس دیکھتا ہے لہذا انسان روحانی کشف سے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد وجود مطلق تک پرواز کر سکتا ہے یہ عمل تین حالتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) انسان اسمائے الہی پر جو اس کے منظر میں غور کرتا ہے۔

(۲) اس مسلسل سعی سے وہ دائرہ صفات میں داخل ہو جاتا ہے اور صفات الہیہ سے متصف ہو کر معجزاتی شان اختیار کر لیتا ہے۔

(۳) اس کے بعد وہ نور حقیقی کے دائرہ میں قدم رکھتا ہے اور انسان کامل بنتا ہے اب اس کا عمل خدائی عمل اس کے ہاتھ اللہ کے ہاتھ اور اس کے کان اللہ کے کان اور اس کی آنکھیں اللہ کی آنکھیں بن جاتی ہیں اور یہ منتہا کے کمال ہے۔

ہاتھ سے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ غالب کار آخریں کار کشا کار ساز
خاک و فوری نہاد بندہ مولا صفات پر و جہان سے غنی اس کا دل بے نیاز

تصوف کی دو بنیادی چیزیں اور بھی صوفیوں میں نظر آتی ہیں یعنی حب الہی اور معیت ذاتی چنانچہ صوفیہ کا کہنا ہے کہ کتاب اللہ میں جو محبت کی دعوت دی گئی ہے اور بے شمار آیتوں میں اس کے نتیجے کے طور پر

محبت الہی

معیّت اور قرب ذاتی کا وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ قرآن نے جا بجا یہ حقیقت واضح کی ہے کہ خدا اور اس کے بندوں کا رشتہ محبت کا رشتہ ہے اور سچی عبودیت اسی کی عبودیت ہے جس کے لئے معبود و صرف معبود ہی نہ ہو۔

ومن الناس من يتخذ من دون الله
انك اذ ايجوبونهم كحيت الله ط و
الذین آمنوا اشد حبا لله ط
طرح اللہ کو چاہتا ہوتا ہے حالانکہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کی محبت زیادہ اللہ ہی سے ہوتی ہے۔

(صوفیائے کرام نے اسی محبت کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا۔ صوفیہ کا کہنا ہے کہ محبت ہی راز حیات ہے اگر اس کی آگ دل میں نہ ہو تو وہ گوشت کا بے جان لوتھڑا ہے اگر عشق کی گرمی ہو تو انوار ربانی کا محل عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں،

یاد کے رہنے کی وہ مستدل نہیں)

(پہلی صدی ہجری میں ہم کو امام حسن بصری رحم نظر آتے ہیں جو اپنے زہد کی بنیاد حزن و الم کو قرار دے چکے ہیں چنانچہ جہنم کی آیات سننے پر آپ اس قدر روتے تھے گویا کہ جہنم آپ کے لئے ہی بنایا گیا ہے آپ روح کی پاکیزگی کے لئے اس حزن و دکا کو بہترین وسیلہ سمجھتے تھے۔ لیکن دوسری صدی ہجری میں ایک نیا مکتب خیال ابھرا جس نے زہد میں محبت الہی کا اصول باقاعدہ طور پر داخل کیا یہ اصول رابعہ عدویہ

کی ایجاد ہے۔ ابتدا میں خشیتِ الہی کا غلبہ اور جہنم اور عذابِ الہی کا ذکر سن کر آپ بھی بہت رو دیا کرتی تھیں مگر آخر عمر میں محبتِ الہی کا رنگ نمایاں ہوا۔ رابعہ بصری کے اشعار بہت مشہور ہیں جن میں انہوں نے محبتِ الہی کا ذکر کیا ہے ان میں صرف ایک شعر کے ترجمہ سے ان کی قلبی کیفیت کا اندازہ لگا سکیں گے، آپ فرماتی ہیں: "اے میرے محبوب! اگر تیری عبادت جہنم کے ڈر سے کہتی ہوں تو تو مجھے نارِ جہنم کا لقمہ بنا دے اگر میں تیری عبادت جنت کے لالچ میں کرتی ہوں تو تو مجھے اس سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دے اور اگر میں صرف تجھ سے تیری ذات سے تیرے لئے محبت کرتی ہوں تو اے میرے مولا! مجھے اپنے جلالِ انبی سے محروم نہ کیجیو"۔ چنانچہ جب الہی کا جذبہ آپ میں اس حد تک بڑھ گیا کہ آپ سے کسی نے پوچھا: "کیا تم خدا سے محبت کرتی ہو؟" جواب دیا: "ہاں" پھر پوچھا: "کیا شیطان سے نفرت کرتی ہو؟" کہا: "خدا کی محبت سے فرحت ہی کب ملتی ہے کہ شیطان سے نفرت کی جائے؟ یہ جذبہ بڑھتا بڑھتا ایک ناگوار حد تک جا پہنچا، عالمِ رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: "و رابعہ کیا مجھ سے محبت کرتی ہو؟" عرض کی: "اے خدا کے رسول! آپ سے محبت کون نہیں کرتا لیکن اللہ کی محبت مجھ پر اس طرح غالب آچکی ہے کہ کسی اور کی دوستی یا دشمنی کے لئے میرے دل میں گنجائش ہی باقی نہیں رہی جب استیلائے محبتِ خدا میں رسول کی محبت کے لئے گنجائش باقی نہ رہے تو اطاعتِ رسول کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی کسوٹی اطاعتِ رسول کو قرار دیا ہے۔ **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِيْ يَجِدْكُمْ اللّٰهُ رَاضِیًّا بِاَسْمَائِكُمْ** (اے رسول! ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم کو دوست رکھے گا۔)

(تصوف میں اس قسم کی آزادی گنہگار، غلبہ پریش و مستی، محویت و استغراق کے راہ پا جانے سے کئی اہم نتائج برآمد ہوتے ابھی تک تو ایمانِ خوف ورجا کے درمیان ایک نقطہ اعتدال کی صورت رکھتا تھا لیکن اب غلبہ محبت کے اظہار میں رجائیت نور بگڑنے لگی اور سیلابِ محبت کے بہاؤ میں مستند اسلامی اعتقادات کے خلاف لب کشائی کر جانا اور نشہ وصلِ خدا میں پیہرِ خدا سے اللہ علیہ وسلم سے اظہارِ بے نیازی کہ دنیا بھی آسان ہو گیا یہی وہ جذبہ آزادی تھا جس نے آگے چل کر تصوف کا دروازہ بیرونی عقائد و خیالات کی در آمد کے لئے وا کر دیا اور اتیانِ کتابِ سنت میں نمایاں کی جوتی چلی گئی۔

(محبتِ الہی کا جذبہ جو نقطہ اعتدال سے ہٹا ہوا نہ ہو جس میں محبتِ رسول کا جذبہ بھی کار فرما ہو

وہ راہ سلوک میں بے حد مفید ہے اسی سے یادِ حق کا جذبہ اور معیتِ ذاتی کا تصور بڑھتا ہے، یہی وہ جذبہ ہے جس سے صوفی کی زندگی میں انقلاب آتا ہے اس کا جینا اس کا مرنا اس کی شادی اس کا غم صرف اسی ذات کے لئے ہوتا ہے اسی لئے محبتِ الہی سے دنیا کی محبت ختم ہوتی ہے۔ اور ہر کام رضائے الہی کا طلب گار ہوتا ہے۔

چنانچہ محبتِ الہی کا جذبہ جب انسان کے دل میں گھر کر لیتا ہے تو فکر و عمل کا کوئی گوشہ اس سے متاثر ہوتے بغیر نہیں رہتا۔

شُرک جو انسانی گناہوں میں سے شدید گناہ ہے اس سے محفوظ رہنے کے لئے ایمان کی اہلی شان کو برقرار رکھنے کے لئے جو جذبہ کار فرما ہوتا ہے وہ محبت ہی ہے۔ اللہ سے سچی محبت رکھنے والا اپنے آپ کو ہر وقت خدا کی بارگاہ میں پاتا ہے ذاتِ باری تعالیٰ کو جب انسان اپنے نزدیک محسوس کرنے لگتا ہے تو معصیت کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں وہ اپنے محبوب میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ گناہ کرنے کی اس کو فرصت ہی نہیں ملتی ایک بہت بڑا فائدہ اس سے یہ ہوتا ہے کہ مادی دنیا کی کشش اس کے لئے بے اثر ہو جاتی ہے۔ حُبِّ الدُّنْيَا اَنْسُ كُلَّ خَطِيئَةٍ دُنْيَا كِي مَحَبَّتِ جَوْہِرِ گناہ کا اصل ہے بکسر ختم ہو جاتی ہے، انسان کی نظر میں سونا اور پتھر برابر ہو جاتا ہے وہ ہر رنج و غم اور جفا و وفا کو اسی کی طرف سے جانتا ہے انسان میں توکل، استغناء کی ایک عجیب کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جب دنیا کی جاہ و حشمت، دولت و ثروت اس کے سامنے آتی ہے تو وہ یہ کہہ کر منہ موڑ لیتا ہے۔

اليس الله بكاف عبدك (کیا اللہ بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔

اللہ کی ربوبیت پر ایمان رکھنے والا انسان اپنے رزق کی طرف سے بے نیاز ہو جاتا ہے یہ وہی یقین ہے جو اس کو دارا و سکندر سے اونچا اٹھا دیتا ہے۔ اقبالؒ نے سچ کہا ہے۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک

اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دار اور جسم

(وہ عبادت صرف خدا کو باطنی کرنے کے لئے کرتا ہے اس کے سجدے بے ریا اس کا دل خلوص سے بربریہ ہوتا ہے۔)

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے

بادۂ وجام سے گذر حور و خیام سے گذر

(وہ سزاؤ جزا سے بے نیاز ہو کر محبوب حقیقی کے خوش کرنے کے لئے سزا بسجود ہوتا ہے۔ وہ نہ طالب دنیا ہوتا ہے اور نہ طالب عقبی وہ صرف طالب مولیٰ ہوتا ہے۔)

سہ و اعتقاد کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
سو داگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے

دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبی بھی چھوڑ دے !
اسے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے !

محبت الہی کی عملی راہ یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ الخلق عیال اللہ کے مطابق ہر مخلوق سے پیار کرنے لگ جائے۔ وہ دن رات انسانی دلوں کو ایک رشتہ الفت میں پروانے کے لئے بے چین رہتا ہے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھے تو پریشان ہو جاتا ہے۔ بھوکوں کا خیال آئے تو لقمے حلق میں اٹکنے لگتے ہیں۔ چنانچہ وہ خدمت خلق کو اپنا اہم فریضہ بنا لیتا ہے۔ صوفیائے کرام کی زندگی میں سب سے زیادہ نمایاں ہمیں یہی چیز نظر آتی ہیں وہ سادہ زندگی گزارتے ہیں۔ مسکینوں، یتیموں اور یتیموں سے پیار کرتے ہیں خود بھوکے رہتے ہیں تاکہ بھوکے اور مصیبت زدہ کو بھول نہ جائیں دنیا کی بے شمار نعمتوں کے میسر ہوتے ہوئے ہمیشہ روزہ دار رہتے ہیں۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی زندگی کے اعلیٰ درجے پر ہوتے ہیں۔

بوریہ ممنوں خواب راحتش !
درنگاہ ادیکے بالا دست !

تاج کسری زیر پائے آفتش !
باغلام خویش بریک خواں نشست

اور پھر صرف یہی نہیں کہ چند بھوکوں کا پیٹ بھر دیا یا چند حاجت مندوں کی ضرورت کو پورا کر دیا۔ بلکہ اس سے زیادہ اہم بھی ایک کام ہے اور وہ یہ کہ لوگوں کو برائی سے روکا جائے اور مصلحتی کی طرف بلا یا جائے۔ مسند میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا۔

”میں ان لوگوں کو پہنچاتا ہوں جو نہ نبی ہیں نہ شہید ہیں۔ لیکن قیامت میں ان کے مرتبہ کی بندی پر انبیاء و شہداء بھی رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا سے محبت ہے اور جن کو خدا پیار کرتا ہے وہ اچھی باتیں بتاتے ہیں۔ اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔“

(نبی نوع انسان کی اخلاقی بہتری کے لئے جدوجہد وہ کام ہے۔ جن کے لئے حضور علیہ السلام مبعوث کئے گئے حضور کا ارشاد گرامی ہے۔)

انما بعثت لاقم مکارہ الاخلاق - (میں حسن اخلاق کے لئے بھیجا گیا ہوں)

(سہ ناز کیا اس پہ کہ بدلا ہے زمانے نے تمہیں)
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں)

الحاصل تصوف اور صوفیائے کرام کے مقصد حیات کے متعلق جو گفتگو گزشتہ صفحات میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صوفیائے کرام نے محبت الہی کو اپنا مقصد قرار دیا۔ خدمت خلق کو انہوں نے اس مقصد کے حصول کا ذریعہ

تایا اس کا صلہ ارتقاء روحانی کی شکل میں ان کو ملا اور یہ ارتقاء روحانی انسانیت کی تکمیل تھی۔ (مخصوصاً تاریخ چشت)

تاریخ تصوف پر اگر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے اور اس کی پوری تاریخ پر اگر تبصرہ کیا جائے تو وہ ایک الگ ضخیم کتاب بن جائے گی۔ یہاں بہت مختصر سا خاکہ پیش کرنا ہے۔

ایضاً تاریخ تصوف

جس سے اس کی ابتدا ہوا تھا عروج و زوال اور اس میں مختلف ادقات میں غیر معمولی تبدیلیوں کا پتہ چل سکے۔

II اسلام میں تصوف کا آغاز تو خود حضور علیہ السلام کی زندگی سے ہی ماننا پڑے گا۔ غار حرا کی خاموش تہا بیوں میں مجاہدہ و ریاضت اور ہر سال رمضان شریف کا پورا مہینہ خلوت نشینی اور زاد قلیل پر اکتفا اس کے ثبوت پر کافی گواہ ہے۔ پھر نزول وحی کے بعد ایک مکمل روحانی دور شروع ہوا اس طرح صدیق اکبرؓ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، مرتضیٰؓ کی زندگی بھی روحانی زندگی تھی۔ بلال حبشی، سلمان فارسی، حبیب رومی کی زندگی کا اگر تجزیہ کیا جائے تو وہ بھی روحانیت سے جلوہ نکل نظر آئے گی۔ پھر تمیم انصاری، ابی بن کعب، ابو ذر غفاری، حدیفہ بن یمان، مصعب بن عمیر، حضرت ابو ہریرہ اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی بھی روحانی رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ اصحاب صفہ تو مجاہدہ نفس اور جہاد اکبر کے لئے وقف تھے یہ تو صحابہ کرام کے نام سے مشہور تھے۔ بعد میں تابعین تبع تابعین میں بھی روحانی زندگی سے خالی نہ تھے۔ اس کے بعد نبوا امیہ کے زمانے میں دہنوی تبعیش کے سامان بڑھتے گئے روحانیت کا جذبہ کم ہوتا گیا۔ چند ایسے ناخوشگوار واقعات پیش آئے واقعہ کربلا، محاصرہ مکہ، واقعہ حرہ اس سے دہنار طبقہ کو بہت شدید صدمہ پہنچا۔ حجاج ابن یوسف کے مظالم دیکھ کر حضرت خواجہ حسن بھری رح گیارہ سال تک گوشہ گیر رہے۔ سعید ابن جبیر جیسی شخصیتی تہہ تیغ کر دی گئیں پیغمبر، زیاد در حجاج کے مظالم اور سفاکیوں کے مقابلہ میں اگر مسلمان اٹھ کھڑے ہوتے تو سیرتی فتنوں کا کھڑا ہوجانا ناگزیر تھا۔ جس سے ملت کے سارے اجزاء درہم ہوجانے کا شدید خطرہ تھا۔ اس لئے ابو ذر غفاریؓ جیسی شخصیتیں بھی خاموش رہیں۔ اور نبوا امیہ کے خلاف خروج کے مقابلہ میں گوشہ گیری کو ترجیح دی۔

(کو ترجیح دی۔)

ان حالات کے پس منظر صوفیہ کا پہلا طبقہ وجود میں آیا۔ لیکن اور کوئی زمانہ اور کوئی زمانہ

صوفیہ کا پہلا طبقہ

کو نزدوں نے ظلم و ستم دیکھا یا۔ تصوف کے مرکز سے پہلے طبقہ کا زمانہ ۱۰۰۰ سے ۱۰۰۰

تک مقرر کیا گیا ہے۔ یہ لوگ زیادہ جہاد کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں درویشوں کے وجود

میں آئے۔ درویش کو فہم سے مدد ہے لیکن ان میں حقہ، حدیث، علوم لغت پر توجہ کم تھی۔ دریا لغت، حجابہ، لغت

روح کی صفائی اور جہاد پر نیا وہ زور دیا جاتا تھا یہ اگرچہ مذہب انسانیت کے اصولوں پر زور سے تھے۔ مگر یہاں

اندلی غنا بھی پائے جاتے تھے۔ اس دور میں سب سے زیادہ مشہور و معروف اولیٰ شریانی اور حضرت

حسن بصری، حضرت مالک دینار، حضرت محمد واسع، حضرت عبید مجلی، حضرت خواجہ فضیل بن عیاض، امیر المومنین اور ہم وغیرہ تھے۔ ان بزرگوں کے حالات خواجہ فرید الدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں درج کئے ہیں۔

اس دور کے صوفیہ نے اپنے خیالات کا اظہار تصانیف میں بہت کم کیا ہے۔ تاہم عبدالستین مبارک المتوفی ۱۸۱ھ و ۱۷۷ھ اور حضرت سفیان ثوری المتوفی ۱۶۱ھ و ۷۷ھ نے کچھ کتابیں تصنیف کیں۔ ان سب کا مسلک قریباً قریباً ایک ہی تھا۔ کہ دنیا کی رغبت سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ اللہ سے لوگائی جائے۔ کلمہ اس کے بعد جو اسلامی فتوحات کا دور شروع ہوا۔ عربوں کے سامنے نئی مہذب نئی ثقافت آئی خوشحالی اور سرور و نشاط کے سامان پیدا ہونے شروع ہوئے صحابہ کرام کی سادہ زندگیوں سے انحراف شروع ہوا۔ تو مسلمانوں میں دو طبقے قدرتی طور پر پیدا ہو گئے ایک طبقہ نئے حالات سے متاثر ہو کر ترقی یافتہ بن گیا اور ایک طبقہ ذکر و شغل سے مخصوص ہو گیا یہ صرف حیات نبی کو اپنے سامنے رکھنے تھے۔ اب اہلسنت کے ہاں ایک نئی اصطلاح وضع ہوئی اور یہ تصوف کہلائی۔ اس طریقہ کے خالین بعد میں صوفی کے نام سے مشہور ہوئے۔

(صوفی کا لفظ خواہ اصحاب صفہ سے مشتق ہو خواہ صفائے یا صوف سے بہر حال سب سے پہلے ۱۵ھ میں ابوالشام کوفی کے لئے استعمال کیا گیا۔ انہی نے صوفیاء کرام کے لئے رملہ میں ایک خانقاہ تیار کرائی تھی۔

صوفیہ کا دوسرا دور اسلامی تاریخ کے ایک ایسے وقت سے تعلق رکھتا ہے۔ جب یونانی علوم کے تراجم عربی میں ہونے شروع ہوئے۔ خلافت عباسیہ میں ایک

صوفیہ کا دوسرا طبقہ

بیت الحکمتہ تیار کیا گیا۔ یعقوب بن اسحاق کندی کو تراجم پر مامور کیا گیا۔ جس سے نئے نئے علوم، فلسفہ اور عقائد کا سیلاب اٹھ آیا جس سے مسلمانوں کے عقائد میں تزلزل پیدا ہو گیا۔ اس دور کے صوفیہ کا طبقہ حضرت بایزید بسطامی حضرت ذوالنون مہری حضرت جنید بغدادی اس عقلیت کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح سامنے آ گئے انہوں نے عقل کے مقابلہ میں عشق کو اپنایا اس نوبں صدی عیسوی میں جس کو عقلیت کا دور کہا جائے۔ تو مناسب ہے صوفیائے کرام نے فلسفہ کی ان ذہنی الجھنوں کو دور کرنے کے لئے قلبی کیفیات کو ذریعہ بنایا۔ چنانچہ حضرت معروف کرخی نے استغراق پر زور دیا حضرت سری سقطی نے توحید کا وہ نظریہ پیش کیا جس نے بعد میں وحدت الوجود کی شکل اختیار کر لی حضرت ذوالنون مہری نے اپنی تصانیف میں حال و مقام پر بحث کی۔

یہ دور دسویں صدی عیسوی سے متعلق ہے اسی دور میں نذریں فقہ کا آغاز ہوا۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل مختلف مسائل پر اپنی رائے پیش

صوفیہ کا تیسرا طبقہ

کر کے چار مذاہب کی بنیاد ڈالی۔ یہ لوگ تو ائمہ دین تھے۔ ان میں خدا ترسی اور مذہب کی سچی تڑپ تھی۔ اس لئے نہایت ایمان داری سے اجتہاد کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بعض مفاد پرست لوگوں نے فقہی مسائل میں ہر حکم

شرعی سے بچنے کے لئے چیلے تراشے شروع کئے۔ اور کتابوں میں مستقل باب باب الجمل کا اضافہ کیا گیا جس سے ترکیبہ نفس اور اصلاح باطن جو مذہب کا اصلی مقصد تھا۔ بالکل بھلا دیا گیا اور مذہبی روح مردہ ہو کر رہ گئی اس دور کے صوفیا کرام شیخ ابوسعید ابن العربی (المتوفی ۹۵۲) شیخ ابو محمد الخلدی (المتوفی ۹۵۹) شیخ ابونصر السراج (المتوفی ۹۸۸) شیخ ابوطالب بنی رحم (المتوفی ۹۹۶) شیخ ابوبکر رحم (المتوفی ۱۰۰۰) اور ابوعبدالرحمن اسلمی (المتوفی ۱۰۰۰) قابل ذکر ہیں انہوں نے زبان و قلم سے صحیح مذہبی روح کو بیدار کرنے کی کوشش کی سب سے پہلی تصنیف سہلی بن معاذی (المتوفی ۲۰۰) کی ہے جس کا نام کتاب المریدین ہے۔ اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رحم کی تصنیف القصد الی اللہ ہے۔ تصوف کی سب سے اہم کتاب جو اس دور میں لکھی گئی وہ ابونصر سراج کی کتاب اللع ہے۔

اس زمانہ میں یونانی، فارسی اور سنسکرت کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہونے لگیں اور اہل اسلام متعدد خارجی تصورات سے متاثر ہوتے گئے۔ اس زمانہ میں ایک زبردست کوشش یہ کی گئی کہ تصوف کو شریعت اسلامی کے مطابق ثابت کیا جائے۔ شیخ ابوطالب بنی رحم جو قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اسی نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے قوت القلوب لکھی۔ شیخ ابوبکر رحم نے کتاب التعرف لمدہیب اہل التصوف میں اسلام کے ایک ایک بنیادی اصول پر بحث کی۔ اس دور میں صدی میں تصوف کی گروہ بندیوں شروع ہو گئیں۔ (۱) حاکم بن اسلمی کی جانب تھی۔ اس گروہ کا خیال تھا کہ "رضا" مقام نہیں بلکہ "حال" ہے۔ (۲) طیفور بن اسلمی کی نسبت بائزید طیفور بسطامی کی طرف تھی۔ اس پر شوقی دستی کا غلبہ تھا۔ اس کے پیروں کو "سکر" کو صوفیوں پر ترجیح دیتے تھے۔ (۳) قصاب بن اسلمی کی نسبت شیخ حمدون فقہار رحم کی جانب تھی یہ گروہ بعد میں بلائیمہ کی صورت اختیار کر گیا۔ (۴) نور بن اسلمی کی نسبت شیخ ابوالحسن نور بنی کی جانب تھی۔ یہ لوگ تصوف کو فقر سے اونچا سمجھتے تھے۔ اور صحبت، کوعزلت سے بہتر جانتے تھے۔ (۵) تشریح اس گروہ کی نسبت سہلی بن معاذی تشریحی رحم کی جانب تھی یہ لوگ سزائے نفس کے قابل تھے۔ (۶) حکیمہ اسلمی کی نسبت حضرت ابی عبداللہ علی بن حکیم ترمذی رحم سے تھی۔ ان کا قول تھا تمام دنیا دیوبوں میں تقسیم ہے۔ اور ہر علاقہ دو لائیمہ، ایک بزرگ کے تحت ہے۔ شیخ ابراہیم بن حکیم ترمذی سے بہت متاثر تھے۔ (۷) قرظیہ۔ اس گروہ کی نسبت شیخ ابوسعید قرظی سے تھی۔ فنا کا تصور اس گروہ نے پیش کیا ہے۔ (۸) جنید بنیہ۔ یہ سلسلہ جنید بغدادی رحم کی طرف منسوب ہے۔ اس کا طریقہ محمود و محبت پر مشتمل تھا۔ (۹) خلیفہ بنیہ۔ اس کی نسبت ابوجہانہ محمد بن نجیف کی جانب ہے۔ انہوں نے حضور جناب کا تصور پیش کیا۔ (۱۰) سیار بنیہ۔ نسبت شیخ ابوالعباس سیار بنیہ کی جانب ہے۔ اس گروہ نے توح و تفریق کا نظریہ پیش کیا ہے۔

(نوٹ) تیسری صدی ہجری میں بائزید بسطامی کے معاصرین صوفیہ میں کئی بن معاذ رازی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان پر بھی بائزید بسطامی کا رنگ تھا۔ یعنی سکر و مستی فنا، حب، وجد کا مسلک تھا۔ ان کے خلاف ابوالقاسم جنید بغدادی کا مسلک سکر اور فنا سے بہت کر صوفی (ہوشیاری) کا تھا حضرت جنید نے ۲۹۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا قول تھا "صوفی" سکر سے اعلیٰ مرتبہ ہے

صحو و سکر کا فرق وہی ہے۔ جو ہوش اور بے ہوش میں ہے۔ جو بے خودی اور خودی میں ہے۔ جو فنا اور بقا میں ہے۔
 تیسری صدی ہجری میں شیخ علی بن موقی قابل ذکر بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا مسلک جب الہی میں رابعہ عدویہ سے ملتا
 جلتا تھا۔ ان کی وفات ۲۶۵ھ میں ہوئی۔ اس دور میں ابوصالح حمدون القصار بھی جن کا ذکر ابوقصار یہ کردہ میں آیا ہے۔
 قابل ذکر شخصیت تھے۔ یہ نیشاپور کے رہتے والے تھے۔ ان کا انتقال ۳۷۵ھ میں ہوا ہے۔ انہوں نے ایک نئے مسلک کی
 بنیاد رکھی۔ جس کو ملائیتہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے پیرو اپنے اعمال و عقائد کو پوشیدہ رکھتے تھے کسی پر ظاہر
 نہیں ہونے دیتے تھے۔ یہ اپنی باطن کو ظاہر کے پردے پر طوہ کر نہیں ہونے دیتے تھے۔ یہ اسے کافی سمجھتے تھے۔ کہ ان کے
 اور اللہ کے مابین جو کچھ عالم ہے۔ وہ کسی دوسرے کو ان کیفیات سے آشنا کرتا یہ اپنے مقصد کے خلاف سمجھتے تھے اگرچہ
 ان کا ظاہر کتنا ہی بد نما نظر کیوں نہ آئے۔ یہ مسلک اگرچہ عام نہ ہوا۔ لیکن اسلام کی تاریخ تصوف میں اسے بہر حال ایک درجہ
 حاصل ہے۔ ان کا ذکر اس لئے بھی میں نے ضروری سمجھا ہے۔ کہ ہمارا سلسلہ قادریہ سرور یہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ اس سلسلہ
 ملائیتہ کے لوگ باقاعدہ طور پر اپنے مسلک کو نشوونما نہیں دیتے۔ یہ لوگ زیادہ شہرت سے متنفر ہوتے ہیں۔ اور جبہ و دستار سے
 بے نیاز رہتے ہیں۔ ان کی یا فائدہ مخالفانہ نہیں ہوتی زیادہ مرید نہیں بناتے اس لئے ان کا سلسلہ محروم رہتا ہے اور اس
 سلسلہ کے بزرگ کبھی کبھی خاص حالات کے ماتحت رونما ہوتے ہیں۔

ازدروں شہداء و زبردوں بیگانہ باش
 ایسے پنہیں مردان حق مگر شونہ اندر جہاں

(تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت منصور حلاج بھی تھے جن کی ولادت ۳۲۱ھ کی وفات
 ۳۹۹ھ ان کا عقیدہ تھا، ذات الہی کا حصول ذات لشری میں۔ حقیقت محمدیہ کا قدم۔ توحید اور بیان جن کی بنا پر ۳۹۹ھ
 میں ابن داؤد الاصفہانی کے فتویٰ کی بنیاد پر پہلی مرتبہ گرفتار ہوئے ایک سال کے بعد ۳۹۸ھ میں قید خانہ سے
 نثار ہونے میں کامیاب ہو گئے ۳۹۹ھ پھر گرفتاری عمل میں آئی۔ آٹھ سال کی قید کاٹنے کے بعد سزائے قتل کا فیصلہ
 ہوا۔ ۳۹۹ھ میں ان کی زندگی ختم کر دی گئی۔)

اس صدی کے مشائخ خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن کے حالات سے
تصوف گیارہویں صدی میں | تصوف کے عام رجحانات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ شیخ ابوالنعمان اصفہانی رح (المتوفی ۳۰۸ھ) - ۲۔ شیخ ابوالقاسم قشیری رح (المتوفی ۳۰۲ھ)

۳۔ شیخ علی جوہری رح (المتوفی ۳۱۲ھ) اور سہاء کے درمیان (۳۰۹ھ) - ۴۔ شیخ عبداللہ انصاری (المتوفی ۳۱۸ھ)

۵۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر (المتوفی ۳۲۹ھ)

۱۔ شیخ ابوالنعمان احمد بن عبداللہ بن اسحاق اصفہانی رح شافعی المذہب تھے۔ علم حدیث کے ماہر تھے۔ ان
 کی مشہور تصنیف حلیۃ الاولیاء جس میں ہزاروں صوفیوں کے حالات ہیں دس جلدوں میں شائع ہوئی۔ امام ابن

جوڑی نے اس کتاب کا خلاصہ پانچ جلدوں میں کیا ہے۔ میں نے حال ہی میں سفر بغداد شریف میں ان دونوں کتابوں کی زیارت کی ہے۔ قیمت اتنی زیادہ تھی کہ خریدنے کی ہمت نہ ہوئی۔

۱۔ شیخ ابوالقاسم قشیری اس عہد کے مشہور بزرگ ہیں۔ ان کا رسالہ قشیریہ فن تصوف میں سب سے زیادہ مقبول ہوا۔ اس کی شرح آپ نے خود ہی رطائف الاشارات کے نام سے لکھی تھی۔

حضرت شیخ علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ اور مرزا ضیاء اللغات اسی صدی میں ہوئے ہیں۔ جنہوں نے تصوف پر کئی کتابیں لکھیں ان میں کشف المحجوب بہترین کتاب ہے۔ آپ ابام قشیری رحمہ اللہ سے ملتے رہتے تھے۔ شیخ عبدالصمدی ہروی رحمہ اللہ ہجویری کے نام سے مشہور تھے۔ جنہوں نے المذہب تھے۔ ان کی مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہوتی ہیں۔ مسائل السائرين، طبقات الصوفیہ (۳)، کتاب جامع الکلام (۱۰)، مناقب شیخ ابوعلی سینا کے ہم عصر اور دوست تھے۔ اس دور میں قریباً ہر مذہب کے مشاہیر صوفیہ نے قلم اٹھایا اور تصوف کی حمایت میں کتابیں تصنیف کیں۔ شیخ ابوالعین اصفہانی رحمہ اللہ شافعی مذہب تھے۔ شیخ علی ہجویری رحمہ اللہ حنفی تھے۔ شیخ عبدالصمدی ضیلی تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۰۵ھ) نے اپنی معرکہ الکذائب تصنیف احیاء العلوم اسی صدی کے شروع میں مکمل کی۔

تصوف پارہوں کی عیسوی میں

مولانا شبلی لکھتے ہیں "مولانا روم، شیخ الاشراق، ابن رشد اور شاہ ولی اللہ نے جو کتابیں لکھیں ان میں نبوت، وحی الہام، حالات مالک الموت، معاد، فضا و قدر خیر و شر کے جو حقائق لکھے ہیں سب امام غزالی رحمہ اللہ سے ہی سن کر کہا ہے۔"

بارہویں صدی کے مشہور بزرگ عظیم المرتبت شخصیت حضرت شیخ محی الدین عبدالقاوی جیلانی قدس سرہ (المتوفی ۱۱۶۶ھ) ہیں امام غزالی رحمہ اللہ کے شاگرد علمی حیثیت سے تصوف کو ایک مستقل فن بنانے کی خدمت انجام دی ہے۔ تو شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے عملی اعتبار سے اس تحریک میں جان ڈال دی اور شاہ ولی اللہ کا جو آفتاب آپ کی ذات سے طلوع ہوا۔ وہ اسلامی تصوف کی تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی تعلیم سے ایران و افغانستان اور قرب و جوار میں زبردست انقلاب آیا۔ ہزاروں آدمیوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی بعض اوقات آپ کے وعظوں میں ستر ستر ہزار آدمیوں کا اجتماع ہونا تھا۔ چار سو کاتب آپ کے وعظ لکھنے کے لئے قلم و دوات لے کر بیٹھے رہتے تھے۔ فتوح العیب اور فتح ربانی میں آپ کے قریباً ۱۰۰ خطبات شامل ہیں۔ ان خطبات کا ایک ایک حرف دل سے لکھا ہے اور اسی بنا پر وہ دل کی انتہائی

گہرائیوں میں اپنی جگہ تلاش کرتا ہے۔

دواور بھی تصانیف آپ کی طرف منسوب ہیں (۱) غنیۃ الطالبین (۲) العیوضات الربانیہ۔ حضرت شیخ گیلانی کے وعظوں میں اگر ایک تاثیر تھی تو ان کے اخلاق میں ایک کشش تھی۔ شیخ ابوالعمر مظفر منصور المبارک ابوالعظالمصروف بجزادہ کہا کرتے تھے۔ کہ میری آنکھ نے کسی کو سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے بڑھ کر خلیق و صیغ الصدر کریم النفس، نرم دل اور حافظ عہد و پیمان نہیں دیکھا۔ جلالت قدر اور علوم منزلت کے باوجود آپ چھوٹے بڑے کی عزت کرتے تھے۔ کمزوروں کے ساتھ بیٹھتے فقیروں کی تواضع کرتے۔ لیکن کبھی کسی امیر کے لئے کھڑے نہ ہوتے نہ کبھی وزیر یا سلطان کے در پر جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے ۱۹۶۲ء میں راقم الحروف کو بھی ان دونوں مذکورہ الصدہ مستیوں کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی سعادت عنایت فرما کر حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے قریب ہی ایک قبرستان میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف نہایت کس میرسی کی حالت میں دیکھا۔ اتنی بڑی شخصیت اگر یہاں پاکستان میں ہوتی تو ان کا ایک عظیم الشان مقبرہ ہوتا مجھے آپ کے مزار شریف کو دیکھ کر تبت رون آتا۔ بارہویں صدی کے آقر میں دواور عظیم المرتبت شخصیں پیدا ہوئیں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی (۲۳۱ھ) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (۲۳۵ھ) شیخ اکبر (۲۶۵ھ) میں آپین کے مشہور شہر مدینہ میں پیدا ہوئے قرآن و حدیث فقہ کی تعلیم حاصل کر کے مقرب کو خیر آباد کہہ کر مشرق کی راہ لی۔ مصر، حجاز، بغداد، ایشیا کے کوچہ ہر جگہ گئے۔ ان کے نظریات میں کچھ ایسی ندرت اور سنحی تھی کہ کسی جگہ لوگوں نے ان کو چہین سے بیٹھنے نہ دیا۔ عمر کا بیشتر حصہ مسافرانہ حالت میں گزرا یہاں تک کہ ۲۳۵ھ میں جاں جان آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ کی تصانیف میں سے مخصوص الحکم اور فتوحات مکہ بہت مشہور ہیں۔ مولانا جامی رح نے ان کی تمام تصانیف کی تعداد پانچ سو بتائی ہے انکی تمام تصانیف کا مرکزی نقطہ وحدت الوجود تھا۔ جس کا ذکر اسی کتاب میں کیا جا چکا ہے شیخ شہاب الدین سہروردی حضرت جنید بغدادی رح کے ہم خیال تھے۔ انہیں شیخ اکبر یا بزرگ بیدلیطامی اور شیخ ابوالحسن خرقانی کے نظریات سے متاثر تھے۔

شیخ سہروردی کی کتاب عوارف المعارف مشہور ہے۔ شیخ سعدی نے اسلامی دنیا کا کونہ کونہ چھان مارا جب انہیں شیخ کامل کی تلاش ہوئی تو شیخ سہروردی ہی کے آستانہ کی طرف دوڑے حکیم سنائی رح۔ نظامی گنجوی اور فرید الدین عطار اسی جہد کے مشہور صوفی شعراء تھے۔ مولانا روم، شیخ سعدی اور عراقی بھی اسی زمانے میں تھے۔ مولانا روم کی ملاقات دمشق میں ابن عربی سے ہوئی ابن عربی کے مرید خاص مولانا صدر الدین قونوی سے فیض حاصل کرتے رہے شیخ شہاب الدین

سہروردی سے بھی فیضیاب ہوئے لیکن خصوصاً نسبت شمس تبریز رح سے تھی۔ مولانا عبدالرحمن جامی بھی اسی صدی میں ایران کے آخری صوفیوں میں سے ہیں جن کی تصانیف میں سے نفحات الانس اور لوائح تصوف میں مقبولیت حاصل کی چکی ہیں۔

جدید تحقیق سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ سند میں فاتحین عرب کی آمد سے پہلے بلکہ عرب تاجروں کی بدولت آغاز اسلام سے پہلے صوفیاء کرام تشریف

بہر صغیر میں تصوف کی آمد

لائے۔ تاریخی بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ ساحل مالابار، سندھ اور نکا میں بہت سے مبلغین بزرگان دین کے قدیم مزارات موجود تھے۔ ابن بطوطہ کہتا ہے کہ اس نے نکا میں شیخ عبداللہ حنیف شیخ عثمانی رح اور بابا طاہر کے مزارات کی زیارت کی ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری عرب کی بدولت مبلغین اسلام کی آمد کا سلسلہ بہت پہلے قائم ہو چکا تھا۔ ابتدائی لوگوں میں ابو حفص ربیع بن صبیح لصری کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے حضرت حسن بصری رح سے فیض حاصل کیا تھا۔ ۱۲۰ھ میں سندھ میں رحلت فرمائی البتہ ان کی آمد کا پتہ نہیں چلتا کہ کس سنہ میں آئے۔

مشاہیر صوفیاء میں سب سے پہلے حضرت شیخ علی بن عثمان بھویری رح وارد ہندوستان ہوئے جن کا لقب دانہ گنج بخش مشہور ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۳۲۰ھ میں علاقہ سیستان میں پیدا ہوئے شیخ عبدالقادر جیلانی کا شیخ شہاب الدین سہروردی نجم الدین کبری رح اور حداد الدین کرمانی رح سے فیضیاب ہوئے اس کے بعد لاہور میں تشریف لائے حضرت دانہ گنج بخش رح کے مزار اقدس سے فیض لیا۔

خواجہ عثمان ہارونی رح سے فرقہ خلافت حاصل کیا اور دہلی سے اجیر تشریف لائے یہاں ہی آپ کا مزار مقدس ہے۔ صوفیائے ہندوستان میں آپ کا نہایت ممتاز درجہ ہے۔ آپ سے سلسلہ چشتیہ کا آغاز ہوا۔ اس سلسلہ میں سماع کو خاص مقبولیت حاصل ہے۔ اس سلسلہ کے دوسرے بزرگ خواجہ قطب الدین گنجیار کاکی رح، بابا قریب الدین گنج شکر رح، حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی، حضرت مقدم علاؤ الدین صاحب کلیری رح، حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رح بہت مشہور ہیں متاخرین میں خواجہ سلیمان تونسوی رح، خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رح، خواجہ شمس الدین سیالوی رح، پیر علی شاہ گڑھی رح ہیں جن کے عقیدت مند ہندوستان میں کثرت سے موجود ہیں۔

چھٹی صدی ہجری میں شیخ بہاؤ الدین ڈکریا رح ۳۵۰ھ میں ملتان میں وارد ہوئے۔ پنجاب میں سلسلہ سہروردیہ کی اشاعت آپ نے کی۔ اولی عمر میں بلکہ شریف تشریف لائے۔ پھر بغداد پہنچ کر شیخ شہاب الدین سہروردی سے بیعت کی۔ اور فرقہ خلافت لے کر ملتان واپس تشریف لائے۔

سہروردیہ

قادریہ | سلسلہ قادریہ کا آغاز ہندوستان میں بے بہرہ سلطان سکندر لودھی حضرت سید محمد عوث سے ہوا۔ آپ نے اس سلسلہ نو واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بانی سلسلہ قادریہ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے ۱۲۸۸ء میں اوجھ شریف (جو کہ ملتان کے قریب ہے) آکر مقام کیا۔ عالمگیر رحمۃ اللہ کے عہد میں حضرت پیر محبوب سبحانی قدس سرہ کے فرزند سید عبدالرزاق رح کی اولاد میں سے ایک صاحبزادہ پیر سید عبدالرحمن صاحب دہلی تشریف لائے حضرت سلطان باہو قدس سرہ ضلع جھنگ کے قصبہ شورکوٹ میں بتاریخ ۱۰۳۹ھ پیدا ہوئے آپ پیدا نشی دلی تھے۔ مگر ظاہری نسبت کی سبب ضرورت تھی بیس سال تک مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہے آخر کار دہلی جا کر سیدالسادات پیر عبدالرحمن صاحب قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ واپس آ کر ضلع جھنگ اور سون سیکسر کے علاقوں میں خاموش طریقہ سے تبلیغ فرمائی۔

آپ کو اویسی طریقے سے براہ راست حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور حضرت علی شیر خداری رضی اللہ عنہ اور خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے اور فیوض و برکات حاصل کرنے کا شرف حاصل تھا۔ آپ کا طریقہ قادری سروری سلسلہ سے مشہور ہوا۔ آپ کثیر التعمیرت بزرگ تھے۔ آپ کی چالیس کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ باقی خدا جانے کتنی ہوں گی جو زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں آپ کی اولاد میں سے حضرت مائیں نورا احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاص بزرگ تھے جن سے مرشدی فقیر نور محمد صاحب قادری سروری رح نے فیض حاصل کیا اور براہ راست بھی اویسی طریقے سے حضرت سلطان العسائریین سلطان باہو قدس سرہ کے مزار شریف سے فیض حاصل کیا۔

نقشبندیہ | سلسلہ نقشبندیہ کی ابتداء عہد اکبری میں حضرت خواجہ باقی باللہ رح سے ہوئی جو پیر و مرشد کے حکم سے دہلی وارد ہوئے لیکن اس سلسلہ کو فروغ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رح سے ہوا۔ آپ نے ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کی نزدیک اور نظریہ توحید شہودی کی تعلیم دی آپ کے ذریعہ ہندوستان کے کونہ کونہ میں نقشبندی طریقہ پھیل گیا۔

چند اور سلسلے جن کے معتقدین کی تعداد عرب ممالک میں زیادہ ہے یہ ہیں۔ شاذلیہ جس کی نسبت حضرت ابوالحسن شاذلی المتوفی ۶۵۶ھ سے ہے جنکی دعائے حزب البحر ہاں کے بہت صوفیوں کے وظائف میں شامل ہے۔ فارسیہ۔ یہ وہی طریقہ ہے جو مولویہ کے نام سے بھی مشہور ہے حضرت مولانا جلال الدین رومی کی طرف منسوب ہے۔ (المتوفی ۷۱۲ھ) اس میں غناء، موسیقی اور رقص بھی تصوف کا جزو ہے۔

طریقہ عمریہ۔ ابوالعباس احمد الیدومی کی طرف منسوب ہے۔ جن کی وفات ۷۱۲ھ میں ہوئی۔
رفاعیہ۔ احمد رفاعی المتوفی ۷۱۲ھ کی طرف منسوب ہے ان کے مریدین آگ کھا جاتے ہیں۔ ساپوں

سے اپنے آپ کو ڈسوائیٹے ہیں۔ ان میں اس قسم کی کئی عجیب العقول باتیں مشہور ہیں۔ ان سلسلوں کا اثر بھی ہندوستان پہنچا مگر سالیقہ مشہور چار سلسلوں میں مدغم ہو کر رہ گیا۔

ہر کمال کو زوال اور ہر عروج کو انحطاط سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔ تصوف بھی اب زوال اور انحطاط کی طرف مائل ہے۔ اب نئی روشنی کا زمانہ ہے سائنس اور فلسفہ کا عروج ہے۔ طبائع آزاد و متنش ہوتی جا رہی ہیں الحاد و دہریت زور پکڑتی جا رہی ہے صحیح صوفیائے کرام کی پوزیشن متصوفوں نے خراب کر دی ہے۔ جو تصوف رنگ آلود قلوب کے لئے صیقل کا کام دیتا تھا آج وہ خود رنگ خوردہ ادارہ بن گیا ہے۔ وہ خود صیقل کا محتاج ہے۔ تصوف کے زوال و انحطاط کے سلسلہ میں ایک دلچسپ قول کا بیان کرنا بے محل نہ ہوگا۔

وہ تصوف حال تھا۔ لیکن دور انحطاط میں برا حال بن گیا وہ احتساب تھا۔ لیکن اب اس نے

اکتساب کی صورت اختیار کر لی۔ وہ استنثار تھا۔ لیکن اب وہ اشہار و نظر آنے لگا۔ وہ سلف

کا دوسرا نام تھا۔ لیکن وہ خود سری اور بے علی بن گیا۔ پہلے وہ صدور کی عمارت تھا۔ اب غرور

کا مرکز بن گیا۔ پہلے نقشبت تھا۔ اب کلفت کا جامہ اس نے پہن لیا۔ پہلے وہ تخلیق تھا۔ اب تخلیق

ذچا پوسی (بن گیا) پہلے وہ قناعت تھا۔ اب اس نے قناعت کا روپ بھریا۔ (تاریخ تصوف اسلام)

لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تمام سنیوں کو اس رنگ میں رنگ گئے انفرادی طور پر ہر دور میں ایسے صوفی موجود رہے۔ اور اب بھی موجود ہیں جو ذاتی طور پر خوب ہیں اور رفتوں کے حامل ہیں۔ لیکن دور انحطاط کے آغاز کے بعد تصوف کا اجتماعی نظام بالکل درہم برہم ہو گیا۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور جہاد کے لئے بیعت کرنا قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن صوفیائے کرام میں جو بیعت معمول ہے وہ ان دونوں چیزوں کے لئے

نہیں ہے۔ اس لئے بعض اہل ظاہر نے اسے بدعت قرار دیا۔ لیکن مسلم ابو داؤد نسائی میں ایک حدیث ہے۔

حضرت عوف بن مالک اشجی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ نو آدمی تھے یا آٹھ یا

سات آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

بیعت نہیں کرتے ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ

کس امر پر آپ کی بیعت کریں۔ یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ان

امور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس میں کسی کو شریک مت

کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور احکام سنو اور مالوں

عن عوف بن مالک الاشجعی قال کتبنا

عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسعتا وثمانین اور تسعتا

فقال اکتبنا بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فبسطنا یدینا وقتلنا علی ما نبأ اجدک یا رسول اللہ

قال علی ان تعبدوا اللہ ولا تشركوا به شیئاً

وتصلوا الصلوات الخمس وتسمعوا واطیعوا۔

اس سے ثابت ہوا کہ اعمال ظاہری و باطنی پر استقامت کے لئے بھی بیعت کرنا اور معاہدہ لینا سنت ہے چنانچہ صوفیائے کرام میں آج تک یہی معمول چلا آ رہا ہے اس کے علاوہ اس میں حکمت یہ بھی ہے کہ شیخ کی اس پر توجہ ہو جاتی ہے اور مرید میں فرمانبرداری کا جذبہ بڑھتا ہے۔ جانبین میں خصوصیت بڑھنے سے محبت کا اثر بڑھتا ہے۔ شاہ رفیع الدین صاحب جنہوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے بیعت پر ایک مختصر فارسی میں رسالہ لکھا ہے۔ انہوں نے بیعت کو پانچ قسموں پر منقسم کیا ہے۔ یہ پانچ میں متحصر کرنا ان کا اشتقاق و محسوس ہے۔

بعض لوگ دنیوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے بزرگوں سے ربط و ضبط پیدا کرتے ہیں۔ ان کے ہاں آمد و رفت رکھتے ہیں بلکہ مرید بھی ہو جاتے ہیں لیکن ان کا مقصد وہی ہوتا ہے کہ دنیا میں کچھ منفعت حاصل ہو تو کبریٰ مل جائے، قرضہ اتر جائے، مال و دولت میں ترقی ہو یا اولاد نریمانہ ہو جائے یا بیماری سے شفا ہو جائے۔ اس قسم کی بیعت کا نام آپ نے بیعت معیشت رکھا ہے۔ اس کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ اس قسم کی بیعت حقیقت میں بیعت نہیں صرف نام کی بیعت ہوتی۔

اچکل لوگ عموماً ایسی بیعت کرتے ہیں جس کا مقصد تعویذ کنڈا، حکام میں سفارش کرانا ہوتا ہے، مشہور پیر خواہ اس میں ذرہ برابر بھی روحانیت نہ ہو اس لئے بیعت کر لیتے ہیں۔ کہ لوگوں میں وفار بن جائے کہ یہ فلاں بزرگ کامرید ہے۔ اس قسم کی بیعت فضول ہے۔ لہذا اس کتاب میں جو سچے پیروں کی پہچان لکھی گئی ہے۔ اس پر پوری طرح غور کر لینا چاہئے۔ خالی شہرت اور مریدوں کی کثرت کو دیکھ کر مرید نہ ہونا چاہئے۔ اس بات کو اچھی طرح دیکھ لیں کہ اس پیر کی طرف رجوع کرنے والے اہل علم و اخلاص ہیں یا اہل دنیا اور غرض پرست۔؟

اللہ تعالیٰ ایسے پیروں اور ایسی پیری مریدی سے بچائے۔

سہ زہار اناں قوم بناشی کہ فریبند !!
سخن را بسجودے و بنی را بہ درودے

بعض مشہور طریقوں کے صوفیوں اور بزرگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جو بشارتیں ملتی ہیں اور وعدوں سے سرفراز کئے جاتے ہیں جس طرح حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے

لا یموت مریدی الا علی الایمان (میرا مرید کبھی ایمان کے نہیں مرنے والا ہے۔)

عن استغاث فی کویت کشف عنہ ومن نادانی باسعی فی شکر فرحیت عنہ ومن

توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجتہ قضیت لہا یعنی جو کسی تکلیف میں مجھ سے فرمایا کرے وہ تکلیف رفع ہو جاتی ہے اور جو کسی سختی میں میرا نام لیکر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ حاجت بر آئے۔

یا جس طرح حضرت سلطان باہو نے فرمایا۔

سہ طالب بیاطالب بیاطالب بیا
 ہر کہ طالب حق بود من حاضر م ! ! !
 تا رہا نام روز اول با خدا ! ! !
 ز ابتدا تا انتہا بیک دم برم ! ! !

ان بشارتوں کو سن کر اس سلسلہ کے مشائخ سے ان گزر سے ہوئے بزرگوں کا نائب اور نمائندہ سمجھ کر لوگ ان سے سعادت حاصل کرنے کے لئے بیعت کر لیتے ہیں اس کا نام بیعت وسیدت ہے۔ اس بیعت کا شاہ صاحب فائدہ بیان کرتے ہیں۔

ثمرہ آن اتصال باں بزرگان سنت در قبر و مشہور و م یعنی اس طریقہ کے فوت شدہ بزرگ سے قبر اور خسر میں بیعت ادا و ایٹناں این طالب را وقتاً بعد وقت شکل کرنے والوں کو ایک قسم کا اتصالی رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور طالب یعنی مرید کو وقتاً فوقتاً ان بزرگوں سے ادا دلتی رہتی ہے۔

(نوٹ) مجھے اگرچہ کئی مشائخ سے خلافت حاصل ہے۔ تاہم میں اپنے آپ کو ابھی اس قابل نہیں سمجھتا اس لئے لوگ خواہ کسی بیعت سے بیعت کرنے کے لئے آئیں میں یہی بیعت وسیدت کی تیرت سے کرتا ہوں اس میں لوگوں کو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے نسبت پیدا کرنے اور حضرت سلطان باہر رحمت اللہ علیہ رالطہ ملنے سے کافی روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے میں اپنے سب مریدوں کو اپنا پیر جیٹا ہوں کہ ہم سب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید ہیں۔ پیر و مرشد صرف وہی ہیں۔

پہر حال شاہ صاحب کے نزدیک پیر پیری مریدی ایک ایسی شکل ہے جسے کلیتہً بے فائدہ قرار نہیں دیا جاسکتا جیسے بیعت معیشت تھی بلکہ بیعت وسیدت سے دنیا و آخرت میں بیعت کرنے والوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ایسا فائدہ جس کی توقع بغیر بیعت کئے حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اس میں بھی اتنی شرط ضرور ہے کہ بیعت کرنے والے کی نسبت نام ہو اگر اس کے اعمال ہی اس قسم کے ہوں کہ وہ بزرگ ہی اس پر ناراض ہو اور اس کا سلسلہ منقطع ہو تو پھر اتنا فائدہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس اتصالی رشتہ سے فیض پہنچانے میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سلسلہ میں فیض پہنچانے کی زندہ فقروں سے بھی زیادہ طاقت بخشی ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب "ہمعات" میں فرماتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے چتے سلسلے چلتے ہیں ان میں سب سے قوی الاثر بزرگ جنہوں نے راہ جذب کو باحسن و جود طے کر کے نسبت ایسی کی اصل کی طرف رجوع کیا اور اس میں نہایت کامیابی سے قدم رکھا۔ وہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی ذات گرامی ہے۔ اسی بنا پر آپ کے متعلق کہا گیا ہے کہ موصوف اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔"

تفہیمات کے ۸۸ میں نوادر بھی واقع افظوں میں لکھا ہے۔

اِنَّ الشَّيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ لَشُعْبَةٌ مِنْ سُرِّيَّاتِ فِي الْعَالَمِ وَقَالَ لَكَ اِنَّكَ لَمَامَاتِ صَارَ يَهَيْتَنَ الْمَلِكُ الْاَعْلَى
 وَاَنْطَبِحَ فِيهَا الْوَجُودَ السَّارِيَ فِي الْعَالَمِ رُكَّاهُ

یعنی حضرت شیخ کو اس دنیا میں سرایت کر جانے یعنی گھل مل جانے کا ایک خاص حصہ عطا ہوا ہے۔ بیشک فوت ہونے کے بعد وہ ملا اعلیٰ کی طرح ساری دنیا پر پھلتے ہوئے ہیں۔ یہ عبارت دہلیوں و یونانیوں کے لئے خاص طور پر قابل غور ہے۔

اور حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا توفیق ہی قبر مبارک سے شروع ہوا ہے۔ اسی لئے صحیح نسبت پیدا کرنے والوں کو وہ بے انتہا فیض پہنچاتے ہیں۔

نام فقیر تنہا نذا حضرت باہو قبر چہاندی بیوسے ہوا!

اس بیعت کی تعریف میں شاہ صاحب نے لکھا ہے۔

بیعت شریعت

اس میں چونک پیدا ہوتی ہے۔ اپنے حال پر نادم ہوتا ہے۔ اس وقت اس کا جی چاہتا ہے

کہ پرہیزگاری اور فرمانبرداری میں اپنی زندگی کا باقی حصہ گزار دے۔ پھر فرماتے ہیں۔

مدیہ کسی پرہیزگار عالم کی نگرانی اپنے ظاہر و باطن پر حیب تک قائم نہ کر لی جائے اسی کے فیصلوں

کا تابع اپنے آپ کو نہ بنا لیا جائے۔ عام حالات کے لحاظ سے شرعی مطالبات کے مطابق

اپنے آپ کو کر لینا آسان نہیں ہے۔ شریعت کی کتابوں کو دیکھ کر اپنی اصلاح اس کی مثال

وہی ہوگی کہ فن طب میں کمال حاصل کئے بغیر کوئی اپنا علاج طب کی کتابوں کو دیکھ دیکھ

کر کرنا شروع کر دے ظاہر ہے کہ مزاج کو اپنی اصلی حالت کی طرف لے آنا اور بیماری کا ازالہ

جیسے محض طبی کتابوں کی مدد سے دشوار ہے۔ اسی طرح شریعت کی فقط کتابیں دیکھ کر صحیح

دینی زندگی کے حاصل کرنے میں کامیابی آسان نہیں ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ جیسے کتابوں کو دیکھ کر کام نہیں چلتا ایسے ہی کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھ لینا

یہ بھی کافی نہیں ہے۔

”جو مولوی یا عالم مل جائے اس کے قول کے مطابق عمل میں بڑی پریشانیوں پیش آتی ہیں

آدمی حیرانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مولویوں میں بھی ہر شخص ظاہر ہے کہ فکر جمع دھواس

والا ہی نہیں ہوتا۔“

ان تجربوں کی بنیاد پر ندامت و توبہ کے بعد کسی خاص عالم کا انتخاب کر کے اسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ہیں۔

مقصد یہی ہوتا ہے کہ ان کی تربیت و نگرانی کے تحت شریعت کے مطابق زندگی گزارنا آسان ہو جائے اسی کا نام

بیعت شریعت ہے۔ پھر شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اسے بھی سوچ سمجھ کر اختیار کرنا چاہیے۔ اس میں کم از کم یہ

”یکے خدم مسابلت و مداہنت در مقام امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔“

یعنی پہلی خصوصیت تو اس میں یہ ہونی چاہیے کہ شریعت کے مطالبات کی تعمیل کرانے اور جن باتوں سے شریعت منع کرتی ہے ان کے متعلق سہل انگاری اور نرمی چشم پوشی سے کام نہ لینا ہو۔

اس میں دوسری شرط یہ ہونی چاہیے۔ ”یعنی مرید کے افتاد طبع فطری میلانات استطاعت و استعداد کا صحیح اندازہ کر کے وہ ان ہی باتوں کی طرف اس کی رہنمائی کرے جو اس کے لئے بہتر ہوں اور آسان ہوں۔“

پھر ”بیعت شریعت“ کرتے وقت مریدوں کو شاہ صاحب نے مشورہ دیا کہ

”اپنے نصب العین تک پہنچنے کے لئے یعنی زندگی کو شرعی مطالبات کے مطابق بنانے کے مقصد میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اختیار کی رگام اس پیر کے ہاتھ میں دے دے اور ان کے حکم کی پیروی کرے۔“

پھر لکھا ہے کہ اس قسم کی بیعت کرنے والوں کو۔

”آخرت میں جہنم کے عذاب سے چھڑکارا نصیب ہوگا۔ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میسر آئے گی۔“

اس میں شک نہیں کہ یہ بھی ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ لیکن اس نجات کو آخری نصب العین قرار دے لینا صحیح نہیں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مرد مومن سے جو وعدے کئے ہیں یعنی ”احسان“ اور محسنوں کے طبقہ میں شریک ہونا ان کا حصول بلند تر مقام ہے۔ اسی لئے آپ نے دو مزید قسمیں بیعت کی اور بیان فرمائیں۔

اس کے متعلق ارقام فرماتے ہیں ”بلند ارادے اور ہمت والے لوگ اولیاء کی تعریفیں اور ان کی بزرگی کے قصے سنتے ہیں اور اس طبقہ کے عجیب و غریب حالات ان کے گوش گزار ہوتے ہیں۔ مثلاً سنتے ہیں کہ لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں دلوں پر نصرت کرتے ہیں۔ اور قلوب ان کے مسخر ہوتے ہیں۔ مردوں کے حال سے ان کو آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ آئندہ پیش آنے والے واقعات کا علم ان کو ہوتا ہے اور پاک روحوں سے ان کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی باتیں سننے سننے سے سنتے والوں کے دلوں میں ان باتوں کا شوق پیدا ہوتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ ان کمالات کو حاصل کیا جائے۔“ چنانچہ اس کے لئے تلاش شروع ہوتی ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں ”کسی ایسے آدمی کا انتخاب وہ کرتا ہے جو مذکورہ بالا کمالات سے سرفراز ہو اور خود اس قسم کے آثار کا ظہور اسی شخص کی قات سے ہو رہا ہو اور اپنا پیر یا شیخ ان ہی کو بنا لینا چاہتا ہے۔ اور اسی کی پیروی کی جاتی ہے اور جن نفسانی و

وجہانی مجاہدات کا حکم شیخ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اسی کی تعمیل کر کے مرید بھی اس راہ کا ماہر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے نصب العین کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ”پھر شاہ صاحب مجاہدات نفسانی اور جہانی حاصل کرنے کی مزید تشریح فرماتے ہیں ”اس راہ میں روح کو جہانی آلائشوں سے پاک کرنا اور روحانی انوار اور ربانی اسما سے اسی روح کو مکمل آراستہ کرنا پڑتا ہے۔“

اس کا نتیجہ بقول شاہ صاحب یہ ہوتا ہے کہ وہ جو اس راہ میں کامل و مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کی ذات مرجع انام بن جاتی ہے۔ اور۔

”مبدیہ فیض گشتن برائے بندگان الہی و یعنی اللہ کے بندوں کے لئے فیض کا سرچشمہ اور لوگوں کی مشکلات حل مشکلات۔“

کے حل کا ذریعہ اس کی ذات بن جاتی ہے۔

اس بیعت کا نام ”بیعت طریقت“ ہے۔

عموماً خشک مزاج ملاطبات جس طرح ”بیعت شریعت“ ہی کو تصوف کا اول و آخر سمجھتے ہیں اس طرح صوفی نہاد لوگوں میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ ”بیعت طریقت“ کے بعد اور کوئی مقام نہیں مگر شاہ صاحب نے آخری ایک اور قسم جس کو بیعت حقیقت سے موسوم کیا ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں ”حق تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو رذائل ہی سے انتخاب کر لیتے ہیں۔ اور ان کی رذلوں میں اپنی ذات کی محبت و عشق کا غم رکھ دیتے ہیں۔ کسی نہ کسی وجہ سے فطرت کا لالچ ان کے اندر چھپا رہتا ہے ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کائنات کا جو پردہ ان کے اور خدا کے درمیان ہے۔ اس کو درمیان سے ہٹا دیں اور حق کا دروازا حضور ان کو حاصل ہو وہ خدا کے سچے عاشق ہوتے ہیں۔ وہ ہنس دل سے چاہتے ہیں کہ خدا ہی کے وجود کے ساتھ ان کی بقا و البستہ ہو جائے لیکن بغیر انبیاء علیہم السلام کے ہر شخص میں اس کی صلاحیت نہیں ہوتی کہ بغیر کسی کی مدد کے خود بخود پہنچ جائے لہذا حق تعالیٰ اس راہ کے ارباب کمال میں سے کسی صاحب کمال کو ان لوگوں کی تربیت کے لئے مقرر فرما دیتے ہیں۔ (مقالات احسانی)

مضمون بالا سے بیعت کی ضرورت و اہمیت کی فلاسفی بھی واضح ہو گئی کہ ہر مقام میں رہنا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر انسان خود بتیا نہیں ہے تو کسی آنکھوں والے کے کندھے پر ہاتھ رکھ لے بنظر منزل پر پہنچنے کی صورت یہی ہے۔ کہ اپنے پاؤں سے چلے اور کسی رہبر کا ہاتھ پکڑ لے الغرض عبادۃ اللہ یہی ہے کہ کوئی کمال بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوتا مولانا روم فرماتے ہیں۔

بیعت کی ضرورت

سہ گز ہوئے اس سفر داری دلا ! دامن رہبر بگیر و پس بیا !
 بے رقیبے ہر کہ شد در راہ عشق ! عمر بگذشت و شد آگاہ عشق
 یعنی اگر اس سفر کی خواہش ہے تو رہبر کا دامن پکڑ کے چلو اس لئے کہ جو عشق کی راہ میں بغیر
 رقیب چلا اس کی عمر گزر گئی اور وہ عشق سے آگاہ نہ ہوا۔

یار یارید راہ را تنہا مرو بے قلاؤ ز اندریں صحر امشو
 یعنی یا طنی راستے کیلئے کوئی رقیب ساتھ لے لو تنہا اس راستہ کو طے کرنے کا ارادہ نہ کرو کیونکہ تنہا اس کو قطع نہیں کر سکتے
 پھر مرشد کامل کی تلاش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس وادی میں ہزاروں لیٹے بھی پھرتے ہیں انسانی لباس
 پہن کر ایمان کے ڈاکو اور انسانیت کے دشمن ذہاب فی ثنیاب پکڑوں میں پھیرائے بہت ملتے ہیں۔

ہاے بسا ایس آدم ہوتے بہت پس بہر دستے بسا مداد دست
 اس لئے شیخ کامل کی پہچان کی علامات تحریر کر دی گئی ہیں ان کو بڑھ لیں۔ انسان جب کسی کامل پیر
 کی بیعت کرتا ہے تو سب سے پہلے اسے اس سلسلہ باطنی کا فیض بخود بخود حاصل ہونا شروع ہو جاتا ہے جس
 طرح کسی شخص نے بجلی کا کنکشن لیا ہو تو دوسرا شخص اس کی تار سے اپنی تار کا کنکشن جوڑ دے تو وہ بجلی اس
 کے پاس بھی پہنچ جائے گی۔ اسی طرح مدینہ طیبہ کے پاور ہاؤس سے روحانی بجلی کا تار ہر پیر و مرشد کے کھنپے
 سے ملتا ہوا جب کسی کے پاس پہنچتا ہے۔ تو اس کے قلب کا بلب بھی نور معرفت کی ضیاءوں سے جگمگا اٹھتا ہے
 اب اگر کسی جگہ سے بھی تار ٹوٹ جائے گا۔ تو بجلی کا آنا فوراً موقوف ہو جاتا ہے۔ اس طرح اگر کسی پیر و مرشد سے عقیدت
 و محبت کا تار ٹوٹ گیا تو فیض کا آنا رک جاتا ہے پھر جتنی پاور کا بلب ہو گا۔ اتنی بجلی اپنے اندر کھینچے گا۔ اس طرح ہر
 شخص اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے۔ اگر بلب فیوز ہو جائے تو پھر بھی بجلی کچھ فائدہ نہیں دے
 سکتی اس لئے اگر انسان خدا نخواستہ بید عقیدہ، منافق یا کافر وہابی یا رافضی یا پکڑ الوی یا قادیانی ہو جائے تو وہ فیوز
 بلب کی طرح ہے وہ بھی فیض حاصل نہیں کر سکتا لہذا ایمان کی تاروں کا جو قلب کے بلب میں لگی ہوئی ہیں ان کا
 درست ہونا بھی ضروری ہے۔ پھر اگر کسی مشینری کے لئے کنکشن لیا ہو اور مشینری جام ہو کام نہیں کرتی وہاں بھی پاور
 کچھ نہیں کر سکتی۔ بجلی کا کام صرف اسے حرکت دینا ہے کام مشین نے خود کرنا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے پیر و مرشد سے
 کنکشن جوڑ لیا لیکن مجاہدہ و ریاضت سے جی چراتا ہے۔ جو ملتا اور مشقت کرنا نہیں چاہتا تو پاور کیا کرے گی۔ اسی
 لئے مجاہدہ بھی ضروری قرار پایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا الْبِرَّ لِتَنبَغِ لَكُمْ**
فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ ہاے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش
 کرو اس کے بعد مجاہدہ بھی کرو تب تم کامیاب ہو گے۔

Marfat.com

دوسری جگہ ارشاد فرمایا الذین جاہدوا فی اللہ سبیلنا جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنی طرف آنے کے راستے کھول دیتے ہیں۔

اصل مبداء فیض خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ لیکن وہ فیض ملتا پیٹھ ہی کے واسطے سے ہے۔ براہ راست اس فیض کو حاصل کرنا ایک عام انسان ضعیف النبیان کے لئے بہت مشکل ہے۔ جس کی ایک صفاتی بجلی نے کوہ طور کو جلا دیا اور موٹے علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کو بے ہوش کر دیا وہ ہم جیسے کمزور انسان کیسے برداشت کر سکتے ہیں جیسا کہ پاور ہاؤس سے بجلی نکل کر پیلے ایک جگہ کم کی جاتی ہے۔ پھر وہاں سے تار نکال کر گھر کے میٹر میں آتی ہے۔ تب جا کر بلب اسے برداشت کرتا ہے اگر براہ راست اس کا کنکشن پاور ہاؤس سے جوڑ دیا جائے تو وہ بلب جل جائے گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اس لئے فیض کا ہم تک ان واسطوں سے پہنچنا ہی ضروری ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے نہ ہیں ہمارے ہاتھ سب کے اولیاء کے ہاتھ ہیں۔ اولیاء کے ہاتھ ہیں مشکلتہا کے ہاتھ ہیں دستگیری کل کی ٹھہری مصطفیٰ کے ہاتھ ہیں اور دست مصطفیٰ پہنچا خدا کے ہاتھ میں

پھر تجربہ سے ثابت ہے کہ فیوض باطنی حاصل کرنے کے لئے پیر و مرید کی باہمی مناسبت **مناسبت شیخ و مرید** بھی ضروری ہے۔ مناسبت کا مطلب یہ ہے کہ پیر و مرشد سے اس قدر موانست و محبت ہو جائے کہ پیر کے ہر قول و فعل سے مرید کے دل میں نفرت پیدا نہ ہو بلکہ شیخ کی سب باتیں طبعی طور پر پسند ہوں اور مرید کی سب باتیں شیخ کو پسند ہوں یہی مناسبت پیدا کرنا شرط ہے۔ پیر کو چاہیے کہ مرید کے طبعی میلانات و احساسات کو جانچ کر اس کو ریاضت پر لگائے اور مرید کو چاہیے کہ وہ پیر کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کر دے مولانا رومی فرماتے ہیں۔

چوں گرفتاری پیر ہیں تسلیم شو !!!
بچو موٹے زہر حکم خضر زہر

یعنی جب تم نے پیر و مرشد کو منتخب کر لیا ہے تو اس کی ہر بات کو مانو موٹے علیہ السلام جس طرح نہ فر کے ساتھ گئے تھے ان کو ختم علیہ السلام کا ہر حکم ماننا پڑنا خواہ ان کا جی نہیں مانتا تھا۔ پھر اپنے حالات کی اطلاع پیر و مرشد کو دیتا رہا اس سے اللہ تبارک و تعالیٰ بڑھائے۔ اگر یہ مناسبت پیدا نہ ہو تو سب مجاہدات، ریاضات و مراقبات و مکاشفات بیکار ہیں قطعاً کوئی نفع نہیں ہوگا۔ اگر طبعی مناسبت نہ ہو تو عقلی ہی پیدا کر لی جائے اس سے بھی فائدہ ہو جائے گا۔ تاہم نفسی مناسبت ضروری ہے اس کی مثال بھی بجلی سے ہی دینی پڑے گی۔ کیونکہ پیر و مرشد کے استعمال کی چیز ہے۔ اس سے بانٹ جلدی سمجھ آ سکتی ہے۔ وہ مثال یہ ہے کہ آپ نے ایک ٹیلی فون خریدنا جو ڈی سی بجلی کے کرنٹ کو قبول کرتا ہے۔ لیکن آپ کے ہاں اسے سی کی بجلی ہے تو اب یہ نیکھا بیکار ہے کیونکہ اس بجلی سے مناسبت ہی نہیں اس لئے آپ کو اسے سی کا پنکھا ہی لانا پڑے گا۔ تب اس سے فائدہ

اٹھا سکیں گے۔ ناہم

ریاضت و مجاہدہ کی طرح صحبت شیخ بھی اس سلسلہ میں ضروری قرار دی گئی ہے صحابہ کرام کے سب

صحبت شیخ

عالم نہ تھے مگر ایک ادنیٰ صحابی کی فضیلت کو بڑے بڑے غوث و قطبِ محدث فقہیہ کیوں نہیں پہنچ سکتے اس لئے کہ ان کو صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نصیب تھی۔ صرف صحبت نے ان کو اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیا یہ قاعدہ ہے کہ کوئی برہمن کسی بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر بڑھئی نہیں بن سکتا درزی کے پاس بیٹھے بغیر سوئی پکڑنے کا طریقہ بھی نہیں آتا۔ خوشنویس کے پاس بیٹھے بغیر قلم پکڑنے کا صحیح طریقہ نہیں آسکتا اور خوشنویس نہیں بنا جاسکتا تو جھلا بغیر شیخِ کامل کی صحبت کے کیسے کامل بنا جاسکتا ہے۔

۳۰ صحبت نیرکان اگر یک ساعت است بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

۳۱ یک زمانہ صحبت با اولیاء ! بہتر از صد سالہ طاعت ہے ریاء !

(۱) اہل اللہ کی صحبت سے عمل کا شوق بڑھتا ہے۔

(۲) اہل محبت کی صحبت سے محبت بڑھ جاتی ہے۔

(۳) باریار حبیب شیخ کی تعلیم کی آواز کالوں پر پڑتی رہتی ہے تو لازمی اصلاح ہو جاتی ہے۔

(۴) شیخ کے اندر جو چیز ہے وہ آہستہ آہستہ آپ کے اندر بھی آ جائے گی۔

(۵) شیخ کی خدمت کرنے سے شیخ کی محبت بڑھے گی جو سب سے زیادہ نفع بخش ہے۔

(۶) کسی وقت شیخ کی نگاہ میں خاص و جیدانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت جو بھی اس کے سامنے آ جاتا ہے اس کو رنگ دیتا ہے۔

(۷) ویسے بھی ان کے قلوب نور سے روشن ہوتے ہیں ان کے پاس رہنے سے نور آتا ہے ظلمت بھاگ جاتی ہے۔

غرضیکہ سینکڑوں فوائدِ صحبتِ شیخ میں رہ کر حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن اگر خدا نخواستہ آپ ان کے پاس زیادہ نہیں ٹھہر سکتے تو ان کی تعلیم پر کار بند رہیں اور کبھی اگر قبضِ صحبت سے قلب کو منور کر لیا کریں اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو کم از کم شیخ کے ملفوظات اور اس کی لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ ہر وقت کرتے رہا کریں اس کتاب کے ہر لفظ میں شیخ کے نور کی بجلیاں سمائی ہوئی ہوتی ہیں۔ ہمارے سلسلہ قادری سرور میں زیادہ تر کتابوں کو ہی پر صحبت بناتے ہیں جس سے کما حقہ فائدہ ہوتا ہے۔

مضور قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سب باتیں کتابوں میں لکھ دی ہیں ہر ایک طالب علم کو الگ الگ تعلیم دینے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اتنی فرصت ہے۔ چنانچہ جو سوال بھی فقیرو معرفت کے سلسلہ میں آپ سے کرتے تھے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس کو میں نے فلاں کتاب میں واضح طور پر لکھ دیا ہے۔ یا حضور سلطان العارفین قدس سرہ کی کسی کتاب کا حوالہ دے کر سوال کا جواب دے دیتے تھے ہر حال سب سے زیادہ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو کسی کامل مرشد کی صحبت نصیب ہو گئی ہو۔

رابطہ شیخ

جب طالب صادق کسی کامل پیر و مرشد کے ساتھ روحانی باطنی رشتہ قائم کرتا ہے۔ تو اس کے اور شیخ کے درمیان ایک نسبت پیدا ہو جاتی ہے یا یوں سمجھئے کہ ایک نوری لطیف دھلگے سے وہ شیخ سے مربوط ہو جاتا ہے۔ اسی نوری رشتہ سے باطن میں شیخ کے قلب سے نور کا فیضان ہوتا رہتا ہے۔ شیخ بیعت کرنے کے بعد طالب کے قلب میں اسم اللذات کا نوری لطیفہ ڈال دیتا ہے۔ جس طرح رحم مادر میں بچہ کی نشوونما ہوتی رہتی ہے اسی طرح یہ نوری لطیفہ بھی بڑھتا رہتا ہے۔ جس طرح مال کی طرف سے ٹھون کی غذا بچہ کو ناف کے ذریعہ پہنچتی رہتی ہے۔ اسی طرح یہ معنوی لطیف نوری بچہ شیخ کی توجہ سے غذا حاصل کرتا رہتا ہے۔ آخر کار اپنی مدت مقررہ کے بعد یہ روحانی طفل معنوی بیٹیہ ناسوتی کو توڑ کر مرغ لاہوتی کی طرح باہر آ جاتا ہے یہ طفل معنوی عالم ملکوت میں پرواز کرتا ہے۔ دن بدن بڑا ہوتا جاتا ہے۔ یہ نوری معنوی وجود تیب بلوغ کو پہنچتا ہے۔ تو مجلس انبیاء و اولیاء میں حاضر ہوتا ہے۔ اس نوری وجود سے شیخ عالم ناسوت ملکوت میں تصرف کرتا ہے۔ بعض لوگ رابطہ پیدا کرنے کے لئے شیخ کی صورت کا تصور کرتے ہیں حضور قبلہ فقیر صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ چنداں مفید نہیں کیونکہ اصل مقصود تصور اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہے۔ مگر وہ مرئی نہیں اس کا تصور ناممکن ہے۔ اس لئے اس ذات کے قائم مقام اس کے ذاتی اسم اللہ کا تصور کرے۔ بعض اذقات و سادس شیطانیہ کو دور کرنے کے لئے تصور شیخ مفید ہوتا ہے۔ لیکن اس میں اتنی ترمیم کرنی چاہئے۔ کہ شیخ کی صورت حاضر کر کے شیخ کے بیٹے یا پیشانی پر تصور اسم ذات کرتا ہے۔

اس سے سادس بھی رفع ہوں گے اور تصور اسم ذات سے اس کی روحانی پرورش بھی ہوتی رہے گی۔ وہی نوری وجود جس کی شکل بالکل شیخ کی طرح ہوتی ہے بعض اذقات متمثل ہو کر سامنے آ جاتی ہے مشکل وقت میں طالب کی امداد کرتی ہے عالم نوبیا میں کئی طالبوں کو ہدایات دینی رہتی ہے اور بعض دنہ تہجد اور دیگر عبادات کے لئے بیدار کر دیتی ہے اکثر طالبوں سے اس قسم کے واقعات آپ سنین گئے کہ وہ شیخ کی عینی مدد کے واقعات بیان کر رہے ہیں۔ حالانکہ بعض اوقات شیخ کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا ابھی چند روز ہوئے میرے ایک مخلص نے واقعہ بیان کیا کہ کارخانہ میں مجھ سے ایک ایسی غلطی سرزد ہو گئی کہ میرے افسر نے مجھ سے نمبر چھین لیا اور مجھے کارخانہ سے باہر نکل جانے کی کہا تھا۔ انتہائی پریشانی کے عالم میں باہر جا رہا تھا کہ دیکھا کہ میرے مرشد دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ یہیں ٹھہر جاؤ۔ گھبراتے کی کوئی بات نہیں اور پھر آپ غائب ہو گئے ہیں وہیں کھڑا رہا غھڑی دیر کے بعد افسر نے مجھے واپس بلا لیا اور معافی دے دی۔ حالانکہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں تھا وہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ آپ ہی آئے تھے میں نے سمجھ لیا کہ یا تو کوئی موکل ہو گا یا وہ نوری وجود جو شیخ کی صورت میں متمثل ہو کر یہی امداد کرتا ہے وہ ہو گا واللہ اعلم بالصواب۔

مالک کے لئے ایک اہم اور ضروری شے استقامت بھی ہے جس کے بغیر یہ راستہ طے کرنے کا نام نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم

استقامت

استقاموا فنزل علیہم الملائکۃ یشک وہ لگ جہنوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر پختہ ہو گئے ان پر رحمت کے فرشتے اترتے ہیں، حدیث میں ہے سکتی و اوقات جوار استقیما دربیانی راہ اختیار کرو۔ اور قرب تلاش کرو۔ اور اس پر ڈٹ جاؤ، مقصد یہ ہے کہ انسان جب اراد وظائفہ اور اشتغال باطنیہ شروع کرتا ہے تو اس میں اسے حد اعتدال سے نہیں بڑھنا چاہیے وہ تھوڑا کرے مگر ہمیشہ کرے بعض اوقات لوگ کثرت سے وظائف، نوافل، تصور شروع کر دیتے ہیں اور پھر اکتا جاتے ہیں تو فرض نماز کو بھی ترک کر دیتے ہیں اس طرح کرنے والا ہمیشہ اس رادی ہیں بھگتا رہتا ہے اور کبھی اس کو راستہ نہیں ملتا بہترین مفید عمل وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ جاری رہے۔ پھر ان اشغال کو اس حسن ظن اور یقین کامل سے کرے کہ ہر حال میں اسے اعتماد ہو کہ یہ ہو کر رہے گا۔ بعض لوگ تصور اسم ذات دو چار ماہ کر کے چھوڑ دیتے ہیں کہ اس میں ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوا۔ بعض دودن وظیفہ کر کے کہتے ہیں ہمیں تو کچھ نہیں ملا۔ کوئی ایسی چیز بتاؤ کہ ادھر ادھر کچھ ہو جائے اس قسم کے جلدی نپند لوگ اس راہ سلوک میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ یہاں تو مدتوں ایمان بالغیب کے ساتھ طمانیت سے چلنا پڑتا ہے۔

سدا ہاں سنبھل کر رکھنا بانا محبت میں قدم یہ وہ سودا ہے کہ جس کا نقد جاں بیعانا ہے

بعض لوگ صاحب استعداد ہوتے ہیں جلد کامیاب ہو جاتے ہیں بعض بہت دیر سے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کسی کی محنت و مشقت کو ضائع نہیں کرتا ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین کبھی نہ کبھی ضرور کوشش بار آور ہو جاتی ہے

۴

سہ سلجھ سکتی نہیں اسے دوست یہ تقدیر کی منطلق چڑھانے خم پر خم کوئی، کوئی قطرہ کو بھی تر سے

حضور قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جس کو بیعت کرتا ہوں اسے ٹکٹ دے کر گاڑی پر سوار کر دیتا ہوں وہ منزل

کی طرف اسی دن سے روانہ ہو جاتا ہے مگر منزل پر تو وقت سے پہلے نہیں پہنچ سکتا۔ پھر آہستہ آہستہ پیرو مشد کی

خدمت کرنے سے عنایات ہوتی ہیں جس نے حمیرا مراد کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ہو وہ بغیر کامل اعتماد حاصل

کئے بغیر باطنی کیسے مضایت کر سکتا ہے حضرت پیر صاحب کو لائی مدظلہ العالی نے ایک نشانہ مثال سے یہ بات سمجھائی کہ انسان

جب کسی کو نوکر رکھتا ہے تو اسے ایک پیسہ دیتا ہے جب ایک روپے کا اعتماد حاصل ہو جائے کہ یہ ضائع کرنے والا نہیں تو دوسرے

دیتا ہے جب مالک نوکر کو اس پر بھی آزمائتا ہے تو سو روپے دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس پر مکمل اعتماد حاصل ہو

جائے تو اس کو خزانے کی چابیاں بھی دے دیتا ہے۔ لہذا سب سے پہلے مرشد کو اپنے مخلص محب ہونے کا یقین

دلاؤ پھر وہ خزانے کی چابیاں بھی آپ کے حوالے کر دے گا۔

سہ اتہیں اعتبار الفت جو نہ ہو سکا ابھی تک میں سمجھ گیا یقیناً ابھی مجھ میں کچھ کمی ہے۔

اب چند سوالات مع جوابات کا جو عام طالبوں کے دلوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ذکر کرتا ہوں۔

سوال یہ کیا کوئی طالب ایک شیخ کو چھوڑ کر کسی دوسرے شیخ سے بیعت کر سکتا ہے؟

جواب ۱۔ چند وجوہات کی بنا پر چھوڑ سکتا ہے۔

۱۔ اگر نادانی یا غلطی سے کسی ایسے پیر سے بیعت کر لی۔ جو شرع کا پابند نہیں یا یہ معلوم ہو گیا کہ پیر جاہل ہے اسے تو قہوت سے مس بھی نہیں محض بناوٹ تھی تو پھر ساری عمر اس سے پناہتا رہے سخت غلطی ہے۔ کیونکہ جو خود اہل نہیں وہ دوسرے کو کیسے واصل کرے گا ایسے پیر سے بیعت توڑ لینا لازم ہے۔ صحیحۃ اہل البدعۃ تو سب الاغراض عن الحق رغلط لوگوں کی صحبت اللہ سے منہ موڑ لینے کا باعث ہے)

۲۔ اگر کوئی شخص کسی متشرع نیک شیخ کی خدمت میں خوش اعتقادی کے ساتھ ایک معتد بہ مدت تک رہے مگر اس کی صحبت میں تاثر نہ پائے تو اسے چاہئے کہ دوسری جگہ اپنا مقصود تلاش کرے کیونکہ مقصود خدا تعالیٰ کی ذات ہے نہ کہ شیخ لیکن شیخ اول سے بد اعتقاد نہ ہو ممکن ہے کہ وہ کامل و مکمل ہو مگر اس کا حصہ وہاں نہ تھا!

۳۔ اسی طرح اگر شیخ کا انتقال قبل حصول مقصد ہو جائے یا وہ اتنی دور چلا جائے کہ ملاقات کی امید

نہ ہو جب بھی دوسری جگہ تلاش کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ قبر سے فیض لینا کافی ہے دوسرے شیخ کی کیا ضرورت ہے کیونکہ قبر سے فیض تعلیم نہیں ہو سکتا۔ البتہ صاحب نسبت کو احوال کی ترقی ہو سکتی ہے۔ سو یہ شخص تو ابھی محتاج تعلیم ہے ورنہ کسی کو بھی بیعت کی ضرورت نہ ہوتی لاکھوں قبریں کابلین بلکہ انبیاء علیہم السلام کی موجود ہیں اس میں بھی یہ شرط ہے کہ اسے جہاں سے بھی فیض ملے اس کو اپنی پیر ہی کا فیض سمجھے اور اپنے سابق پیر سے بد اعتقاد نہ ہو کوشش یہ کرے کہ اپنے پیر ہی کے سلسلہ میں کسی سے بیعت کرے ورنہ غیرت شیخ سے بعض اوقات رجعت کا خطرہ ہوتا ہے۔ بلا ضرورت محض ہوسنا کی سے کئی کئی بیعت کرنا بہت بُرا ہے اس سے بیعت کی برکت جاتی رہتی ہے اور شیخ کے دل میں ناراضگی پیدا ہو جاتی ہے اس سے نسبت کے منقطع ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور پھر جانی مشہور ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے کوئی شیخ بھی فیض نہیں دیتا۔

۴۔ ایسے کی دوستی پہ بھلا کیا ہوا اعتبار ہم سے کبھی ملے کبھی دشمن سے جا ملے

سوال یہ شیخ کی زندگی میں کسی دوسرے بزرگ آدمی کی خدمت میں جا سکتا ہے؟

جواب ۱۔ شیخ کے ماسوا کسی دوسرے شیخ کی خدمت میں دو شرط سے جا سکتا ہے ایک تو یہ کہ اس

کا مذاق اپنے شیخ کے خلاف نہ ہو دوسرا یہ کہ اس سے تعلیم و تربیت میں سوال نہ کرے حال زیارت کرے یا کوئی تعویذ وغیرہ لے لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال کیا اپنے شیخ کو سب پیروں سے افضل سمجھے؟

جواب: ہر انسان شیخ کو سب سے افضل سمجھ کر ہی اس سے بیعت کرتا ہے لیکن اس میں ایک اشکال ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "و فوق کل ذی علم علیم" ہر علم والے پر ایک زیادہ علم والا ہے، اس لئے اس طرح سمجھے کہ میری تلاش سے زندہ لوگوں میں اس سے زیادہ نفع پہنچانے والا شخص مجھ کو نہیں مل سکتا۔

تصوف میں پیسوں ہی نہیں بلکہ سبکدوشوں طریقے مروج ہیں جن کی ایک لہر فہرست

اختلاف سلاسل کی حیثیت کتابوں میں پائی جاتی ہے لیکن ہر طریقہ اور سلسلہ میں خصوصی شان کی بنیاد پر یہ خیال

کر لیتا کہ ان طرق و سلاسل میں کوئی اساسی اور بنیادی اختلاف ہے غلط ہے اہل طریق جانتے ہیں کہ یہ قطعاً بے بنیاد خیال ہے اس خصوصی شان کے اختلاف کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ بعض بزرگوں کا اس کی نسبت یہ قول ہے "عددا الطرق الی اللہ للناس لیکن الانفاص یعنی جیسے ہر شخص کی سانس دوسرے شخص کی سانس سے مختلف ہے اسی طرح صوفیت کے طریقے اور سلسلے مختلف ہیں۔"

قادری نقشبندی سہروردی چشتی سب کے متعلق یہ یقینی طور پر کہا جاتا ہے کہ ان میں ہر طریقہ صحیح اور درست

ہے اختلافات جو کچھ صوفیوں میں پائے جاتے ہیں اس کا تعلق ان کے فطری رجحانات اور ان کے خصوصی حالات سے ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب تفسیرات میں طریقہ نقشبندیہ کا ذکر کرتے ہیں "شیخ بہاؤ الدین طریقہ نقشبندیہ کے امام ترکوں کی سرزمین میں مقام احسان کی تجدید کے لئے مقرر کئے گئے ترک قوم میں بھی توت زیادہ زور دارتی حضرت شیخ مجذوب تھے۔ یعنی حق تعالیٰ کے لطفِ خفی نے ان کا انتخاب کر لیا تھا اور ان کے ملکی سترنے الہی نور کو قبول کر لیا تھا۔ اس لئے آپ کی نسبت اور آپ کی تربیت کا جو خاص قاعدہ تھا اس سے ایک ایسا مفید طریقہ نکل آیا جو صد سے زیادہ نفع بخش ثابت ہوا۔"

اگر سب سلسلوں میں غور کیا جائے تو ان کے اسباب کا سراغ بھی لگایا جاسکتا ہے مثلاً خواجہ حسن بھری

سے تو لوگ واقف ہی ہیں کہ ظاہری و باطنی علم کے دونوں حلقوں میں آپ کا احترام مساوی کیا جاتا ہے ان کے ہم عصر اور ہم شہر دوسرے پاک نفس بزرگ محمد بن سیرین ہیں۔ بلکہ اب ہم قبر بھی ہیں۔ حال ہی میں مجھے لہر جانے کا اتفاق ہوا حضرت امام حسن بھریؒ اور محمد بن سیرین کے مقابر کی زیارت نصیب ہوئی جو ایک ہی مکہ میں واقع ہیں۔ امام حسن بھریؒ کے بالکل بائیں کی طرف محمد بن سیرین کا مزار مقدس ہے ان دونوں بزرگوں سے صحابہ کرام کو آنکھوں سے دیکھا تھا اور صحابہ ہی کی صحبتوں میں ظاہری و باطنی کمالات کی دولت دونوں نے کافی تھی محمد بن سیرین حضرت ابوہریرہؓ کے خصوصی تلمیذ اور ان کے علم کے راوی اور عمل کے نمونہ تھے لیکن ان دونوں کے نظریوں میں اختلاف تھا۔ حسن بھریؒ کا نیتہ تھا تعمیل حکم یا دوزخ کی آگ۔ دوسری طرف ابن سیرین کے حلقہ سے آواز آتا تھی

رحمت الہی یا دوزخ کی آگ

یہ رفع یدین یا آئین بالچہر کہنے والوں کی طرح فروعی اختلاف نہ تھا بلکہ عقائد کا اختلاف تھا لیکن اس اختلاف میں دونوں بزرگترین ہستیوں کے طبعی رجحانات کو دخل تھا۔ چونکہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ انتہائی مخوم طبع تھے۔ ذکی الحس تھے پھر ایسے مسلمانوں کے ماحول میں ان کو وقت گزارنا پڑا جو دنیا کے لالچ میں پڑ گئے تھے اور دین کی طرف سے عملی کوتاہی میں مبتلا تھے اس کا اثر ان کے دل پر جوڑا اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ احکام خداوندی کی تعمیل پر حد سے زیادہ زور دیتے تھے قرآن مجید میں سے جو جہنم کی آیات تھیں ان کو بڑھ کر خود بھی روتے تھے لیکن ان کے برعکس ابن سیرین نہایت ہنس مکھ تھے ظرافت اور خوش طبعی ان کی جبلت میں موجود تھی ابو نعیم نے صلیب میں لکھا ہے کہ ابن سیرین مسائل بھی بیان کرتے ساتھ ساتھ ہنستے بھی رہتے تھے ابن سیرین کے متعلق ابوسل کہا کرتے تھے کان ابن سیرین کثیر المتواضع وکثیر المضحک (صلیہ خوش طبعی اور ظرافت بھی ابن سیرین بہت کیا کرتے تھے اور ہنستے بھی بہت زیادہ تھے۔ ان دونوں کو عوام میں نیک نیت کہا جاتا تھا۔ کہ حسن بصری جو کچھ کہتے ہیں ثواب اور اجر ہی کی نیت سے کہتے ہیں اور محمد بن سیرین اگر مسلمانوں کے طرز عمل سے خاموش رہتے ہیں تو یہ بھی اجر و ثواب ہی کے نیت سے ایسا کرتے ہیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے۔ قال الحسن احتساباً وسکت محض احتساباً

پھر باوجود اختلاف کے ایک دوسرے کی بڑی عزت کرتے تھے حسن بصری کی لڑکی کا انتقال ہو گیا تو ثابت البنان جو حسن بصری کے شاگرد خاص تھے اور بعد میں آپ کے جانشین ہوئے بڑے متقی پرہیزگار تھے۔ جنازہ کے ساتھ تھے ان کا خیال تھا کہ حضرت حسن بصری جنازہ کی نماز پڑھانے کا حکم انہیں دیں گے لیکن ہوا یہ کہ آپ نے فرمایا کہ ابن سیرین کو کہو کہ وہ نماز جنازہ پڑھائیں۔

چنانچہ اسی طرز عمل کو دیکھ کر ابن خزم نے "ملل" کے حاشیہ ص ۵۵۵ ج ۱ پر یہ فیصلہ لکھا کہ دراصل ہات پہننے سے کہ ابن سیرین اور حسن بصری میں کوئی اختلاف ہی نہ تھا دونوں ہی کتاب و سنت کے صریح نتائج سے پیدا ہونے والے عقائد کے پابند تھے البتہ افتاد طبع اور شخصی رجحانات میں دونوں کے جو فرق تھا اس فرق کا ظہور دونوں کے طرز عمل سے ہوتا تھا وہ واقعی اگر اختلاف ہوتا تو اپنی صاحبزادی کے جنازہ کی نماز کی فرمائش ابن سیرین سے کیسے کر سکتے تھے؟

غرضیکہ روحانی سلاسل کے اختلاف کی نوعیت بھی اس قسم کی ہے لہذا سب سلسلے صحیح روحانیت کے علمبردار ہیں کسی سلسلہ کے متعلق باہرگانی رکھنا اور ان کی بزرگی کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنا قطعاً جائز نہیں بعض نقشبندی طالبوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے سلسلہ کے نفوق کو بیان کرتے ہوئے دوسرے سلسلوں کو خفارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ان کے بالمقابل ہمارے بعض قادری بھائیوں کو ان کے عنان کے چلنے والے سلسلہ کی برتری و فوقیت بیان کر کے ان کے بزرگوں کی توہین کرتے دیکھا اس طرز عمل سے سخت بیزار ہوئی ملا درصوفی میں یہی تلامبہاز تھا کہ۔

سہ فرق صوفی و ملا کا بتاؤں تجھ کو اس کی محبت میں کٹی اس کی محبت میں کٹی

صوفیوں میں اس قسم کا عناد اور نفسانی بغض قطعاً نہیں ہونا چاہئے بعض قادری بھائی حضرت سلطان باہر کے شعروں کو جو آپ نے علیہ عشق و محبت میں اپنے سلسلہ کی شان میں فرمائے ہیں اس کو کسند میں لاتے ہیں حالانکہ حضرت سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ صاحب حال تھے۔

سہ ہے بقدر ظرت ہر شے محترم اپنی جگہ عام گل اپنی جگہ اور جام جم اپنی جگہ

شمع بھی جلتی رہی پروانہ بھی جلتا رہا عشق میں دونوں رہے ثابت قدم اپنی جگہ

اس میں شک نہیں یہ بات عقلاً نقلاً سچرۃً ثابت ہے کہ تمام سلاسل اولیاء میں اللہ تعالیٰ نے حضور غوث

پاک رضی اللہ عنہ کو بلند درجہ عنایت فرمایا ہے۔ تمام سلسلوں والے ان کی عظمت شان کے قائل ہیں اور بھی ان کی روحانیت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ سب طریقے کے بزرگ آپ کی گیارہویں شریعت کرتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سہ محمد کارسولوں میں ہے جیسے مرتبہ اعلیٰ ہے افضل اولیاء میں یونہی رتبہ غوث اعظم کا

عطا کی ہے بلندی حق نے اہل اللہ کے چھندوں کو مگر سب سے کیا اونچا پھر یہ غوث اعظم کا

مگر آپ کی شان کو اس طرح بیان کرنا کہ دوسرے سلسلہ والوں کی حقارت اور ان کی عظمت میں کمی پائی جائے

ہرگز جائز نہیں ابتدائے سلوک میں میرا خود بھی طرز عمل تھا انفاق سے مجھے اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین حسینی

اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مقدس پر جانے کا اتفاق ہوا باطنی ملاقات کے دوران حضور خواجہ صاحب نے مجھے

سخت عتاب کیا کہ تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ حسینی بزرگوں کے خلافت کوئی بات کہو حضرت سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ

صاحب حال ہیں وہ کہہ سکتے ہیں نے اس دن کے بعد کبھی کسی کے خلافت دل میں وہم و گمان بھی کبھی نہیں کیا سب

اہل اللہ ہیں سب حق پر ہیں اور سب خدا کی برگزیدہ ہستیاں ہیں۔

میں اپنے پیر بھائیوں سے بھی اپنی کروں گا کہ وہ بھی اس طرز عمل کو تبدیل کر لیں اسی میں ان کی دین و دنیا

میں بہتری ہوگی۔

رشعی مباحش درپے آزار ہر چہ خواہی کن کہ در طریقت ما غیر ازیں گنا ہے نیست

عائین ماست سپہ رایے کینہ و دشمن

سوال :- کیا طالب مرید طریقہ قادری سروری کسی دوسرے طریقہ میں بیعت کر سکتا ہے؟

جواب :- مرشد کامل خواہ کسی طریقہ کا ہو اس سے روگردانی جائز نہیں حضرت سلطان باہر قدس سرہ کتاب

عین الفقہ میں فرماتے ہیں جو کامل مرشد سے روگردانی کرتا ہے وہ یقیناً اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

روگرداں ہوگا کیونکہ کلمہ طیبہ انہیں دو کھولوں سے مرکب ہے دیر طالب کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر سب سے پہلے یہی پڑھانا ہے۔ اس لئے وہ کلمہ طیبہ سے روگرداں ہوگا۔ جو کلمہ طیبہ سے روگرداں ہو اس کے مرید ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور مرید کا نماز، روزہ اور کوئی عبادت قبول نہیں اسے مرید طریقت کہتے ہیں (ہفت مولانا راجی فرماتے ہیں

سہ چوں تو ذات پیرا کردی قبول ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول
چونکہ قادری سروری طریقہ سب سے افضل ہے اس سے انحراف کرنا تو اور بھی برا ہوا کیونکہ اس کی نسبت حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی طرف سے اور وہ تمام اولیاء اللہ کے سردار اور طریقت و معرفت کے سالار ہیں اس طریقہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ مرشد بھی دعوت اسم ذات اور دعوت قبور سے حضور ہی ہوتا ہے اگر کسی طالب کو قادری سروری مرشد سے فیض نہیں تو اس کے بد بخت ازل ہونے اور وائیم الحرم ہونے کی دلیل ہے اس طریقہ میں مرید ہونے والے کو خود حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ، براہ راست ایسی طریقہ پر فیض دیتے ہیں اتنی بڑی اعلیٰ شخصیت سے نسبت پیدا کرنے کے باوجود بھی اگر وہ فیض سے محروم ہے تو وہ محروم ازل ہے۔ ایسا شخص کہیں بھی پیدا جاسکے کسی جگہ سے فیض یاب نہیں ہو سکتا انڈا اگر صحیح ہو تو ایک ہی مرتبی کے نیچے رکھنے سے بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور اگر انڈا گندہ ہو تو وہ سینکڑوں مرغیوں کے نیچے بھی رکھا جائے تو اس سے بچہ کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ طریقہ قادری سروری میں ایک پیر مرشد سے اگر فیض نہیں ملا تو اسی طریقہ کے کسی دوسرے شیخ سے بیعت کرے ہو سکتا ہے کہ پہلے پیر سے اس کی نسبت میں نہ ہو سکی ہو یا پیر مرشد کی نسبت حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح نہ ہو دوسری جگہ سے نسبت پیدا ہو جائے لیکن یہ بات کسی طرح بھی جائز نہیں کہ وہ اس طریقہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے طریقہ میں چلا جائے حضرت سلطان العارفين سلطان باجو رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں "واضح رہے کہ جو قادری ہو کر کسی دوسرے صاحب طریقہ سے رجوع کرے گا۔ وہ بے برکت اور گنہگار ہوگا۔ اس کے مراتب سلب کر لئے جائیں گے لیکن سالک کو مرشد پکڑنا مزدوری ہے جو بفضل مرشد کی رہنمائی کے بغیر کیا جائے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا نہ ہی سالک کسی مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے۔" (شمس العارفين) لہذا اسی سلسلہ میں کوئی اور مرشد تلاش کرے۔ آگے لکھتے ہیں "کہ اگر قادری مرشد نہ مل سکے تو اس کو لازم ہے کہ دن رات میری کتابوں کا مطالعہ کرے اور اس پر عمل کرے انشاء اللہ جلد ہی اس پر اسرار نکشف ہو جائیں گے اس کو پھر بیعت کی ضرورت نہ رہے گی۔"

چونکہ شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہیں ہر وہی کسی

نہ کسی نبی کا منظر ہوتا ہے کسی میں موسوویت کسی میں ابراہیمیت اور کسی میں عیسائیت کا غلبہ ہوتا ہے جیسا کہ مکتوبات شریف میں حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ میرے اندر موسوویت کا ظہور ہے حضور غوث پاک فرماتے ہیں سے دلی دل لہ قدم دانی

علی قدم النبی بکمال

ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے۔ اور میں نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں،

حضرت سلطان باہر محمد علیہ کتاب "گنج الاسرار" میں فرماتے ہیں "کہ حضرت جیلانی قدس سرہ، کسے اتب کا اصل حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن سے ہے، تو جس طرح حضور علیہ السلام سب نبیوں سے افضل و اعلیٰ و برتر و بالا ہیں اسی طرح ان کے حسی تسبی بیٹے غوث اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے کلمات کے آئینہ دار ہیں وہ سب سلسلوں میں افضل سلسلہ رکھتے ہیں۔

سے غوث اعظم درمیاں اولیاء چوں محمد درمیاں انبیاء

اس لئے حضرت سلطان صاحب قدس سرہ، اپنی کتاب "تبع برہنہ" میں فرماتے ہیں "اگر قادری طریقہ کام پید کسی دوسرے طریقہ میں چلا جائے تو خواہ وہ بالنعیب ہی ہو تو بھی بے نصیب اور مردہ ہو جائے اس واسطے کہ قادری کو قادری سے ہی فتح حاصل ہوتی ہے قادری کے لئے دوسروں کی طرف رجوع کو ناگناہ بلکہ گمراہی کے برابر ہے۔ فتوہ بالشد من ذلک۔"

دوسری جگہ اپنی کتاب "اسرار قادری" میں فرماتے ہیں، "مہر قادری کو فتح اس کے قادریوں سے ہے اگر وہ کسی اور طریقے کی طرف رجوع کرے تو مرید نہیں پید ہے اس کی برکت سلب کر لی جاتی ہے اور اس کو کتوں کا درجہ ملتا ہے۔"

اگرچہ بعض قاریین کرام کو حضور سلطان صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ میں درستی اور سستی نظر آئے گی لیکن ایک سچے فقیر کو جو چیز صحیح نظر آتی ہے وہ داشتکات الفاظ میں کہہ دینا ہے۔ لگی پس باقی کرنا دنیا داروں کا کام ہے۔ فقیر تنگی تلوار ہوتا ہے۔

نکل جانی ہے سچی بات جس کے منہ سے مستی میں۔ قیہ مصلحت میں سے وہ دنیا دار خوار چھا

ہم دوسرے طریقے والے لوگوں کو احرام کی لگا ہوں سے دیکھتے ہیں، ہر ایک طریقہ اپنی جگہ بہت سی خوبیوں کا مالک ہے لیکن جو مقام و مرتبہ حضور غوث پاک قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے۔ اس کا انکار کسی سلسلہ والا بھی نہیں کر سکتا بلکہ تمام سلسلوں کے مقتدر پیشوا آپ کی تعریف میں رطب انسان ہیں جو ایک انگ جوہرہ کی شکل میں مقرب شائع ہوگی۔ ذلہ فضل اللہ یوتقہ من یشاء

چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

مرشد کامل میں جو چند خصوصیات بہت نمایاں ہونی چاہیں، وہ حسب ذیل ہیں

مرشد کامل کی پہچان

(۱) مرشد کامل توحید کا علم و ارادہ منوکل ہوگا۔

حضرت سلطان العارفين قدس سرہ علیہ السلام نے فرماتے ہیں "واضح رہے کہ فقیر میں دو صفیں پائی جاتی ہیں۔ ایک توحید دوسرا توکل چنانچہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں التوحید والتوکل تو ایمان توحید اور توکل جوڑے ہیں۔"

قوله تعالى: وعلى الله تليتوكل المؤمنون "مومن لوگ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

(۲) مرشد کامل نہایت جلیق، متواضع صادق، عادل، صاحب علم و جہاد و سخی ہوگا۔

حضرت سلطان العارفين قدس سرہ فرماتے ہیں۔ فقیر کی ایک صفت خلق عظیم ہے جس کے بارے میں مخلوق ایاصالق اللہ یعنی اللہ کی سی خوبصورت پیدا کروا دیا ہے اس میں صدق صدیق اکبر کا اور عدل

فاروق اعظم کا جیسا عثمان غنی رحمہ کی اور سخاوت حضرت علی شیر خدا رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جیسی ہوگی۔ (عملیات سلطانی)

(۳) مرشد کامل عالم دین ہوگا۔ اگر کسی کو کسی ظاہری علوم حاصل کرنے کا اتفاق نہ بھی ہوا ہو تو علم لدنی اور فتوحات علم باطنی سے اس پر تمام ظاہری علوم منکشف ہو گئے ہوں۔ حضرت سلطان العارفين قدس سرہ فرماتے ہیں "من محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہر دوامی بودہ ایم" میں اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان پڑھے ہوتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا "کہ اس فقیر ظاہری علوم چنداں نبود و اما واردات و فتوحات باطنی چنداں علوم کشادہ برائے اظہار آں دفتر باید آنا بزرگان نقل و ما ذل فرمودہ اند"۔

گرچہ نسبت مارا علم ظاہر
نہ علم باطنی جہاں گشتہ ظاہر

(ترجمہ) اس فقیر کو علم ظاہری حاصل کرنے کا چنداں موقع نہیں ملا لیکن بذریعہ واردات غیبی اور فتوحات لاہری ہم پر اس قدر علوم کھلے ہیں کہ ان کے اظہار کے لئے بے شمار دفتر چاہیں لیکن بزرگوں سے فرمایا ہے کہ بات عمدہ وہ ہے جس

کے الفاظ اور عبارت فقیر ہو لیکن اس کے مطالب و معانی زیادہ اور بکثرت ہوں۔

اگرچہ ہمیں علم ظاہری حاصل نہیں ہے تاہم علم باطنی سے ہمارا دل اور ضمیر آئینہ سخن نما کی طرح روشن رہتا ہے اور منور ہو گیا ہے چنانچہ علوم ظاہری و باطنی بذریعہ انعکاس اس میں سمائے ہیں۔ آپ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے اس امر کا

بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کتنے بڑے عالم علم لدنی تھے۔

امام عبدالوہاب شمرانی کے مرشد علی الخواص برسی امی تھے نہ مکنا ہائے تھے نہ پڑھنا ان کے باوجود جب قرآن مجید اور حدیث نبوی کے معانی پر گفتگو کرتے تو بڑے بڑے علماء انگلستان ہندواں رہ جاتے حضرت عبدالوہاب شمرانی

نے ان کے اقوال کو اپنی کتاب الجواہر الدار میں جمع کر دیا ہے۔

حضرت علامہ احمد بن مبارک سلمی، شہر فاس، الجزائر، افریقہ، اپنے مرشد کامل غوث زبان حضرت سید عبدالعزیز و باغ مغربی رح سے جو اسی محض تھے، اکثر آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے متعلق سوال کرتے تھے اور ایسی باتیں دریافت کرتے تھے جن کو وہ تیسرے عالم دین ہونے کے باوجود سمجھنے سے قاصر تھے حضرت سید صاحب نے جو علم لدنی سے منابت عمدہ تشریحیں کیں اور جوابات دیئے ان کو علامہ احمد بن مبارک نے کتابی شکل دے کر سوال و جواب کی صورت میں جمع کر دیا ہے۔ اسی مجموعہ کا نام "ابریز" ہے۔ چنانچہ علامہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے اس قدر علوم و معارف اور شمائل و لطائف کا مشاہدہ کیا ہے کہ میرے ہوش جاتے رہے اور انہوں نے مجھے ہمہ تن مسحور و متہیہ کر لیا۔ آپ ابریز میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"کہ میں نے کئی مرتبہ آزمایا کہ آپ حدیث اور غیر حدیث میں فرق کر لیتے ہیں تو میں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ یہ کیسے معلوم کر لیتے ہیں تو آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام چھپا نہیں رہ سکتا۔ لیکن ایک بار پھر میں نے یہی سوال کیا تو فرمایا کہ جب انسان موسم سرما میں بات کرتا ہے تو اس کے منہ سے مچھاپ نکلتی ہے لیکن یہ مچھاپ موسم گرما میں نہیں نکلتی یہی حال اس شخص کا ہے جو کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتا ہے اس کے کلام سے نور نکلتا ہے اور جو کسی اور کا کلام پڑھتا ہے تو کلام بغیر نور کے نکلتا ہے۔"

اسی طرح کا ایک واقعہ امام عبدالوہاب شمرانی متوفی ۹۷۳ھ نے اپنی کتاب "لواقح الانوار" کے ص ۹۶ جلد دوم میں بیان کیا ہے کہ حضرت فرغل رح اعمی تھے ایک روز ایک فقیہان کے پاس آکر بیٹھ گئے اور قرآن پڑھنا شروع کیا تیسرے قرات میں چند آیات چھوڑ دیں اور آگے پڑھنا جاری رکھا حضرت فرغل بول اٹھے آپ نے عبارت چھوڑ دی ہے حضرت فرغل رح نے فرمایا: جب آپ قرآن مجید پڑھ رہے تھے تو مجھے آسمان تک چڑھنا ہوا ایک نور دکھائی دیا کہ یکایک درمیان میں منقطع ہو گیا اور بعد کے نور سے اس کا اتصال نہ ہوا۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ آپ نے عبارت چھوڑ دی ہے۔

حضرت مولانا محبوب عالم صاحب نوکل رح نے اپنے پیر و مرشد سائیں نوکل شاہ صاحب رح کا ایک واقعہ اپنی کتاب "ذکر غیر" میں لکھا ہے کہ حضرت سائیں نوکل شاہ اباوی رح بالکل احمی تھے دستخط بھی نہیں کر سکتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں مسجد میں بیٹھ کر مصری رسم الخط میں لکھی ہوئی ایک تفسیر قرآن مجید کا مطالعہ کر رہا تھا۔ سائیں صاحب میرے پاس آکر بیٹھ گئے آپ نے تفسیر کی ایک سطر پر انگلی رکھ کر کہا کہ مولوی صاحب یہ قرآن کی آیت معلوم ہوتی ہے میں نے عرض کیا کہ حضور بالکل صحیح ہے پھر ایک ورق آگے اٹ کر ایک سطر پر انگلی رکھ کر کہا کہ یہ تو حدیث معلوم ہوتی میں نے عرض کیا کہ حضور بالکل صحیح ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ میرے دل میں وہم ہوا کہ آپ بہت اچھے پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ جان بوجھ کر ان پڑھنے والے ہوئے ہیں ورنہ آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ یہ قرآن ہے اور یہ حدیث چنانچہ میں نے عرض کیا کہ حضور آپ پڑھے ہوئے نہیں ہیں تو آپ کو کیسے پتہ چل گیا آپ تو عالم ہیں سائیں صاحب نے فرمایا کہ مجھے حروف کی شناخت نہیں میں نے تو جہاں انوار الہی کی تجلیات کو پایا وہاں سمجھا کہ یہ قرآن مجید ہے اور جہاں انوار مصطفائی کی جھلک دیکھی وہاں سمجھا کہ یہ حدیث شریف ہوگی۔

حضرت میاں شبیر محمد صاحب شرفپوری رحمہ اللہ ہی میں ہوئے ہیں آپ بھی زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے مگر آپ کے سامنے بعض مولوی امتحاناً جا کر سوال پوچھتے آپ انہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھاتے۔

محمد جبار سے قبل عالم مرشدی فقیر صاحب عربی و فارسی کے عالم نہیں تھے۔ گھر میں ہی اپنے والد قبلہ سے چند کتابیں پڑھیں پھر میٹرک تک پڑھ کر کالج میں اعلیٰ تعلیم کے لئے داخل ہوئے مگر وہاں بھی ایک سال سے زیادہ نہ رہ سکے۔ یہ تو ظاہری تعلیم کی حالت تھی مگر انشراح صدر کا یہ حال تھا کہ قرآن مجید کی آیات کی بہترین تفسیر فرماتے تھے۔ آپ کی کتابیں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا سینہ علم باطنی کا گنجینہ تھا اور بغیر تعلیم کے ظاہری علوم کا بھی خزینہ تھا۔

سرخمخوات چہ بود پیش او

برکہ واقف گشت از اسرارِ ہو

زانکہ پڑھتند از اسرارِ ہو

ادشما و اندیک یک موبو

حضرت سلطان العارضین قدس سرہ اپنی کتاب "تبع برسنہ" میں فرماتے ہیں "پس کوئی عارف باللہ جاہل نہیں رہتا اگر انہیں ظاہری علم نہ بھی ہو وہ علم باطنی سے کامل ہوتے ہیں ہاں اگر ان میں سے کوئی ظاہری علم بھی رکھتا ہو تو وہ غالباً اولیاء ہے چنانچہ ما اتخذ اللہ لیا جاعلاً وار دہے جیسا کہ "ادوالعلم درجات" سے واضح ہے۔" سلطان صاحب فرماتے ہیں۔

واقف اسرارِ گرد و ازالہ

ہر کہ علم خواند علم بہر مصطفیٰ

کے بود بے شبیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

علم باطن ہیو مسکہ علم ظاہر ہیو شبیر

۱۲۱ مرشد کمال جاہل نہیں ہو سکتا۔

کمال مرشد کو شرافت کا بقدر ضرورت علوم سے واقف ہونا ضروری ہے خواہ کہیں سے تعلیم حاصل کر کے یا محبت ظاہر سے یا محبت اولیاء سے فیض یاب ہوا ہو تا کہ اپنے عقائد و اعمال کو بھی صیح رکھ سکے اور اپنے طالبین کے عقائد کو بھی محفوظ رکھ سکے ورنہ بصدائق ہے

اور خوشن گم است کرا پیری کند

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمہ فرمایا کرتے تھے، را کہ جاہل پیر مسخر شیطان ہوتا ہے، حضرت شاہ دل اللہ صاحب دہلوی نے مشران و حدیث کے علم کو پیر و مرشد کے لئے لازمی قرار دیا یہ قول الجہل صلا حضرت سیدی بن معاذ رازی رحمہ کا قول ہے۔

اجتنب صحیۃ ثلاثۃ اصناف من الناس العلماء الغافلون والفقراء المذہبین والمتصوفۃ الجاہلین (کشف المحجوب)

تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے بچنا چاہئے ایک غافل عالم سے اور دوسرے مکار فقیر سے اور تیسرے جاہل صوفی سے۔

حضرت سلطان العارفين سلطان باہو قدس سرہ فرماتے ہیں۔
اول طالب کو چاہئے کہ علم حاصل کرے اس کے بعد فقیر کا ارادہ کرے ورنہ جہالت سے وہ اس راہ میں گمراہ ہو جائے گا۔ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ طلب العلم فریضہ علی کل مسلم و مسلمین پیرت علم را آموز اول بعد از ان این جاہل

علم کہ بے علم نتوان خدا را شناخت! سعدی رحمہ

باجھوں علم جو کرے فقیری کا فرسے دیوانہ ہو

حضرت سلطان العارفين قدس سرہ "بیخ بر سبتہ" کے ۲۶ پر فرماتے ہیں۔

مرشد جاہل بود شیطان مثال

مرشد جاہل بود اول از نصیبت!

مرشد جاہل بود شیطان مرید!

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

اند کے گم شوق قرآن و خیر

باز اسے نادان بے خویش اندر نگر

یہاں اس بات کا بھی خیال رہے کہ بعض اوقات ظاہری علم پڑھتے سے انسان کے اندر ایک قسم کی نفوس اور تکبر پیدا ہو جاتا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال کر باطنی علم سیکھنے اور شاگردی حاصل کرنے سے مانع ہوتا ہے ایسے ہی علم کے متعلق کہا گیا ہے، "العلم

حجاب الاکبر" مولانا رومی رحمہ فرماتے ہیں۔

اسے بسا عالم ز دانش بے نصیب

علم آں باشد کہ جان زندہ کند

مرور باقی و پائندہ کند

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اللہم ادرقنا علماً ثاقباً

ہو رہا ہے وہ کرا اور اس لئے لاج ہے، کسی نے فارسی میں اس کا یوں ترجمہ کیا ہے۔

مرد درویش بے شریعت اگر پیر و برہو انگس باشد!
در چو کشتی رواں شود بر آب اعتمادش مکن کہ خص باشد!

حضرت سلطان العارفين قدس سرہ، اپنی تصنیفات میں شریعت کی پابندی پر بہت زور دیتے ہیں چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

پیر مراتب از شریعت یا فتم پیشوائے خود شریعت ساختم
نیر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی فقیر سرموئے خلاف شروع کرے اسی وقت سلب ہو کر رحمت کھاتا
ہے ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ جس وقت فقراء حضرات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس متوزمین
حاضر ہوتے ہیں جب نماز کا وقت آتا ہے تو اس وقت حضور پر نور کی بارگاہ سے حکم ہوتا ہے کہ جو
اولیاء اللہ حاضر مجلس قبضیات میں ہیں وہ جا کر ظاہری نماز ادا کریں ورنہ حضور سے سلب ہو جائیں گے

بحوالہ سلطان الاولیاء

(۷) پیر خود بھی ذاکر و شاعر ہو کیونکہ فقیر عمل راہ سلوک کی تعلیم موثر نہیں ہوتی چنانچہ بعض سجادہ نشین
حضرات جن کو ولایت آباؤ اجداد سے بطور وراثت ملی ہو دنیا دار ہونے کی وجہ سے رات دن دنیا جمع کرنے اور
جائداد بنانے اور دنیاوی جھگڑوں میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ فرض نماز پڑھنے
کی بھی ان کو فرصت نہیں ملتی ایسے پیر خود کچھ بھی نہیں کرتے مریدوں کو درد و طائف چلوں میں لگا دیتے
ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَقْلَمُ مِنْ خَلْقِنَا قَلْبًا عَنْ ذِكْرِنَا اتَّبِعْ هُوَاكَ وَكَانَ آمِرًا فَرَطًا
(ترجمہ) جس کے دل کو اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہشات کا پیرو ہے اور اس کا کام حد سے بڑھا ہوا
ہے اس کا کہانہ مانو خدا تعالیٰ ایسے لوگوں سے سچے طالبوں کو بچائے آمین۔

(۸) پیر مصلح ہو اس کا اپنا صالح ہونا کافی نہیں ہے بلکہ مریدوں کی اصلاح و تربیت کرنے میں مہارت
تمام رکھنا ہوتا ہے جو لوگ اس کی خدمت میں حاضر ہوں وہ نیک بن جائیں چنانچہ بعض کتب تصوف میں لکھا
ہوا دیکھا ہے کہ پیر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک سونا دوسرا سنگ پارس لہذا کامل مرشد کا سنگ پارس ہونا
ضروری ہے جو لوہے کو اپنے ہاتھ لگا کر اسے بھی سونا بنا دے خود اگر سونا ہے تو اپنے لئے ہے طالبوں کو
اس سے کوئی نائدہ نہیں پہنچ سکتا اس کی علامت یہ ہوگی کہ اس کی صحبت میں بیٹھنے والے اور اس سے
بیعت ہو گئے والے اکثر متبع شریعت ہوں گے اور دنیا کی حرص سے پاک ہوں گے۔

(۹) اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی صحبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس

ہوتی ہو چنانچہ حدیث شریف میں اولیاء اللہ کی علامت یہ بتائی گئی ہے۔ اِذَا رَعَوْا ذُكْرًا لِلَّهِ
 یعنی جب انہیں دیکھیں تو اللہ تعالیٰ یاد آئے عوام کو اس قسم کا محسوس کرنا دشوار ہے اس لئے عوام ان
 کے مریدوں میں سے عقلمند قسم کے لوگوں سے مرشد کی تاثیر کا حال دریافت کریں۔

(۱۰) بہ نسبت عوام کے پڑھا لکھا طبقہ اور دیندار قسم کے لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔

(۱۱) بزرگان دین کی صحبت میں کچھ عرصہ رہ کر راہ سلوک کو طے کیا ہو اور ان سے فیوض و برکات حاصل کئے
 ہوں اور شیخ کامل کی طرف سے اسے بیعت لینے کی اجازت ہو اور ارشاد و تلقین کرنے کا پورا اختیار ہو کیونکہ بعض
 لوگ صرف تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اپنے معلومات سے لوگوں کو متاثر کر لیتے ہیں حالانکہ عملی طور پر وہ اس
 راستہ سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں اس قسم کے لوگ اپنے آپ کو اولیٰی کہتے ہیں یعنی وہ مدعی ہوتے ہیں کہ ہم نے
 یہ سارا فیض براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے یا کسی فوت شدہ بزرگ سے حضرت سلطان العارفین
 ایسے ہی لوگوں کے متعلق لکھتے ہیں "مجھے ان احمقوں پر تعجب آتا ہے جو دراصل تو شیطان کے چیلے چاٹے ہیں لیکن
 کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اصل میں شیطان بنحطرات اور وسوسوں کے پنچے میں گرفتار ہیں لیکن کہتے ہیں
 کہ ہم اولیٰی ہیں" اسرار قادری ص ۳۹

در حقیقت سے کر کے جدا جہنم نیار
 کہیں شریک نہ ہو جانا روسیا ہوں میں

اب آئندہ صفحات میں حضور قبلہ مرشدی
 و مولائی فقیر نور محمد صاحب قادری سروری
 کی مختصر سوانح حیات پیش کرتا ہوں۔
 تفصیلی حالات دیکھنے کے لئے حضور
 کے صاحبزادہ محترمی عبد الحمید صاحب
 کی کتاب
 (حیات سروری)
 ملاحظہ فرمائیں۔

مختصر سوانح حیات

آپ کا اسم گرامی فقیر نور محمد صاحب قادری سروری ہے آپ ۱۳۰۳ھ میں بمقام کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب حضرت میر سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جو چشتی سلسلہ میں بڑے پائے کے بزرگ تھے جن کے متعلق ان کے پیر و مرشد شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رح نے فرمایا تھا کہ ہر کہ میر سید گیسو دراز شد !
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد و اجالا خیال

آپ نے تصوف میں اکتیس کے قریب کتابیں تصنیف کی ہیں جو فن تصوف میں بلند مرتبہ رکھتی ہیں آپ کا مزار شریف دکن حیدرآباد میں واقع ہے۔

فقیر صاحب کے والد محترم کا اسم گرامی الحاج گل محمد صاحب تھا جو بہت نیک، صالح، ہمتی اور خدا ترس بزرگوار تھے آپ نے چارج کئے قبلہ فقیر صاحب کو ابتدائی ہی سے سکول کی تعلیم دی گئی بٹل میں آپ صوبہ بمبئی میں داخل ہوئے اور کام لینا چاہتا تھا دورانِ تعلیم میں آپ پر کبھی کبھی ایک ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی جس سے آپ کو بے انتہا دقت پیدا ہوتی اور ساتھ ہی آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

تیری محویت پہ میں قربان اے جلیل یہ بھی نہیں خیال کہ کس کا خیال ہے
کلاس میں اگر ایسی صورت پیش آتی تو آپ اپنے آنسوؤں کو چھپانے کے لئے کتاب کا سہارا لیتے تھے۔
اکثر اپنے کمرہ کی کھڑکیوں پر اندر سے کانڈ چسپاں کر دیتے کہ مبادا میرے کلاس فیلو مجھے دیکھ نہ لیں چہاں چہ آپ اپنے کمرہ میں چھپ کر خدا کی محبت و عشق میں رویا کرتے تھے۔
رلا سگانہ جسے کوئی غم زمانے کا وہ تیرے واسطے دنیا سے چھپ کے رہتا ہے

آخر جمہور ہو کر کالج کو تیرا آباد کہنا پڑا اور لاہور سے سیدھے حضرت سلطان العارفين قدس سرہ کے مزار مقدس پر پہنچ گئے جہاں پر آپ کو معلوم ہو گیا کہ میری اس کینیت اور غیبی کرنٹ کا مبادا درمگز میں مقام ہے سب گمراہے پریشان تھے کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ نے دربار شریف پر ہی مستقل طور پر رہنا شروع کر دیا آپ کی دارِ صی مبارک آزادانہ طور پر بڑھنے لگی کوٹ پتلون کی جگہ گڈری نے لے لی اور ہیٹ کے قائم مقام پر فقیرانہ ٹوپی آگئی بعض لوگ آپ پر جنون کا شبہ کرنے لگے آپ عشق الہی کی مستی میں کئی کئی دن تک بغیر کھائے پینے پڑے رہتے تھے اور کبھی قرآن مجید پڑھنا شروع کرتے تو صبح سے لے کر شام تک تلاوت ہی کرتے رہتے غرضیکہ آپ عالم تحیر میں ایک ہی محبوب حقیقی کے جلووں میں گم

رہتے اس استغراقی کیفیت میں دربار شریف سے پیدل کلاچی پہنچ جاتے تھے اور وہاں سے پیدل دربار شریف چلے آتے تھے جنگلوں اور صحراؤں میں راتیں بسر کرتے جہاں رات آجاتی زمین پر ہی لیٹ جاتے رہے راہرو راہ محبت کا خدا حافظ ہے اس میں دو چار سخت مقام آتے ہیں یہاں تک کہ آپ نے اس روز روز آنے جانے کی مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے بال بچے سمیت دربار شریف پر ڈیر سے جاویئے بعض لوگ آپ کو کہتے تھے کہ آپ نے اپنا وطن کیوں چھوڑ دیا ہے آپ فرماتے جس کا مفہوم ایک شاعر نے ادا کیا ہے۔

جہاں کچھ مچھول کھل اٹھیں چین ہے جہاں ہم بیٹھ جائیں انجمن ہے !
 وطن کو یاد کیوں کرتا ہے نادان یہ کل روئے زمین تیرا وطن ہے !
 یہاں دربار شریف پر آپ نے حضرت سلطان باہور کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور ہر کتاب کو کئی کئی بار اپنے ہاتھوں سے لکھ کر اپنی روحانی پیاس بجھاتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ہمیشہ حضور سلطان صاحب کی کتابوں کو با وضو لکھا ہے چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس مقام اور حال کو لکھنا رات کو حضرت بادشاہ صاحب اپنی باطنی فونٹ سے وہ مقام طے کرا دیتے تھے روحانی عروج کا یہ عالم تھا مگر گھر میں فقر و فاقہ سے دنت گزرتا تھا۔ سبحان اللہ

محبت جھونپڑوں میں کیف سے غمور رہتی ہے محبت اونچے اونچے مندروں سے دور رہتی ہے
 ۱۹۱۲ء کو آپ اپنے والد صاحب کے ہمراہ ملتان کے بزرگوں کی زیارتیں کرتے ہوئے دہلی پہنچے وہاں تمام اولیاء اللہ کے مزارات سے فیض حاصل کرتے ہوئے بمبئی کے راستے بغداد و شریف پہنچے یہ وہ دربار عالی ہے جہاں دکھیا دلوں کا علاج ہوتا ہے بے آسروں کے آسرا بھکاریوں کے داتا بیماریوں کے مسیحا ناقصوں کے پیر کامل اور کاملوں کے رہنما بے مرادوں کی جھولیاں مہیاں سے ہی بھری جاتی ہیں دن رات وہیں دربار غوثیہ پر پڑے رہتے تیرے تصورات میں راتوں پر پڑے پڑے ہوتی رہی ہے مجھ کو سحر بھی کبھی کبھی
 اس علاقہ کے تمام بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی اور باطنی خزانوں کی بے بہا دولت کو اپنے دامن میں سمیٹا اور پھر واپس دربار حضرت سلطان باہور شریف لے آئے۔

پچھن میں آپ نے حضرت ملاح محمد صاحب سجادہ نشین دربار شریف سے بیعت فرمائی تھی لیکن اس وقت آپ کو ان باطنی معاملات کا کوئی علم نہ تھا پھر دوبارہ سجادہ نشین صاحب کی وفات کے بعد آپ نے حضرت نور احمد صاحب سجادہ نشین سے بیعت کی اور ان سے قادری سرورسی سلوک کو طے کیا اور آپ نے فقیر صاحب کو خلافت عنایت فرمائی اور ارشاد و عقین کی اجازت بھی مرحمت فرمائی ۱۹۲۳ء میں آپ پیر سید علی حیدر القادری بغدادی کے

ہمراہ کو ٹٹہ تشریف لے گئے اور کافی عرصہ آپ کی معیت میں رہے آپ نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا ۱۹۳۵ء میں یکم جون کو جو ایک قیامت خیز زلزلہ کو ٹٹہ میں آیا تھا آپ اس زلزلہ میں وہی مقیم تھے اس میں آپ کا بیت نقصان ہوا وہ خلافت نامہ کا خداس حادثہ میں گم ہو گیا۔ عرفان حصہ اول کے مسودات بھی اس میں ضائع ہو گئے جسے پھر آپ نے اپنی یادداشت کی بنا پر دوبارہ لکھا۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے عرفان اور ترجمہ نور الہدیٰ کو شائع کرنے کا ارادہ کیا مگر مالی حالت کمزور ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ معرض التوا میں پڑ گیا۔ ۱۹۴۱ء میں آپ کو حیدرآباد دکن جانے کا اتفاق ہوا وہاں دو بزرگ یوسف شاہ شریف شاہ کے مزاروں پر آپ نے دعوت پڑھی اور کتابوں کی طباعت کے لئے مدد طلب کی چنانچہ وہاں کے دو بڑے اعظم سے ملاقات کی صورت پیدا ہو گئی ان سے کتابوں کا ذکر کیا اس نے دونوں کتابوں کی اشاعت کے لئے کثیر رقم کی منظوری دے دی آپ نے اس رقم سے پہلی مرتبہ ان دونوں کتابوں کو شائع کیا۔ ۱۹۴۲ء سے لے کر ۱۹۵۵ء تک آپ کا قیام کلاچی میں رہا سال میں دو مرتبہ دیوار سلطان العارفین قدس سرہ پر تشریف لائے تھے محرم شریف پر اور چیت کے مہینے میں دیوار شریف پر آپ کا قیام مخصوص حجرہ میں جو دیوار شریف سے جنوب کی طرف واقع ہے رہتا تھا۔ راقم الحروف کی سب سے پہلی ملاقات حضور سے اسی حجرہ میں ہوئی۔ ۱۹۵۱ء میں طبیہ کالج کا آخری سیمی امتحان دیا اور ۱۹۵۱ء کو فقیر کی آپ سے ملاقات ہوئی ۱۹۵۳ء میں آپ سے بیعت کر لی ۱۹۵۵ء میں جو قیامت خیز سیلاب آیا اس میں آپ کے مکانات سیلاب کی نذر ہو گئے معتقدین اور متوسلین کی اسد عا پر آپ لائل پور تشریف لے آئے اکثر تشنگان روحانیت آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر روحانی پیاس بجھاتے تھے ابتدا میں لائل پور آپ خالوانہ بھال کے اندر مقیم رہے اسی دوران میں رحمتیہ ٹیکسٹائل ملز کے مالک میاں عمر دین صاحب ان کی اہلیہ اور ان کے صاحبزادے میاں محمد امین صاحب بھی فقیر صاحب سے بیعت ہو گئے اس سے پہلے چوہدری نیاز الدین صاحب بی اے آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو چکے تھے اور وہ مل میں لیسر آفیسر کے طور پر کام کر رہے تھے انہیں کے ذریعہ مالکان ملز سے بھی تعارف ہوا اور اسی ذریعہ سے میاں صاحبان کی اسد عا پر حضور نے ملز کے احاطہ کے اندر رہنا قبول فرمایا دو سال وہاں قیام کرنے کے بعد ۲ فروری ۱۹۵۹ء میں پھر واپس ڈیرہ اسماعیل خاں تشریف لے گئے میں نے انہیں دنوں آپ کے ہجر و فراق میں پنجابی اشعار کی صورت میں آہ و بکا کی جو "پیر دا دھپوڑا" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں میری فریاد بارگاہ الہی میں سنی گئی حضور پور سے نو ماہ کے بعد نومبر ۱۹۵۹ء کو واپس لائل پور تشریف لے آئے آپ کی تشریف آوری پر انتہائی مسرت ہوئی چنانچہ اس خوشی کے موقع پر بھی میں نے اردو نظم کی صورت میں چند اشعار لکھے جو نزل نور در شہر لائل پور کے نام سے شائع ہو چکے ہیں ۱۹۶۱ء کو عرفان حصہ دوم کے شائع کرنے کے لئے جب آپ لاہور تشریف لائے تو آپ کافی مکرز محسوس ہو رہے تھے بیماری گھن کی

طرح آپ کو اندر ہی اندر کھا رہی تھی ۱۹۶۰ء آپ حسب معمول دربار سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ موٹر کار پر تشریف لے گئے لیکن طبیعت خراب ہو جانے کی وجہ سے جلد واپس تشریف لے آئے تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد فقیر لاہور سے حضور کی عبادت کے لئے جاتا رہا اس کے بعد مجھے کوئٹہ جانا پڑا میرے بعد ہی آپ کو تکلیف زیادہ ہو گئی اور ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو یہ آفتاب علم حضرت غروب ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

آپ کے جسم اطہر کو ایک چوٹی صندوق میں رکھ کر موٹر کار کے ذریعہ آپ کے وطن مالون کلاچی شریف پہنچا گیا جس جگہ آپ کا عبادت خانہ تھا جہاں آپ خلوت میں بیٹھ کر اپنے محبوب حقیقی کے جلوں سے اپنے قلب کو روشن و منور کیا کرتے تھے وہی جگہ آپ کی آخری آرام گاہ کے لئے منتخب کی گئی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مرکز تجلیات الہی بن گئی۔

لازم الحروف جب کوئٹہ سے لاہور پہنچا تو مجھے آپ کے وصال کا قطعاً علم نہ تھا رات کو خواب میں مجھے ایک کاغذ پر لکھا ہوا دکھایا گیا "اسلان سلطان الفقراء فقیر نور محمد صاحب سرمدی" مجھے علم جعفر کا یہی ذوق ہے اس لئے میں اکثر اعداد و نکات راہنما ہوں میں نے اسی عبارت کے اعداد و نکات لے کر وہ ۱۹۶۰ء تک میرے دل میں خدشہ تو پیدا ہو گیا کہ خدا خیر کرے حضور کی طبیعت ٹھیک ہو میرے دل میں آپ کی یاد زیادہ بڑھتی چلی گئی دوسرے روز ہی لائل پور پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضور کا تو وصال ہو چکا ہے چنانچہ میں وہیں سے کلاچی شریف پہنچ گیا آپ کے مزار مقدس پر حاضر ہوا تو بے اختیار چھین نکل گئیں روتے روتے بچی بندھ گئی اس وقت بے ساختہ پنجابی میں اشعار میری زبان سے نکلنے شروع ہوئے جنہیں بعد میں "نوحہ غم" کے نام سے شائع کیا گیا ہے وہ مجموعہ الگ شائع شدہ ملتا ہے۔

میں چونکہ اس سے پہلے کئی پیروں فقیروں کو مل چکا تھا مجھے جو چند چیزیں آپ میں مخصوص نظر آئیں اور جو میری عقیدت میں مزید سنجنگی کا باعث

آپ کی خصوصیات

نہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) آپ پیرانہ مٹھا مٹھا باٹھ اور ہر گانہ نمائش اور مخصوص پیروں کی وضع قطع اور متکلف نشست و برخاست سے سخت نفرت کرتے تھے چنانچہ مجھے کبھی اپنے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھا ہوا دیکھنے تو فوراً فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب! اچھی طرح کھلے ہو کر بیٹھو کیوں تکلف میں جکڑے بیٹھے ہو اور جب کبھی مجلس میں تشریف لاتے تو ہم سب لوگ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تو آپ سختی سے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹھے رہا کرو مجھے تمہارے اس اٹھنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس جگہ وہ پیر جو اپنے مخصوص لباس میں جکڑے رہتے ہیں اور خاص قسم

کی نشست و برخاست اور نہایت متقیانہ اور صوبیانہ گفتگو کرنے پر اپنے آپ کو مکلف بنائے رکھتے ہیں ان پر مجھے بڑا رحم آتا ہے وہ بے چارے تو ایک قسم کے عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں بے چارے ہر وقت ایک محدود زندگی گزارنے میں مقید ہوتے ہیں کہ شاید ہم سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جائے جس سے مریدوں کی عقیدت میں فرق پڑ جائے اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم کرے، آپ یہ خود تکلف میں پڑتے تھے اور نہ میں تکلف میں پڑنے دیتے تھے حالانکہ اس سے قبل آپ میں کئی پیروں اور مریدوں کو اس عذاب میں مبتلا دیکھ چکا تھا جہاں نشست و برخاست کی جاہلیات دی جاتی تھیں آپ کسی کی خوشامد نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی پاپلوسی کرنے کی عادی تھے نہایت بے پرواہی اور بے نیازی سے رہتے تھے میں اپنے آپ کو حضور کا خاص مقرب سمجھتا تھا اور اس میں شک بھی نہیں کہ آپ کی مجھ پر بڑی کرم نوازی تھیں پھر بھی بعض اوقات آپ نہایت ہی بے پرواہی سے ملتے تھے اور کوئی بات خلاف شرع آپ کو نظر آتی تو بغیر کسی لحاظ کے سختی سے منع فرما دیا کرتے تھے اور ہر شخص سے خواہ وہ کتنا ہی پہلانا خادم ہو ایک ہی طرح کا سلوک فرمایا کرتے تھے میں کئی آدمیوں کے سامنے آپ کی تعریف کرتا تو وہ نہایت عقیدت مندی کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے میرا دل یہ چاہتا تھا کہ اگر حضور حضور ہی سی محبت کا اظہار اس لئے آنے والے سے کریں تو وہ شخص حضور کا گرویدہ ہو جائے گا۔ اور ہمارا پیر بھائی بن جائے گا۔ ہمارا حلقہ وسیع ہو گا۔ لیکن آپ قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے چنانچہ ایک شخص جو بڑا تعلیم یافتہ اور امیر گھرانے کا آدمی تھا اسے میں نے آپ کے پاس بھیجا اس کی نیت تھی کہ وہ مرید ہو جائے گا اور بہت بڑا نذرانہ بھی پیش کرے گا۔ چنانچہ وہ بڑی تکلیف پوچھتے پوچھتے لاپتہ ہو گیا اور آج بھی وہ جہاں چند روز سے آپ مقیم تھے پہنچا اس نے اپنا کامل تعارف کرایا مگر آپ نے بڑی بے نیازی سے اس سے بات چیت کی اس کا ارادہ یہ ہوا کہ میں حضور سے اجازت مانگتا ہوں چونکہ مغرب کا وقت ہے آپ فرمائیں گے کہ آج یہیں ٹھہر جاؤں گا۔ مگر اس نے اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ وہ بے چارہ رات کو ایک ہوٹل میں سویا اور صبح گھر واپس آگیا۔ حالانکہ میں نے اکثر پیروں کو دیکھا ہے کہ جب ان کے پاس کوئی نیا آدمی آجاتا ہے تو وہ اٹھ کر اس کو گلے لگاتے ہیں اس کی خیریت، پتہ اور کام پوچھتے ہیں پھر چائے اور ہر تکلف کھانوں سے نوازتے ہیں اور اس کی ہر طرح سے دل جوئی کرتے ہیں کہ شاید ہمارا مرید بن جائے خاص طور پر اگر ان کے پاس کوئی امیر آدمی آجائے تو وہ اسے ہر طرح سے چھانسنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۳) پیری مریدی کرنے اور زیادہ عقیدت مند بنانے کا آپ کو قطعاً شوق نہ تھا راقم الحروف کو بہت شوق تھا کہ حضور کا حلقہ عقیدت وسیع ہو اور دوسرے پیروں کی طرح حضور کی بڑی گدی بن جائے چنانچہ میں پوری کوشش کیا کرتا تھا کہ لوگوں کو لا کر آپ کی بیعت کراؤں مگر آپ اس بات کے سمجھتے تھے کہ میں آدمیوں کو لانا مگر حضور جان بوجھ کر ایسی باتیں شروع کر دیتے ہیں سے آنے والا منتشر ہو کر چلا جائے میں اپنی سچی عقیدت سے آپ کی تعریف اکثر

لوگوں کے سامنے بیان کیا کرتا تھا آپ نے مجھے کئی مرتبہ ڈانٹا کہ میری تعریف میں مبالغہ بہت کیا کروا کر تم نے میری طرف کوئی غلط بات منسوب کی تو بارگاہ ایزدی میں خود ذمہ دار ہو گے حضور نے فرمایا کہ میری زندگی میں تو ایسا نہ کیا کرو بعد میں جو میری مرضی سے بنا دینا لاہور میں ایک بہت بڑے امیر آدمی تھے ان کو میں نے آپ کی بہت تعریف کی اس نے کہا کہ میں حضور کی دعوت کرنا ہوں میں نے بغیر پوچھے ہی دعوت قبول کر لی۔

کیونکہ حضور لاہور کتاب چھپوانے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے اس نے کہا کہ میں کار بھجوں گا۔ اس میں آپ لوگ آجائیں چنانچہ میں حضور کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت آپ حکیم سلطان احمد صاحب مرحوم کے پاس جو آپ کے پیر بھائی تھے اور اندرون شیرالوالہ دروازہ میں رہتے تھے قیام فرماتے لوگ کافی بیٹھے ہوئے تھے اطلاع ملی کہ باہر کار آپ کو لینے کے لئے آئی ہوئی ہے میں نے عرض کی کہ حضور! ایک جگہ میں نے آپ کی دعوت قبول کر لی ہے وہ بہت بڑے امیر آدمی ہیں آپ سے وہ بیعت بھی ہونا چاہتے ہیں باہر کار کھڑی ہے جس وقت آپ فرمائیں وہ کار والا آجائے میری یہ بات سن کر آپ کا چہرہ غصہ سے لال سرخ ہو گیا آپ مجلس سے اٹھ کر دوسرے کمرہ میں تشریف لے گئے مجھے بلا یا اور فرمایا کہ یاد رکھو آئندہ مجھے کسی امیر آدمی سے ملنے اور دعوت کھانے کے لئے کبھی نہ کہنا مجھے ایسے دنیا دار کتوں سے نفرت ہے۔ ایسے لوگوں سے مل کر میرے دل کو کوفت ہوتی ہے یہ سیاہ باطن لوگ ہمارے بھی دلوں کو سیاہ کر دیتے ہیں آج چونکہ تم دھدھ کر چکے ہو اس لئے چلا جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے آئندہ تو بہ کی کہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ اور عرض کیا کہ حضور آج ضرور تشریف لے چلیں چنانچہ آپ نے قبول فرمایا۔

ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب جو میرے دوست تھے اور کسی مرد درویش کی تلاش میں تھے وہ بیعت کرنا چاہتے تھے انہوں نے مجھے بھی کہا کہ مجھے کسی مرشد کی تلاش ہے اس سلسلہ میں آپ بھی میری رہنمائی کریں میں نے اس کے سامنے حضور کی تعریف کی اس نے کہا کہ تمہارے پیر مرشد جب بھی تشریف لائیں مجھے ضرور ان سے ملاقات کر لیں چنانچہ حضور لاہور تشریف لائے آپ اس وقت اختر صاحب گل کے ہاں قیام پذیر تھے میں اس مولوی صاحب کو ساتھ لے کر حاضر خدمت ہوا حضور نے ہماری طرف بظہور دیکھا میرا ارادہ تھا کہ آج کچھ ایسی تصوف پر تقریر فرمائیں کہ یہ مولوی صاحب آپ کا مرید ہو کر جائے لیکن آپ نے خلاف طبع اور خلاف معمول اختر صاحب کو فرمایا کہ ریڈیو آپ کے پاس ہے؟ اس نے کہا کہ ہے آپ نے فرمایا کہ لے آؤ کوئی گانا ہی سنیں وہ لے آیا اور اس نے بجلی سے لگا دیا جب گانے شروع ہوئے تو مولوی صاحب کھسیبانے سے ہوئے اور جلدی اٹھ کر چانا چاہتے تھے آخر کار جرات کر کے اجازت لی اور چلے گئے حضور نے ریڈیو بند کر دیا اور مسکرائے اور فرمایا کہ تمہارے مولوی صاحب کو ہم نے کس طرح بھگا یا ہے ایک منٹ نہیں بیٹھا اسی طرح کے کئی ایک واقعات ہیں جن میں آپ نے اپنے آپ کو چھپانے کی بے حد کوشش کی ہے اور عام پری مریدی سے نفرت کا اظہار کیا ہے

(۴) حق گوئی اور سچی بات منہ پر کہہ دینا یہ آپ کا شیوہ تھا خواہ اس میں کتنا ہی نقصان کہوں نہ برداشت کرنا پڑے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب محمد اختر گل صاحب جو حضور کے مخلص مرید ہیں وہ ایک شاہ صاحب کو ہمراہ لے کر حاضر خدمت ہوئے ان شاہ صاحب کی بہت بڑی دکان بیٹریوں کی مال روڈ پر تھی وہ موٹر سائیکل پر آئے اور وہ چاہتے تھے کہ ان کے لئے دعا کریں کہ ان کی دکان میں برکت ہو جائے جناب اختر صاحب نے یہ بھی ذکر کر دیا کہ مولوی ارشد صاحب نے پہلے ان کو برکت کے لئے ایک وظیفہ بتایا تھا آپ نے پوچھا کہ پھر وہ پڑھا کہ نہیں؟ اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں نہیں پڑھ سکا آپ کی طبیعت میں جوش آگیا آپ نے فرمایا کہ ہاں تم دنیا کے کتے کیا وظیفہ پڑھ سکتے ہو تمہارا تو دن رات یہی کام ہے کہ اس دنیا مردار کے پیچھے بھاگتے پھر وہ نماز روزہ اور دو وظائف سے تم لوگوں کو کیا غرض حوص و ہوا کے بندوں کے لئے ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں چلے جاؤ یہاں سے۔ اختر صاحب اپنی جگہ شرمندہ تھے میں اپنی جگہ نادم تھا چنانچہ فوراً شاہ صاحب کھسیانے سے ہو کر موٹر سائیکل پر سوار ہوئے اور گھر چلے گئے۔

آئین جواں مرداں سخن گوئی و بے باکی! اللہ کے فیروں کو اتنی نہیں رو باہی

آپ دنیا دانا اور مقرب اور مشکب آدھیوں سے اس طرح پیش آتے تھے ورنہ آپ بے حد حلیم الطبع اور متواضع انسان تھے اگر کوئی درویش طبع آدمی آپ کے پاس آتا تھا تو آپ بہت ہی محبت ادا نکساری و عاجزی کا اظہار فرمایا کرتے تھے

(۵) شہرت اور خود نمائی سے کوسوں دور بھاگتے تھے لوگوں کی زیادہ آمدورفت اور معتقدین کے هجوم سے بھی آپ کو بہت نفرت تھی ایک مرتبہ دیار پر میں حاضر خدمت تھا ایک شخص جو کہ کراچی سے آیا تھا آپ کو بلا اور کہا کہ حضور میں نے آپ کی کتاب "عرفان" پڑھی ہے اس روز سے آپ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا ہے اس لئے اتنی دور سے حاضر خدمت ہوا ہوں آپ نے قصوری دیر بٹھہر کر فرمایا کہ واقعی ہم نے ہی ایک غلطی کی ہے کہ کتاب نتائج کردی ہے اس نے ہمیں مشہور کر دیا ہے

ایک دفعہ میں لائل پور درجانبہ مل میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا کئی لوگ حاجت مند اپنی اپنی مرادیں لے کر آئے اور دعا کرا کے چلے جاتے آپ نے ایک بلی آہ کھینچی اور فرمایا "کہ مولوی صاحب کیا ہیں وہ پر لطف زانا تھا جب میں اکیلا جنگلوں میں پھرا کرتا تھا اور مجھے کوئی نہیں پوچھتا تھا قدم قدم پر بے شمار تجلیوں کا ورودا دے حدیثت دسرور کا دور تھا اب تو میں ان نانا ہوں سے تنگ آگیا ہوں جو مجھے اپنی ذاتی دینی اغراض کے لئے استعمال کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ کوئی پوچھنے نہیں آتا" آپ یہ فرما رہے تھے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

آپ اٹنا بھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ معتقدین کا گروہ پیچھے ہو اور آپ آگے آگے جا رہے ہوں چنانچہ آپ جب لاہور تشریف لاتے تو ہر روز عصر کے بعد حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ بیرون دہلی دروازہ کے مزار مقدس پر ضرور حاضری دیا کرتے تھے ایک دن ہم چند مریدین بھی پیچھے پیچھے چل پڑے آپ راستہ میں تبسم فرماتے لگے اور فرمایا کہ دیکھو تمہارے ساتھ چلنے سے اتنا اثر ہوا ہے کہ کل میں اکیلا یہاں سے گزرا ہوں کسی نے مجھے سلام تک نہیں دیا لیکن آج تم میرے ساتھ ہو تو سب لوگ اٹھ اٹھ کر سلام کر رہے ہیں میں اسی لئے پسند نہیں کرنا کہ تم میرے ساتھ آؤ چنانچہ آپ کی عادت تھی کہ آپ ہمیشہ ایک آدمی کو ساتھ لے کر جایا کرتے تھے باقی لوگوں کو گھر جانے کی اجازت فرمادیتے تھے ایک مرتبہ جامع مسجد چڑھ منڈی لاہور میں فقیر نے ایک جلسہ منعقد کیا حضور اتفاق سے لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور آپ ہمیشہ لاہور میں کسی کتاب کی اشاعت کی غرض سے تشریف لایا کرتے تھے ورنہ کئی مرتبہ دعوت دی گئی مگر آپ لاہور آنے سے انکار فرما دیا کرتے تھے۔

میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ حضور جلسہ کی صدارت قبول فرمائیں آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی صدارت نہیں کی مجھے معاف کریں بڑے انصاف سے جب میں نے عرض کیا کہ اگر صدارت نہیں فرماتے تو کم از کم جلسہ میں شمولیت ہی کو قبول فرمائیں تاکہ ہمارا جلسہ بابرکت ہو جائے آپ نے فرمایا کہ تمہارے جیسا ایک مولوی صاحب میرا معتقد تھا اس نے مجھے جلسہ میں شرکت کی دعوت دی جب میں جلسہ میں گیا تو اس نے اٹھ کر نعرہ تکبیر کی آواز بلند کی اور فقیر نور محمد صاحب سرور سی زندہ باد کے نعرے لگوائے گلے میں ہار ڈالے اور میں ماسے شرم و جہا کے زین میں گڑا جاتا تھا میرا جی چاہتا تھا کہ یہاں سے بھاگ جاؤں بڑی مشکل سے چند منٹ گزارے اور پھلا آیا اس دن سے میں نے حبسوں جلوسوں میں شریک ہونے سے ٹوہ کر لی۔

مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بھی میرے ساتھ یہی کام کرنا چاہتے ہو گے مجھے مہربانی کر کے معاف کر دو میں باپوس ہو کر واپس چلا آیا۔

(۶) آپ لنگر خانے اور آنے جلنے والوں کی سہولت کے لئے قیام گاہ بنانے کے سخت خلاف تھے اور اسے مکہ سپروں کی دکان داری سے موسوم کیا کرتے تھے۔ تعویذ گنڈھا، دم جھاڑا ان چیزوں سے آپ کو سخت نفرت تھی ایک مرتبہ لائل پور کے دوران قیام میں آنے جانے والوں کی تکلیف کے پیش نظر عرض کیا کہ حضور کم از کم تھوڑی سی جگہ یہاں ایسی بتوانی چاہیے جس میں دور سے آنے والے حضرات آرام سے رات گزار سکیں اور ان کمروں کے تمام اخراجات کا میں کفیل ہوں گا۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہارے جیسا ایک میرا مخلص دوست تھا وہ مجھے کہا کرتا تھا کہ فقیر صاحب آپ تو نرسے فقیر ہی ہیں آج کل صرف نعرے سے کام نہیں لینا فقر کے ساتھ کچھ مکر بھی ہونا چاہیے۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تم بھی مجھے اسی مکر کا سبق دینا چاہتے ہو۔ آپ نے فرمایا

ہمارا مسلک یہ ہے جیسا کہ حضرت بادشاہ سلطان العارفين رح نے ارشاد فرمایا ہے ۔

تاوانی خوشبختی را از خلق پوشش عارفانے کے بوند این خود خورشیدش

راقم الحروف کے خاندان میں تعویذات لکھنے کا سلسلہ بہت رائج تھا اس لئے میں نے بھی تعویذات کا مکمل علم پیر توکلی شاہ صاحب سے جو علم نجوم، علم رمل، علم جفر کے بہت بڑے ماہرین میں سے تھے حاصل کیا اور اس میں مجھے اچھی خاصی آمدنی تھی مگر آپ نے مجھے سختی سے منع فرمایا کہ تعویذات اور دم وغیرہ کرنے سے روحانی طاقت میں کمی آجاتی ہے اور فقیر باطن میں عروج حاصل نہیں کر سکتا پھر انہیں تعویذات کے چکر میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ آپ تسخیر اور عوام کے رجحان کو روحانی ترقی کے لئے رجحان قرار دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ بعض خام خیال فقیر جو لباس فقیر میں پکے دیندار ہوتے ہیں وہ عوام کو مسح کرنے کے لئے وظیفے پڑھا کرتے ہیں حالانکہ سالک زمانہ سلوک میں اس شکار کی طرح دیکے رہتا ہے جو خائف ہو کہ ابھی کوئی شکاری تجھے شکار نہ کرنے یہ دعوتیں کھلانے والے اور دست بوسی کرنے والے تو روحانی عروج حاصل کرنے والوں کو پکڑ کر فقیر ندلت میں پھینک دیتے ہیں مولانا رومی کے یہ شعر پڑھے ۔

دانه باشی مرغکانت بر چپند غنچه باشی کودکانت بر کنتد

دانه پنہاں کن سراپا دام شورا غنچه پنہاں کن گیاہ بام شورا

میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضور آئندہ تعویذات دیتے اور نئے گاہک بنانے سے توسختی پر ہیز کروں گا لیکن جو لوگ سابقہ معتقدین ہیں وہ تنگ کرتے ہیں ان کے لئے کیا کیا جائے آپ نے چہر ایک تعویذ بتایا اور فرمایا کہ اگر کوئی مجبور کرے تو سب کاموں کے لئے یہ صرف ایک ہی تعویذ لکھ کر دے دے کر دیہ ہم نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور سلطان العارفين رح کی بارگاہ سے منظور کیا ہے چنانچہ اس منظور شدہ تعویذ کو ہی میں لکھا کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ وہ تعویذ جس میں مشرکاتہ الفاظ نہ ہوں اس کے لکھنے سے شریعت میں مخالفت تو نہیں ہے۔ لیکن طالب مولیٰ کے لئے اس قسم کے کاروبار کا کرنے اور وکانداری بنا لینا رحمت کا باعث ہے کسی دفعہ جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ صحیح بات کرنے سے وہی قسم کے عورتیں مطمئن نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہا کہ میرا کتاب لکا لو میں نے کہا کہ میں نے تو اس قسم کی کوئی کتاب نہیں پڑھی جو آئندہ کے حالات بتا دے پھر اس نے کہا اچھا کوئی عمل بتا دیں جس سے ہماری مصیبت ختم ہو جائے میں نے کہا کہ صدقہ ذخیرات کرو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ الصدقات تدفع البلیات۔ صدقہ مصیبتوں کو دور کرتا ہے لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ وہ عورت

میری اس تقریر سے قطعاً اثر پذیر نہیں ہو رہی تھی میں نے محض اس کا امتحان لینے کے لئے کہا کہ جاؤ ایک خاص قسم کا صدقہ دو وہ یہ کہ ایک کنواری لڑکی سے آٹا پسواؤ پھر اس کو سات کنوؤں کے پانی سے گوندھو اور پھر تو سہ ہڈیاں کر اس کی ایک سائیڈ پکا لو اور اس روٹی کو کلمے رنگ کے کتے کو کھلاؤ میں نے دیکھا کہ وہ عورت میری ان باتوں سے چونک گئی اور ہم تن متوجہ ہو کر میری باتوں کو سنتی رہی اور کہنے لگی کہ اب آپ نے صحیح بات بتائی ہے میں ایسا ہی صدقہ کروں گی اس قسم کی تو ہم پرست عورتوں کو بیوقوف بنانے کے لئے آجکل کے ٹھگ باز مکار اور چالاک عالمین ایسی ہی من گھڑت باتیں بنا لیتے ہیں اور سینکڑوں روپے بٹور لیتے ہیں لہذا ایسے کاروبار سے بچنا اور دامنِ عفت کو داغدار ہونے سے محفوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔

میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ چند عورتیں آئیں وہ تعویذ مانگتی تھیں آپ نے فرمایا کہ جاؤ میں تمہارے لئے دعا کروں گا اور تمہارا کام ہو جائے گا مگر وہ باریا تعویذ کا اصرار کرتی تھیں آپ نے فرمایا کہ میری دعا پڑھیں نہیں اور تعویذ پڑھیں ہے چلی جاؤ میں تمہارے لئے دعا ہی کروں گا میں نے تعویذ کبھی نہیں لکھا جب وہ دھرتا مار کر بیٹھ گئیں تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اچھا اگر تم نہیں جانتیں تو میں چلا جاتا ہوں چنانچہ وہ شرمندہ ہو کر چلی گئیں مگر فریب اور بناوٹ کو آپ کی فقیری میں قطعاً دخل نہ تھا جو کچھ نفاق ہی سچ تھا ایسے درویش منش فقرا کا وجود دنیا سے عنقا ہو گیا ہے یہی مذکورہ بالا وجوہات تھیں کہ خاص خاص خوش قسمت لوگ ہی آپ سے فیض یاب ہو سکے اور ظاہر ہیں خوشامد پرست آرام کے طالب آپ سے ہمیشہ کنارہ کش رہے کسی نے خوب کہا ہے

نمبر سے مسلک میں دست بوسی نہ میرے مسلک میں چالوسی اسی لئے ناقصوں نے اور کیا نہ مجھ کو قبول اب تک آپ ہمیشہ اپنے روحانی پیشوا اور حقیقی مربی حضرات سلطان العارفين سلطان باہو قدس سرہ کی طرح پیری مریدی، مروضہ، سنگر، خانقاہ، سجادگی اور دینیوی عروج و جاہ سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور اپنی گناہی میں غلو فرمایا کرتے تھے ظاہری لباس بھی عام رواج کے مطابق زیب تن فرمایا کرتے تھے خاص فقروں کے لباس میں جس میں لوگوں کی انگشت نمائی اور تشہیر کا باعث ہو پر نیز فرماتے تھے ہمیں بھی نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اپنے ظاہر کو عوام کی طرح رکھو اور باطن کو زیادہ درست کرو اور حضور سلطان العارفين قدس سرہ کا یہ شعر حور در لباس فرمایا کرتے تھے

از دروں شو آشنای ذر بروں بیگانہ باش کم بزدانند زمانہ چین زبیا روشش
اسی لئے آپ کشف و کرامات کے اظہار سے بھی حتی الامکان گریز فرمایا کرتے تھے حالانکہ آپ کا روحانی مقام اتنا بلند تھا کہ ردحائیت کے تابدار آپ کے سامنے سر جھکاتے تھے۔

مقام ولایت

آپ کے باطنی روحانی مرتبہ اور مقام ولایت کے متعلق تو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اس بجز معرفت کے پیراک ہوں اور اس وادی طریقت کے بادیہ پیمایا ہوں تاہم آپ کے مقام کے متعلق چند باتوں کا جو فقیر کو مشاہدہ ہوا ہے وہ بیان کرتا ہوں میں نے اسی کتاب میں دوسری جگہ عرض کیا ہے کہ ابتداء میں میرا روحانی تعلق حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رحمہ سے تھا اور اس میں شک نہیں کہ وہ کامل اولیاء اللہ تھے اور تھوڑے ہی عرصہ میں جو آپ نے میری باطنی بیماریوں کا علاج کیا اور حیرت انگیز طریقے سے روحانی ترقی عطا فرمائی میں اس کا بے حد شکر گزار ہوں اور عمر بھر ممنون منت رہوں گا۔ اسی روحانی تعلق کی بنا پر میں ہمیشہ آپ کے عرس مبارک اور آپ کے روحانی مری حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رح کے عرس پر ضرور حاضری دیا کرتا ہوں اور ادھر حضرت سلطان العارفین رح کے عرس پر بھی ضرور جاتا ہوں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے عرس پر ضرور ملے مردوں کی خلط ملط اور عوام کا پوری طرح شریعت کی پابندی نہ کرنا اس قسم کی باتیں میرے ذہن میں موجود تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رح کے عرس میں شریک ہوا تو یہاں شریعت کی پابندی اور عوام کا ڈھکی کی سنت پر پورا اعلیٰ تہجد کی پابندی ان چیزوں کو دیکھ کر میرے دل میں ایک وسوسہ پیدا ہوا کہ میں نے اس قسم کے پابند شریعت خاندان کو چھوڑ کر حضرت فقیر نور محمد صاحب شرقپوری سے تعلق پیدا کر لیا ہے یہ کوئی اچھا کام نہیں کیا میاں صاحب کا مرتبہ اور کرنامات اور شہرہ زیادہ ہے میں نے اس وسوسہ کو کئی مرتبہ دل سے نکالا مگر باز بار بار یہ وسوسہ بچتہ ہوتا گیا۔

واپس لاہور آیا رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک چار دیواری ہے جس میں کافی لوگ کھڑے ہیں میں نے دریافت کیا کہ یہاں لوگوں کا ہجوم کیسے ہے لوگوں نے بتایا کہ یہاں میاں شیر محمد شرقپوری تشریف لائے ہوئے ہیں لوگ زیارت کے لئے آئے ہوئے ہیں میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور آپ کی زیارت کے لئے فوراً اندر پہنچا تو میاں صاحب کو ایک شخص وضو کرا رہا تھا آپ وضو کے بعد اٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ لیا اور بازو میں بازو ڈال کر نہایت بے تکلفی سے باہر کی طرف نکل پڑے ہیں خواب میں ہی سوچ رہا تھا کہ میاں صاحب تو ایک مشہور ترین بزرگ ہستی ہیں اور آپ کتنے سادہ ہیں کہ بے تکلفی سے دوستوں کی طرح مجھ سے پیار فرماتے ہوئے مجھے ساتھ لے جا رہے ہیں اتفاقاً سامنے سے حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب شرقپوری تشریف لے آئے حضرت میاں صاحب نے میرے بازو سے بازو نکالا اور فوراً گھٹنوں کے بل گر کر چلنے لگے فقیر صاحب قریب آئے گئے اور حضرت میاں صاحب گھٹنوں کے بل چلتے چلتے آپ کے قدموں کے پاس جا پہنچے آپ نے پیلے قدموں کو جو ما اور پھر ان قدموں پر سر رکھ دیا مجھے یہ حالت دیکھ کر وجد طاری ہو گیا اسی وجد میں آگے بڑھا اور حضرت فقیر صاحب کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کے لئے اپنا منہ آپ کے ہاتھوں پر رکھا ادھر آنکھ کھل گئی بیدار ہو

کے بعد بھی وہ پورا مندر میری آنکھوں کے سامنے موجود تھا اور بے حد سرور و لذت اور قلب میں ایک
دردانی کیفیت کا ظہور تھا مجھے اس خواب کے بعد پوری طرح یقین ہو گیا کہ حضرت قبلہ فقیر صاحب کا
مرتبہ بھی روحانیت میں کچھ کم نہیں جن کی تعظیم حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رح بھی فرماتے ہیں چنانچہ
وہ دسوسہ میرے دل سے جاٹا رہا۔

ایک مرتبہ میں رحمانیہ مل لائل پور میں حاضر خدمت ہوارات کو بھی وہیں قیام کیا حضور چونکہ
زیادہ ظاہری درد و وظائف کے پابند نہیں تھے اور نہ ہی کبھی آپ نے تسبیح کا استعمال کیا حضور کافی
دیر سے صبح کی نماز کے لئے نشریف لائے آئے ہی سنتیں پڑھ کر جماعت کرادی میرے دل میں بار بار
یہ دسوسہ پیدا ہوتا تھا کہ میں نے کسی بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ درد و وظائف میں ہر وقت لگے
رہتے ہیں بڑی ریاضتیں اور چلے کرتے ہیں حضرت صاحب نے نماز کے بعد بغیر استفسار کے خود بخود
ہی مسئلہ شروع فرمادیا آپ فرمانے لگے کہ دیکھو ایک جو لانا ہوتا ہے جو بے چارہ کپڑا بننے کے لئے
صبح سے لے کر شام تک سر پیرا رہتا ہے اور ظاہری طور پر بے حد مشقت و محنت سے کام لیتا ہے وہ صرف
بیس پچیس یا تھ کپڑا بنتا ہے اس کے مقابلہ میں یہ ٹیکسٹائل مل ہے ادھر بٹن دبایا اور بغیر کسی ظاہری
مشقت کے ایک گھنٹہ میں سینکڑوں گز کپڑا بن جاتی ہے۔

اسی طرح فقیر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک جو لاپے کی طرح سارا سا بدن مند اور زبان اور
تسبیح چلاتے ہیں زیادہ سے زیادہ دن میں بارہ تیرہ ہزار بار پڑھتے ہیں اور دوسرا فقیر مل کی طرح ہوتا ہے
جس کی زبان بند ہوتی ہے اور اس کے ہر بن ٹو سے ذکر الہی جاری ہوتا ہے جو ایک سیکنڈ میں کئی لاکھ
مرتبہ اسم ذات کا ورد کرتا ہے پھر یہ شعر پڑھا۔

غشقی جہانندے ہڈیں چچا اور پھرتے چپ چپاتے ہڈے لوں لوں دے ڈھ لکھ زبانان ادہ گونگی کر دے باتیں ٹو
حضور کشفی طور پر میرے دسوسہ پر مطلع ہو گئے تھے چنانچہ مزید وضاحت کے لئے فرمایا کہ ایک مرتبہ
مجھے بھی تمہاری طرح ایک دسوسہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ یہ کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ، ایک رکاب میں پیر رکھتے تو قرآن شروع فرماتے تھے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو قرآن مجید
پورا کا پورا ختم کر لیا کرتے تھے میرے دل میں یہ دسوسہ پیدا ہوا کہ یہ مبالغہ اور جھوٹ معلوم ہوتا ہے آخر
قرآن کریم پڑھنے میں وقت صرف ہوتا ہے خواہ کتنا ہی تیز پڑھنے والا کیوں نہ ہو چنانچہ باطن میں اپنے پیرو مشد
ومرتی حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی بارگاہ میں جب حاضر می ہوئی تو یہ دسوسہ میرے دل میں موجود
تھا حضور نے میرے دسوسہ پر مطلع ہو کر فرمایا کہ فقیر صاحب یہ بات غلط نہیں اور نہ اس میں مبالغہ ہے۔

”کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک رکاب میں پیر رکھتے اور دوسری رکاب تک پیرے جانے کے وقت تک قرآن مجید ختم کر لیتے تھے“ میں عرض کیا کہ حضور! آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی مشکل بات نہیں میں ابھی تمہیں اس بات کا مشاہدہ کرانا ہوں چنانچہ آپ نے مجھے ایسی باطنی توجہ دی کہ میرے سر میں مٹو سے قرآن کریم جاری ہو گیا آپ نے فرمایا کہ اگر نہیں حافظ قرآن ہوں تو آدھ گھنٹہ میں قرآن ختم کر لیتے ہیں اور اگر ساٹھ گھنٹہ میں تو پندرہ منٹ میں اور اگر ۱۲ ہوں تو ساڑھے سات منٹ میں غرض کہ جتنے پڑھنے والے زیادہ ہوں اتنا ہی جلدی ختم ہو گا۔ اور جہاں ایک ایک بال کی زبان سے قرآن جاری ہو وہاں تو جسم کے ایک ایک بال کے حصہ میں ایک ایک لفظ بھی نہیں آتا حضور فرماتے ہیں کہ جب میں نے خود اپنے جسم پر اس کا مشاہدہ کر لیا تو میرا وہ وسوسہ جاتا رہا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی زبان مثنیٰ ترجمان پر نہایت محبوبیت کے وقت چند کلمات قدسیہ نے اختیار جاری ہوئے ہیں جنہیں رسالہ روحی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اس میں آپ نے ایک نہایت ہی مخفی حقیقت کا اظہار کیا ہے جو القادری بانی اور اہام رحمانی کا نتیجہ ہے اس میں پانچ سلطان الفقراء کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے نام تحریر کئے گئے ہیں جن میں پانچ سلطان الفقراء کے متعلق لکھا ہے کہ وہ آچھے ہیں اور آئندہ دو سلطان الفقراء کے تشریف لانے کے متعلق بیان کیا ہے اور فرمایا ہے ”سے

تا آئندہ ان دو روح از آشیانہ وحدت بر مظاہر کثرت نہ خواہند برپا قیام قیامت نخواہند یعنی جب تک وہ دو روح وحدت کے گھونسلے سے نکل کر عالم کثرت کی فضا میں پرواز نہ کریں قیامت قائم نہ ہوگی لہذا ہمیں ان دو روحوں کا انتظار تھا ان دو میں سے ایک حضرت فقیر لور محمد صاحب قادری سروری ہیں جس کے متعلق حضور نے اپنی ظاہری زندگی میں کئی اشارے فرمائے اور بعد میں کئی طرح سے اس مرتبہ پر فائز ہونے کی وضاحت ہو گئی۔ میں نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ حضور آپ سلطان الفقراء کے مرتبہ پر تو نہیں ہیں جن کے آنے کے متعلق حضرت بادشاہ صاحب نے اظہار فرمایا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے کہنے کی ضرورت نہیں لیکن آپ کو میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد میری قدر ہوگی اور فسوس کریں گے کہ ایک اعلیٰ ہستی ہمارے ہاتھوں سے چلی گئی جس سے ہم کما حقہ فائدہ حاصل نہ کر سکے۔

چنانچہ میں نے خطوط میں آپ کو سلطان الفقراء کے لقب سے لکھنا شروع کیا تو آپ نے اس کا انکار نہیں فرمایا۔ میں نے ”پیر دا وچھوڑا“ کے نام سے پنجابی میں آپ کے فراق میں اشعار لکھے ہیں ان پر بھی سلطان الفقراء کا لقب لکھا اور پھر آپ کے لائل پور تشریف لانے پر ”نزول نور در شہر لائل پور“ کے نام سے ایک منظوم رسالہ اردو میں تحریر کیا اس پر بھی سلطان الفقراء کا لقب استعمال کیا آپ نے دونوں رسالوں کو ملاحظہ فرمایا مگر آپ نے انکار نہیں فرمایا حالانکہ

حضور کی یہ عادت تھی کہ اگر آپ کی تعریف میں کوئی مبالغہ کی بات کہتا تو فوراً اسے منع فرما دیا کرتے تھے۔ بلکہ ایک مرتبہ صوفی عبدالرحیم صاحب جو حضور کے خادم خاص تھے بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا اس نے پوچھا کہ آپ کی تعریف کیا ہے اور تپہ کیا ہے تو فرمایا کہ مولوی ارشد صاحب کا لکھا ہوا رسالہ اگر کوئی میاں ہو تو اسے دے دو اس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے لیکن صوفی صاحب کو وہ رسالہ نہ ملا حضور نے فرمایا کہ مولوی ارشد صاحب مجھے صحیح سمجھ گئے ہیں اور اچھا لکھ سکتے ہیں۔ اس میں بھی آپ کا مرتبہ سلطان الفقراء کی تصدیق کرنے کی طرف اشارہ تھا۔

کلاچی شریف میں حضور کے وصال کے بعد جب میں حاضر ہوا تو مجھے باطن میں واضح طور پر بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "سلطان الفقراء" کے مقام پر فائز کیا ہے، کلاچی شریف جانا سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ کسی نے میرے سامنے کاغذ پیش کیا ہے جس پر لورانی حروف سے تحریر تھا: اکان سلطان الفقراء فقیر نور محمد سروری۔ میں نے اس کے احوال دیکھے تو قدرت کا اتفاق دیکھئے کہ ۱۹۴۰ء تک جو حضور کے وصال کا سن عیسوی ہے۔

میرے محترم بزرگوار جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب چنیوٹی نے بیان کیا کہ میں نے حضور کے لئے ایک عصا تیار کروایا جس پر میں نے نام لکھوانے کے متعلق دریافت کیا تو میرا ارادہ تھا کہ آپ کے نام کے پہلے سلطان الفقراء لکھوادوں مگر آپ نے فرمایا کہ نام کے بعد ایچ ایچ کا اضافہ کر دیں میں اس پر حیران تھا کہ اس کا کیا مطلب ہے یہ کوئی ڈگری تو نہیں آپ نے فرمایا کہ حیران کیوں ہوتے ہو اس کا مطلب ہے ہر ذاتی نس یعنی سلطان ہے۔ جناب مولوی ضیاء الحق صاحب نے بیان کیا کہ حضرت صاحب نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ آج رات مجھے سلطان الفقراء کا لباس پہنایا گیا ہے اور اس نوری تبا میں جہاں بٹن ہوتے ہیں وہاں کلمہ شریف نوری حروف میں تحریر تھا۔

(بحوالہ رہنمائے زندگی دسمبر ۱۹۶۱ء)

اسی مذکورہ بالا رسالہ میں میرے محترم رفیق طریقت ڈاکٹر محمد رفیق صاحب حمادی نے حضور کا ایک نخط نقل کیا ہے جسے آپ نے کلاچی شریف حضور کے عرس کے موقع پر پڑھ کر سنایا تھا اس میں بھی حضور کے قلم سے جو الفاظ صادر ہوئے ہیں وہ بھی آپ کی حقیقت اور مقام ولایت پر ایک بین ثبوت ہیں وہ یہ ہیں۔

« اللہ تعالیٰ شاہد حال ہے کہ آج طریقہ قادسی میں جو باطنی اور روحانی نسبت اس فقیر کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے محبوب سبحانی قدس سرہ اور مرشد حضرت سلطان العارفين رح کے ساتھ حاصل ہے۔ آج روتے زمین پر وہ کسی کو حاصل نہیں۔ »

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ حضور سلطان الفقراء کے مرتبہ پر فائز تھے اب صرف ایک اور سلطان الفقراء کا اظہار ہے اس کے بعد یقیناً قیامت قائم ہو جائے گی قرب قیامت کے تمام آثار ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔

کشف

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ کشف فقیر کے لئے ایک معمولی اور ادنیٰ اسی بات ہے میں نے دیکھا ہے کہ جو انسان سانس لیتا ہے اور اندر سے کاربن خارج کرتا ہے اس کے ساتھ اس کے خیالات بھی باہر آتے ہیں جو عارف کامل کے کان سن لیتے ہیں چنانچہ حضور ایک مرتبہ ایک گاؤں تشریف لے گئے چند درویش بھی ساتھ تھے کھانا کھانے کے بعد عشاء کی اذان ہوئی تو سب نے خاموش ہو کر اذان کو سنا حضور اس گاؤں میں پہلی مرتبہ آئے تھے اس لئے آپ کو کسی آدمی سے واقفیت نہ تھی آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے اذان کے کلمات سنے ہیں اور مجھے اس کے ساتھ چند الفاظ اور بھی سنائی دیئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ پارہ۔ گندھک آملہ سار۔ پڑتال ورتی۔ قلمی شورہ۔ لوشاد۔ درویشوں نے سمجھا شاید موفن کوئی حکیم ہوگا۔ رات کو تو وہیں قیام گاہ میں نماز ادا کی اور سورہ صبح کی نماز کے لئے سب حضور کے ساتھ مسجد میں چلے گئے فجر کی نماز پڑھ کر واپس قیام گاہ پر آئے تو گاؤں کے امام مسجد نے دیکھا کہ کوئی فقیر اور درویش لوگ معلوم ہوتے ہیں وہ بھی قیام گاہ پر پہنچ گیا حضور بیٹ گئے وہ آگے بڑھ کر آپ کو دبانے لگا اور باتوں باتوں میں پوچھتا ہے کہ حضور آپ نے تو بہت سیاحی کی ہوگی کوئی کہیا گری کا نسخہ بھی ہاتھ لگا ہے یا نہیں؟

آپ نے فرمایا کہ رات عشاء کی اذان تم نے ہی تھی؟ اس نے کہا جی ہاں میں نے ہی دی تھی فرمایا کہ میں تمہاری اس بیماری کے متعلق اپنے درویشوں کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ تمہیں تو اذان کے کلمات سنائی دے رہے ہیں اور میں ساتھ ساتھ پارہ۔ قلمی شورہ۔ گندھک آملہ سار وغیرہ کے الفاظ بھی سن رہا ہوں تمام درویش کھل کھلا کر ہنسنے لگے۔

ایک مرتبہ میں نے حضور سے قصیدہ غوثیہ پڑھنے کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا کہ اس میں رحمت کا میت اندیشہ ہوتا ہے چنانچہ اس پر آپ نے کئی واقعات بھی سنائے اور ایک واقعہ میں خود بھی مشاہدہ کر چکا تھا کہ ایک ہمارا پیر بھائی مولوی لاہور کے رہنے والے نے قصیدہ غوثیہ پڑھنا شروع کیا تو اس کی طبیعت میں ایسی جلالت پیدا ہوئی کہ اس نے کئی آدمیوں پر پھرے سے حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا اور وہ کافی عرصہ تک اس مقدمہ میں پھنسا رہا اس سلسلہ میں میرے پاس بھی روحانی امداد کے لئے آتا رہا اسی اثنا میں اس کو قصیدہ غوثیہ پڑھنے سے منع کر دیا گیا حضور پیر و مرشد کے صدقہ اس کی تربیت ہو گئی۔

حضور نے مجھے بھی قصیدہ غوثیہ پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی میں نے پڑھنا شروع کر دیا چند دن کے بعد میری طبیعت میں اس قدر غصہ پیدا ہونے لگا کہ جی چاہتا تھا کہ کسی آدمی کے منہ پر ٹھپڑ رسید کر دوں حالانکہ میرے ہمنشین اور رفیق کار حضرت جانتے ہیں کہ میں بے حد متانت مزاج اور حلیم الطبع انسان ہوں بعض اوقات جہاں کسی موقع پر غصہ کرنے کی ضرورت بھی ہوتی ہے وہاں بھی غصہ نہیں آتا تھا اور میں اس

نرم طبیعت سے بہت نقصانات بھی اٹھا چکا تھا مگر فطرتی طبع کو بدلنا میرے لئے مشکل تھا لیکن قصیدہ شریف پڑھنے سے چند دن میں البینا انقلاب پیدا ہو گیا کہ میں خلاف معمول ہر شخص سے تشریف اور دیدار حاجی سے پیش آنے لگا ایک دو طالب علموں کو مارا بھی مسجد کے مقتدیوں سے بھی چند ایک سے لڑائی ہو گئی ہر وقت نماز میں طبیعت نے کڑھتا شروع کیا دل چاہتا تھا کہ چاقو کسی کے پیٹ میں گھونپ دوں۔ اس کا سبب میں نے محسوس کیا کہ کہیں قصیدہ غوثیہ کی رحمت نہ ہو میں حضور کو خط لکھنا ہی چاہتا تھا کہ آپ کا خلات توقع خط آ گیا کہ قصیدہ غوثیہ میں اگر ایسے ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو اس کا پڑھنا ترک کر دیں اور میں بعینہ اسی قسم کے حالات میں مبتلا تھا چنانچہ میں نے اس کا پڑھنا چھوڑ دیا۔

آپ کو اکثر کئی باتوں کا انکشاف ہو جاتا تھا مگر اخصاً اسے حال کے لئے اس کا اظہار نہیں فرماتے تھے حضور نے ایک مرتبہ اپنے پیر و مرشد و مرئی حضرت فقیر نور احمد سائیں رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت سلطان العارفین رح کی اولاد ہیں سے تھے اور نہایت بلند پایہ بزرگ تھے حضور نے ان کے ایک کشف باطنی کا واقعہ سنایا فرمایا کہ میں سلوک کے ابتدائی زمانہ میں جب تھا تو میں ہمیشہ حضرت سلطان باہو کی کتابوں کو با وضو اپنے ہاتھ سے لکھتا رہتا تھا اس وقت پرانا کچا دربار شریف تھا گاؤں اور دربار شریف کے درمیان ایک کچی مسجد تھی عموماً اس میں بیٹھ کر کتب نحریر کیا کرتا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد نور احمد سائیں گھوڑی پر دربار شریف کو ہمیشہ جایا کرتے تھے اور میں جب انہیں گزرتے دیکھتا تو تعظیماً ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا جب آپ دور نکل جاتے تو پھر لکھنا شروع کر دیتا ایک رات حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے باطن میں میرے ساتھ اس قدر شفقت و محبت کا اظہار فرمایا کہ میری خوشی کی انتہا نہ رہی میں نے اس باطنی معاملہ کا ذکر کسی سے نہ کیا سارا دن لذت و سرور میں مگن رہا حسب معمول حضرت نور احمد سائیں رح عصر کے بعد دربار شریف کی طرف جا رہے تھے آپ نے گھوڑی کا رخ میری مسجد کی طرف کر دیا میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ ابھی نجیر ہو آپ میری طرف کیوں آ رہے ہیں۔ میں تعظیماً کھڑا ہو کر آپ کا انتظار کرنے لگا۔ آپ بے حد منکر المزاج اور عاجزی پسند قسم کے بزرگ تھے آپ دستخط فرماتے تو اپنے آپ کو "فقیر احمد" لکھا کرتے تھے اور کوئی نام دریاوت کرتا تو فرماتے کہ میرا نام فقیر احمد ہے "احمد" تو بڑے شان والے کا نام ہے اور میں نہایت گنہگار اور حقیر ترین انسان ہوں۔

چنانچہ میری طرف دیکھ کر فرماتے لگے کہ "لاؤ فقیر کل راتیں جہڑا بادشاہ صاحب نے تیرے اسے کرم کیتا اسے ایس احمدوں لوں وی پتہ اسے" میں نے نہایت مودبانہ طور پر عرض کیا کہ حضور آپ کو کیوں نہ پتہ ہو آخر یہ آپ ہی کے صدقہ میں بادشاہ صاحب کی مجھ پر کرم نوازیوں ہیں ذر نہ میں کس لائق ہوں؟ آپ یہ فرما کر دربار شریف کی طرف چلے گئے۔

باطنی تصرفات و انکشافات

ایک مرتبہ حضور قبلہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے میں نے اپنے عزیز خانہ پر حضور کو دعوت دی تو آپ نے منظور فرمایا اور

تشریف لے آئے ان دنوں میں میاں محمد دین کراؤن بس واسے کی جامع مسجد جو باغبانپورہ میں واقع ہے، کا خطیب تھا وہاں ہی حضور کے قیام کا انتظام کیا گیا اکثر لوگ آپ کو ملنے کے لئے آئے لگے شیخ مقبول احمد میرا ایک دوست تھا اس کا چچا ہندو پاکستان کی پارٹیشن کے دوران میں تجارت کے سلسلہ میں کراچی گیا ہوا تھا پھر وہ واپس نہ آیا انہوں نے اس کی تلاش میں بہت کوشش کی لیکن وہ نہ مل سکا اور نہ اس کی موت و حیات کے متعلق علم ہو سکا شیخ مقبول احمد نے مجھے کہا کہ حضور سے میرے چچا کے متعلق دریافت کریں اور وہ اتنا بتادیں کہ وہ مر چکا ہے یا ابھی تک زندہ ہے؟

چنانچہ میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے فرمایا کہ میں کل اس کے متعلق بتا دوں گا۔ چنانچہ دوسرے روز جب حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ وہ مر گیا ہے شیخ صاحب کو آپ کی زبان پر یقین تھا۔ اس لئے انہوں نے اس بات پر یقین کرتے ہوئے واپس چلے گئے ہیں نے حضور سے دریافت کیا کہ حضور یہ حساب تو مجھے بھی سکھا دیں اکثر اس کی ضرورت پڑتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! یہ کوئی علم جیو یا نجوم کا حساب نہیں کہ میں اس کا قاعدہ آپ کو بتا دوں بلکہ رات کو جب میں عالم ارواح میں گیا تو وہاں کے اس فرشتہ سے جو ارواح کے اعداد و شمار کو لکھتا رہتا ہے اور ہر آنے والی روح کا اسے علم ہوتا ہے اس سے دریافت کیا کہ اس نام کا شیخ فلاں سال میں آپ کے ہاں آیا ہے یا نہیں؟ اس نے رخصت کو دیکھ کر بتایا کہ وہ آچکا ہے چنانچہ اس نے حکم دیا کہ فلاں شخص کی روح کو حاضر کیا جائے فوراً ہی اس شیخ کی روح آگئی اور اس کی وہ صورت مثالی یعنی مرنے کے وقت جس شکل اور لباس میں تھا وہ بھی پیش کی گئی چنانچہ آپ نے جو اس کا حلیہ اور لباس بتایا میں نے شیخ مقبول احمد سے دریافت کیا تو وہ بالکل صحیح اور درست نکلا۔

ایک مرتبہ حضور نے ذکر فرمایا کہ میرے ہمارے میرا مچائی تھا ہم دونوں رات کے ایک بچے بلتان کی ایک مراثی میں رات گزارنے کیلئے آئے ایک کمرہ میں ایک چارپائی اور ایک دوسرے کمرہ میں چارپائی خالی تھی ہمارا خیال تھا کہ ایک کمرہ میں کھٹے رہنے والے ایک ہندو سو باہوا تھا میں نے اسے کہا کہ تم دوسرے کمرہ میں چلے جاؤ وہاں چارپائی خالی ہے تاکہ ہم دونوں ساتھ ایک ہی کمرہ میں ات گزار سکیں۔ لیکن وہ اس بات پر رضامند نہ ہوا۔ آخر کار ہم نے فیصلہ کیا کہ ایک ہی چارپائی پر رات بسر کریں دونوں ایک ہی چارپائی پر لیٹ گئے حضور نے فرمایا کہ مجھے یقین نہیں آتی تھی اس لئے میں نے خیال کیا کہ وضو کر کے نوافل ہی پڑھیں چنانچہ میں نے دونوں چارپائیوں کے درمیان جگہ خالی تھی وہاں کپڑا بچھا یا نوافل ادا کئے مراقبہ کرنا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ بزرگان دین کے کئی واقعات پڑھے ہیں کہ وہ ہندوؤں کو توجہ دیتے تھے اور انہیں کلمہ جیسی کر دیتے تھے۔

چنانچہ میں نے بطور آزمائش اس ہندو کے بیٹہ پر کلمہ لا الہ الا اللہ کا تصور کیا جب پورے زور سے توجہ دی تو سوتے ہی بللا اٹھا اور اس کی زبان پر بے اختیار کلمہ جاری ہو گیا۔ اٹھ کر باہر کو بھاگا کسی لوگ باہر پھر رہے تھے۔ جس نے پوچھا لا الہ الا اللہ کی کیا بات ہے؟ کہا کہ لا الہ الا اللہ کسی نے پوچھا کہ تمہیں ہوا کیا؟ کہا کہ لا الہ الا اللہ لوگ اسے پکڑتے تو وہ کہتا لا الہ الا اللہ اس کے حواس باختہ تھے اور وہ دیوانوں اور پاگلوں کی طرح بھاگتا اور لا الہ الا اللہ پڑھتا تھا کافی دیر کے بعد اس کی حالت معمول کے مطابق ہوئی لوگ حیران تھے کہ اسے ہوا کیا ہے میرا بھائی مجھے کہنے لگا کہ تم نے اسے کچھ کیا ہو گا میں نے کہا کہ ہاں میں نے صرف تجربہ کرنے کے لئے نفی اثبات کی توجہ دی ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور محرم شریف کے موقع پر دربار حضرت سلطان باہور حرج پر تشریف فرما تھے تمام درباروں کا اذقاف کے ماتحت آنے کا ذکر شروع ہوا اور کسی نے کہا کہ حکومت نے پالیسی مرتب کی ہے کہ وہ تمام درباروں کا انتظام سنبھال لے گی میں نے عرض کیا کہ حضور قبل ازین کئی مرتبہ پہل پاس ہوا ہے مگر اس پر عمل نہ کیا جاسکا آپ نے فرمایا کہ اس دفعہ اس پر ضرور عمل ہو گا کیونکہ میں نے باطن میں دیکھا ہے کہ تمام اولیاء اللہ کی روحوں کا ایک عظیم اجتماع ہوا ہے جس میں سب کو یہ شکایت تھی کہ ہمارے سجادہ نشین حضرات عیاشی و فحاشی میں مبتلا ہو کر دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے غافل ہو چکے ہیں اس لئے ان سے چھین کر اس کا انتظام کسی دوسرے ہاتھ میں جانا چاہئے چنانچہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ پھر اس کی ابتداء میرے مزار سے ہونی چاہئے۔ کیونکہ سب سے زیادہ خرابی میرے ہاں موجود ہے اب چونکہ خود اولیاء اللہ اس بات پر رضامند ہو چکے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ یہ تمام مزارات حکومت کی تحویل میں آجائیں۔

چنانچہ ابھی تین ماہ نہ گزرنے پائے تھے کہ داتا گنج بخش کا مزار اذقاف کے ماتحت آ گیا پھر اس کے یکے بعد دیگرے مزارات اذقاف کی تحویل میں آنے لگے جس وقت حضور نے یہ فرمایا تھا آپس وقت اس بات کا قطعاً یقین نہیں آتا تھا۔

ایک دفعہ حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر ایک نوجوان شخص سے ملاقات ہوئی جو فرقہ اہل حدیث کے مشہور رہنما مولانا داؤد غزنوی کا بیٹا ابو بکر غزنوی تھا اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے ایک تکلیف ہے اس کے لئے کوئی مشورہ دیں تاکہ میری جان اس بلا سے نجات حاصل کر جائے۔ اس نے بتایا کہ اسے کبھی کبھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ بے شمار مکھیاں اس پر ٹوٹ پڑتی ہیں اور سخت تکلیف دہتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان اور اطباء کرام اس عجیب و غریب کیفیت کے سمجھنے سے قاصر ہیں اور مجھے ان مکھیوں نے لانت کو نیند حرام کر دی ہے دن کو چین نہیں آتا خدا را بتائیے کہ کیا کیا جاتے ہیں اسے مشورہ دیا کہ وہ لائل پور میر سے پیر و مرشد حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قبلہ کو میں تو وہ اس کا روحانی علاج کریں گے۔ چنانچہ وہ دوسرے روز ہی لائل پور حضور کی خدمت میں پہنچ گیا اور جا کر کہا کہ میں روحانی طاقت

کافال نہیں لیکن آپ جس طرح چاہیں علاج کریں آپ نے فرمایا کہ اگر تم نہیں مانتے تو نہ مانو چلے جاؤ پھر ہمارے پاس کیا لینے آئے ہو لیکن وہ انتہائی مجبوری کا اظہار کر کے کہتے لگا کہ آپ خدا کے لئے اس کا مدد فرمائیں چنانچہ حضور فقیر صاحب نے اس کو کہا کہ یہ بیماری تو جاتی رہے گی لیکن تم وہابی ہی رہو گے چنانچہ آپ نے اس کے لئے "رسالہ روحی" پڑھتے کو تجویز فرمایا ایک کٹر قسم کے غیر مقلد وہابی کے لئے یہ رسالہ زہر قاتل تھا مگر اس کو مجبوراً پڑھنا پڑا ایک دفعہ مجھے وہ ملا اس نے کہا کہ آپ کے پیر صاحب نے ایک ایسا نسخہ تجویز کیا ہے جو نہ لگتا جاتا ہے اور نہ ہی اگلا جاتا ہے مجبوری اسے پڑھنا ضرور ہوں چنانچہ چند دن کے بعد اس کا یہ مرض بالکل جاتا رہا کچھ دنوں کے بعد میں نے سنا کہ ابو بکر غزنوی کے بعض ہم مشربوں نے اس اعتقاد کو دور کرنے کے لئے کہ وہ رسالہ روحی کے پڑھنے سے صحت مند ہوا ہے یہ کہنا شروع کیا کہ دراصل یہ پیر لوگ جنوں کے عامل ہوتے ہیں اور اپنے تلبیح جنوں کو حکم دیتے ہیں کہ فلاں شخص پر مسلط ہو کر اسے تنگ کر دے وہ شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو وہ عامل لوگ اسے اپنا معتقد بنانے کے لئے جنوں کو تاپس بلا لیتے ہیں وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اس درویش کے تعریف اور دعا سے ٹھیک ہوئے ہیں اس طرح لوگوں کو اپنا معتقد اور مرید بنا لیتے ہیں مجھے ایک شخص کے ذریعے معلوم ہوا کہ ابو بکر غزنوی بھی حضور فقیر صاحب کے متعلق اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور یہ صرف انہیں لوگوں کا خیال نہیں بلکہ ان کے بڑے گرو گھنٹال ابن تیمیہ بھی بزرگوں کے متعلق اسی قسم کے خیالات کا پروپیگنڈا کیا کرتا تھا جن لوگوں کو قبور اولیاء اللہ سے روحانی فیض حاصل ہونا اور وہ لوگ ابن تیمیہ کو جا کر سناتے تو انہیں وہ بھی جواب دیا کرتا تھا کہ دراصل جن لوگوں کو قبور اولیاء اللہ سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہاں اس قوت ہونے والے بزرگ کے معمول جنات اس کی قبر کے پاس رہتے ہیں اور زائرین کے کام کو دیا کرتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ صاحب قبر نے سب کچھ فیض دیا ہے مگر ابن تیمیہ جیسے اندھے عقلمند زدہ ناسخ شناس کو کیا علم کہ اولیاء اللہ کیسے تعریف کرتے ہیں۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کر گسوں ہیں اسے کیا خبر کہ کیا ہے وہ درسم ثنا بہا زہی

حضور فقیر صاحب نے ایک مرتبہ باطنی مجالس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض وقت باطن میں عجیب و غریب باتوں کا ظہور ہوتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر کیا کہ ایک باطنی مجلس میں شریک ہونے کے لئے جب میں گیا تو مجلس کے باہر ایک دربان کھڑا ہوا تھا اس نے کہا کہ ٹکٹ دکھاؤ اس کے بغیر اندر جانے کی اجازت نہیں سائے دور سے مجھے مجلس دکھائی دے رہی تھی بڑے بڑے نورانی چہروں والے رونق افروز تھے دل بتیاب تھا کہ فوراً حاضر ہوں مگر دربان مہر تھا کہ ٹکٹ دکھاؤ فوراً ہی بے اختیار میں نے سر پر ہاتھ رکھا تو ٹوپی کے اوپر سے مجھے ٹکٹ لگتا تھا میں آگیا وہ دکھا یا تو اندر داخل ہوا۔

غرضیکہ آپ نے اپنی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ میر و سیاحت اور اولیاء اللہ کے مزارات سے روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے دور دور مقامات کا سفر کرتے ہیں گزارا ہے اور کچھ وقت اپنے مرشد و مرئی حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کے مزار پر گزارا ہے آپ نے حضرت سلطان العارفین رح کی کتابوں کا بہت مطالعہ کیا اور تمام کتابوں کو کئی کئی مرتبہ اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے آپ کو جہاں جہاں بھی حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی کتاب کا پتہ چلا وہیں پہنچے اور اسے نقل کر لیا چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضور کی پوری چالیس تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے اور سب قلمی میر سے پاس موجود ہیں جن میں سے بعض کتابیں تو بالکل شائع ہی نہیں ہوئیں چونکہ حضرت سلطان العارفین رح کی تمام کتابیں فارسی میں تھیں اس لئے آپ کی بہت خواہش تھی کہ تمام کتابوں کا اردو ترجمہ کر کے شائع کی جائیں کیونکہ بعض تراجم جو بنا رہے تھے ان میں تراجم کی بہت غلطیاں تھیں۔ چونکہ اصطلاحات تصوف سے ناواقف لوگوں کے ترجمے کئے ہوئے تھے اور انہوں نے بعض جگہ کچھ کا کچھ بنا دیا تھا۔ آپ نے نور الہدیٰ کا ترجمہ حق نمک کے نام سے شائع کیا جس میں مشکل مقامات کو آپ نے حاشیہ پر حل کر دیا ہے اور نہایت ہی اعلیٰ ترجمہ کیا ہے وہ بہت ہی مقبول ہوا ہے پھر عقل بیدار، کا ترجمہ کیا اسے شائع کرنا ہی چاہتے تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

آپ نے عرفان، کو در و حصوں میں تحریر کیا ہے اس میں آپ نے دیہائے تصوف کے وہ بیش بہا جواہرات انبیل دیئے ہیں جن سے قدر دان لوگ رہتی دنیا تک آپ کے ممنون منت رہیں گے حقیقت یہ ہے کہ آپ نے مثلاً شہان راہ حقیقت کے لئے ایسی کتابیں مشعل راہ مرتب کی ہیں جن سے قیامت تک لوگ مستفیض ہوتے رہیں گے اور آپ کے بے شمار احسانات کے گیت گاتے رہیں گے۔ آپ نے رسالہ روحی کی شرح نہایت ہی بسط سے بہترین طریقہ پر کی ہے اور پھر اس میں سلسلہ قادریہ کے وظائف و معمولات کو بھی شامل کر دیا ہے جس کا نام سلطان الاورد یعنی مخزن الاسرار ہے پھر آپ نے حضرت سلطان باہو قدس سرہ کے پنجابی ابیات کی شرح اردو زبان میں لکھی ہے پرانی پنجابی زبان اور پھر بعض جگہ نہایت ہی ادق مضمون کو آپ نے احسن طریقہ سے حل کیا ہے اور بعض وہ الحافی اشعار جنہیں بعض بے دین قسم کے تنگوں نے آنہ میں ہولگا کر دیوان میں شامل کر دیا ہے ان کو باطنی طور پر حضرت سلطان صاحب ریافت کر کے اور ظاہری تحقیق و تدقیق کر کے خارج از دیوان کر دیا ہے۔ آپ کئی مرتبہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور کے اشعار کے مضامین آپ کی تصنیفات کے مضامین سے ملتے جلتے ہیں اور جو آپ کی تصنیفات کے خلاف ہیں وہ الحافی ہیں جو تنگوں نے اپنی مطلب برآسی کے لئے داخل کر دیئے ہیں مثلاً

نفل نمازاں کم زمانے روزہ صرفہ روٹی ہو۔
اچیاں بالگاں سوئی دیوان بیت جہاندی کھولی ہو۔
کے دیول سو بیو چاون جہاں گھر دن تروٹی ہو۔
کی پرواہ نہہانوں یا ہو جہاں گھر و جہاں لہوٹی ہو۔

ملا کہ آپ نے مفتاح العارفین میں لکھا ہے "اگر شگراہ لوگ ذکر سے منع کرتے ہیں بہتر تو یہ ہے کہ ایسے بد مذہب لوگوں کا تو چہرہ نہ دیکھے جو ظاہر کو آراستہ رکھتے ہیں اور باطن میں بالکل بے دین ہیں ایسے لوگ کہتے ہیں کہ نقلی روزے رکھنا روٹی کا صوفہ ہے نقلی نمازیں پڑھنا بیوہ عورتوں کا کام ہے اور حج کو جانا جہان کا سیر کرنا ہے اور دل ہاتھ میں لانا مردوں کا کام ہے اپنی کتاب محکم الفقہاء میں تحریر کرتے ہیں "نقلی نمازیں ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے اور نقلی روزے رکھنا جان کی پاکیزگی اور اسلام کی سنت بجا لانا ہے اور حج کرنا ایمان کی سلامتی ہے جو عبادت الہی سے منع کرے وہ شیطان ہے۔"

اسی وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی جوان اشعار کو آپ کی طرف منسوب کرے وہ پرلے درجے کے کلبے و ذوق انسان ہے اسی قسم کے اور بہت سے اشعار جن میں شتعاثر اسلامی کی توہین اور اسلامی کاموں کی خفت ظاہر ہوتی ہے ان سب کو خارج کر کے باقی اشعار بجا اور ترجمہ و تشریح شائع کیا ہے جس کا نام انوار سلطانی رکھا ہے۔ دو کتابیں اسماء سروری، اسرار سروری کے مسودات چھوڑ گئے ہیں جنہیں آپ شائع نہ کرا سکے ان میں سروری طریقیہ کے اسرار و رموز اور بعض ظاہری بیرونی سباحت کے عجیب و غریب واقعات اور بعض باطنی سیروں اور دعوتوں کے بیانات ہیں خدا کرے کہ ان کی اشاعت کا بند و لبت ہو جائے جیسا کہ ظاہری کے آخری دنوں میں آپ نے عرفان حصہ اول کا انگلش میں ترجمہ کیا ہوا شائع کرایا اور آپ نے فرمایا کہ بس میرا کام ختم ہو گیا ہے۔ اب مجھے مزید زندہ رہنے کی ضرورت نہیں ہے میری ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے چنانچہ آپ اس کے بعد چند ہی دنوں تک زندہ رہے اور پھر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے خدا تعالیٰ نے آپ کو جادوانی زندگی عنایت کی ہے آپ اب اپنی قبر شریف سے دنیا کو فیض پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو آپ کے روحانی فیض کا کثیر حصہ عنایت فرمائے آمین۔

رباعی

سرورے رفتہ باز آید کہ نائید ؟
 لیسے از حجاب آید کہ نائید ؟
 سر آمد روزگار سے این فقیر سے
 وگر دانائے راز آید کہ نائید ؟

حضرت فقیر صاحب قسطنطنیہ سے ملاقات کا پہلا دن

۱۹۴۷ء میں جس سال پاکستان معرض وجود میں آیا اسی سال میں نے درس نظامیہ کی تکمیل مرکزی انجمن حزب الاحناف کے دارالعلوم واقع اندرون دہلی دروازہ لاہور میں کی سند حاصل کرنے کے بعد طبیہ کالج لاہور میں داخل ہو گیا ۱۹۵۱ء میں طب کی سند بھی حاصل کر لی۔ حزب الاحناف سے سند حاصل کرنے کے بعد ہی مجھے روحانی اور باطنی علم کے حاصل کرنے کا شوق دامنگیر ہو گیا تھا چنانچہ اس مقصد کے لئے طبیہ کالج کی چھٹیوں میں ہر سال تین ماہ مرشد کی تلاش میں مختلف علاقوں میں چلا جاتا تھا۔ کئی بزرگوں سے ملاقات کی اور طویل سفر اختیار کئے ملتان، بہاولپور، سندھ، کوئٹہ بلوچستان اور کراچی میں مختلف بزرگوں سے اس مقصد کی خاطر ملاقاتیں کیں پنجاب کے اکثر گدی نشینوں کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن طبیعت کسی جگہ مطمئن نہ ہوئی۔

جہاں جہاں بھی کوئی زندگی کی ٹھوکر تھی! لئے پھری مری قسمت وہیں وہیں مجھ کو!

مطمئن نہ ہونے کی دو وجوہ تھیں ایک تو طبیعت پر مولویت کا رنگ غالب تھا شریعت کی کسوٹی پر کوئی پورا نہیں اترتا تھا ہر جگہ کوئی نہ کوئی شرعی غلطی نظر آتی تو بددل ہو جاتا، دوسری بات جو مانع ہوئی وہ یہ تھی کہ میں اس باطنی راستہ کو مکمل طور پر طے کرنا چاہتا تھا اور وہ منازل سلوک جو کتابوں میں لکھے ہوئے تھے ان کے حصول کے لئے کوشاں تھا لیکن جس پیر کے پاس بیعت ہونے کے لئے جاتا وہ منزلوں کے نام سے پڑتے تھے اور بیعت کے بعد لوگوں کو تقویٰ کی گہری باتیں کرنے سے منع کرتے تھے اس لئے میں کسی متصوف کے پھندے میں نہ آسکا۔

سے تیرا جلوہ کچھ بھی تسلی دل نا صبور نہ کر سکا۔
دہی گریہ بھری رہا وہی آہ نیم شبی رہی

وہی طور پر بیعت کرنے کا مجھے ذوق نہ تھا حالانکہ کئی پیروں سے مجھے دنیوی منفعت اور ظاہری فائدہ حاصل کرنے کے کافی امکانات تھے ان سے بیعت کر کے میں اپنی مولویت کو چمکا سکتا تھا مقبولیت اور شہرت حاصل کرنے کے وہ اچھے ذرائع تھے لیکن اس کا مجھے قطعاً شوق نہ تھا۔ آخر کار ایک بزرگوار حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب آف حضرت کیلیا نوالہ خلیفہ اعظم حضرت میاں شیر محمد صاحب شرفپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی ان کو دیکھنے ہی غفیت ہو گئی دل میں کشش ہوئی ان کے چہرہ کی نورانیت کہتی تھی کہ یہاں کچھ ضرور ہے۔

سے چپکتی ہے نگاہوں سے برستی ہے اداس سے
محبت کون کہتا ہے کہ پہنچانی نہیں جاتی

آپ نے اپنے طریقہ نقشبندیہ کے وظائف بتائے جن کے کرنے سے میری لذت و سرور میں بہت اضافہ ہوا نماز تہجد کا پورا پورا بند ہو گیا ایک دفعہ میں نے اسند عالی کہ مجھے مسنون طریقہ سے لاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت فرمائیں۔

آپ نے فرمایا کہ ہمارا یہی طریقہ ہے کہ ہم وظائف بنا دیتے ہیں اسی طریقہ سے ہمارا فیض جاری ہو جاتا ہے۔ میری والدہ صاحبہ آپ کی بہت عقیدت مند تھیں ایک دفعہ ان کے ساتھ حاضر ہونے کا اتفاق ہوا آپ نے والدہ صاحبہ کو فرمایا "کہ تمہارے پیٹے کی طبیعت بہت اچھی ہے" میں نے اس کا مفہوم یہ لیا کہ آپ نے میرے خلق کی تعریف فرمائی ہے لیکن والدہ صاحبہ سے معلوم ہوا کہ یہ ان کی خاص اصطلاح ہے جس میں روحانیت حاصل کرنے کی استعداد ہوتی ہے اس کو فرماتے ہیں کہ اس کی طبیعت اچھی ہے تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ بیمار ہو گئے وصال ہونے سے قریباً ایک ماہ پہلے عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوا دل میں بار بار یہ خیال آتا کہ حضور شاہ صاحب کی یہ بیماری مرض الموت نظر آتی ہے میں کیا کروں آپ نے فرمایا کہ میں تو اب شاید اس بیماری سے نجات حاصل نہیں کر سکوں گا تمہیں قادری خاندان سے بہت فیض حاصل ہو گا تم حضرت سلطان باہو کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرو۔ مجھے نقشبندی حضرات سے بہت عقیدت تھی کیونکہ میرے آباؤ اجداد سب نقشبندی سلسلہ کے خلفاء تھے چنانچہ قبلہ دادا صاحب حضرت مولانا محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے صوفی تھے آپ اللہ شریف والوں کے خلیفہ تھے۔

میرا صاحب جناب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب سیدوی رحمہم اللہ شریف کے ہی خلیفہ تھے اس لئے میں نے اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی دوسرا میرا خیال یہ بھی تھا کہ شاید آپ میری عقیدت کا امتحان لینا چاہتے ہیں اس کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ حضرت قبلہ شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا آپ کے وصال کے بعد طبیعت میں سخت بے چینی پیدا ہوئی۔ ہر وقت متفکر رہتا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔

اسے جہاں عشق اب تک نشہ تسکین ہوں لاکھیں سے مانگ کر آسودگی میرے لئے

ایک دن مجھے آپ کے وہ آخری الفاظ یاد آئے "کہ تمہیں قادری خاندان سے بہت فیض ہو گا۔ تم حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں پڑھا کرو" میں اسی ذوق و شوق میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے دربار شریف پر پہنچا آپ کی کتابیں خریدیں اور پڑھنا شروع کر دیا آپ کی کتابوں میں معرفت کا ایک نیا آہوا سمندر نظر آیا آپ سے عقیدت بڑھتی گئی وہ بار شریف پر کئی بار حاضر ہوا جہاں یہ ہوا کہ جب تک آپ کے سلسلہ میں ظاہری بیعت نہ کروں آپ سے فیض حاصل کرنا ناممکن ہے اس لئے آپ کے خاندان میں تمام صاحبزادگان کی خدمت میں حاضر ہوا مگر میری مولوبت جو قدم پر شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جا بچتی اور پرکھتی تھی اس نے کسی پر عقیدت نہ جتنے دی ایک دن حضرت سلطان العالیہ میں قدس سرہ کے مزار مقدس پر بہت رونا اور رات کو استخارہ بھی کیا کہ حضور آپ ہی میری رہنمائی فرمائیں کہ میں آپ تک کیسے پہنچوں چنانچہ اسی رات خواب میں کسی نے مجھے ایک بزرگ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کے مرید ہو جاؤ میں نے اس بزرگ کو پوری طرح خواب میں دیکھا چہرہ بھاری اور گول منہایت نورانی وضع قطع ریش مبارک کو ہندی لگی ہوئی تھی پیشانی فرخ اور آنکھیں شمع کی طرح جگمگا رہی تھیں خواب سے بیدار ہوا وہ چہرہ فرہن میں

منقش تھا میں نے صبح ہی اسی قسم کے بزرگ کی تلاش شروع کر دی آپ کی اولاد اور آپ کے خلفاء میں وہ صورت
 کہیں نظر نہ آئی سخت مایوس ہوا میں نے ایک درویش سے جو حضور ہی کے مزار پر مقیم تھا اس خواب کا ذکر کیا اس نے
 کہا کہ یہ شکل و صورت جو تمہیں دکھائی گئی ہے خود حضرت سلطان العارفين قدس سرہ کی ہے وہ کہتا تھا کہ میں کئی مرتبہ
 آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہوں میں نے بھی یہی خیال کر لیا کہ غالباً آپ کی زیارت ہوئی ہے لیکن پھر سوچتا
 کہ جس بات کا میں نے استخارہ کیا تھا اس کا جواب تو نہیں ملا کیونکہ میں نے تو یہ پوچھا تھا کہ بیعت کس سے کروں،
 اسی کش مکش میں واپس گھر چلا آیا پھر حرم شریف میں عرس پر حاضر ہوا تو مختلف علاقوں سے آپ کے خلفاء آئے ہوئے
 تھے سب کی زیارت سے مشرف ہوا ایک شخص نے بتایا کہ کلاچی ڈیرہ اسماعیل خاں کے ایک خلیفہ صاحب بھی
 تشریف لائے ہوئے ہیں ان کی بھی زیارت کرو چنانچہ ان کا کمرہ دریافت کر کے وہاں پہنچا کمرے میں داخل ہوتے ہی
 جب ان پر نظر پڑی تو مجھے وہ خواب والی شکل و صورت بالکل سامنے آگئی مجھے یہ یقین ہو گیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی طرف
 خواب میں اشارہ کیا گیا ہے دل باغ باغ ہو گیا جس محبوب کی تلاش تھی وہ مل گیا لیکن میں نے سوصلہ سے کام لیا
 مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے میں نے فقیر صاحب سے دل کی پریشانی اور کسی پر عقیدت نہ جتنے کا ذکر کیا آپ
 نے فرمایا کہ مرشد پکڑنے کے لئے پوری تسلی کر لینا چاہیے کیونکہ یہ معاملہ کوئی ایک دو دن کا نہیں ہوتا صرف دینی زندگی
 ہی نہیں بلکہ اس سے تو آخری زندگی بھی وابستہ ہے اس لئے ضرور سوجھ سمجھ کر مرید ہونا چاہئے میں نے آپ سے اس
 خواب کا ذکر نہ کیا آپ نے فرمایا کہ جب انسان کسی کام میں متروک و پریشان ہو اور ظاہری طور پر اس مشکل کے حل
 ہونے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آئے تو اس کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کیا جائے اللہ تعالیٰ سے اس کا حل
 دریافت کیا جائے چنانچہ میں نے اس مشکل کے لئے آپ سے استخارہ دریافت کیا آپ نے بہت مختصر سا استخارہ
 کہ دو سو مرتبہ پڑھ کر سوجانا بنایا اور فرمایا کہ جہاں تمہارا نصیب ہوگا وہ خود مل جائے گا میں بے تاب تھا کہ جلد از
 جلد بیعت کروں مگر آپ نے باوجود میرے اصرار کرنے کے فرمایا کہ استخارہ کرو اطمینان کر لو اس دفعہ تو میں بغیر
 بیعت کے واپس گھر چلا آیا آپ کی ایک تصنیف "سرنان" خرید لیا گھر آتے ہی اسے پڑھا شروع کیا دل نوری
 شعاعوں سے جگمگا اٹھتا تین دن وہ استخارہ بھی کیا ہر رات حضور کی پر نور آنکھیں اور مقدس چہرہ دکھائی دیتا تھا آخری
 رات خواب میں آپ نے مجھے کندھوں سے پکڑ کر خینچوڑا اور پوچھا "کہ مولوی صاحب کچھ یقین بھی آیا ہے کہ نہیں؟"
 اور میری اس کتاب سے بھی کچھ حقائق کھلے ہیں کہ نہیں؟" میں نے خواب میں ہی عرض کیا کہ حضور آپ نے تو کمال
 ہی کر دیا ہے اس کتاب نے تو میرے دل کے روزن کھول دیئے ہیں۔ صبح اٹھا ہی چاہتا تھا کہ ابھی کلاچی شریف
 پہنچ کر بیعت کروں مگر بے سرو سامان اور مالی کمزوری نے اجازت نہ دی اس لئے آئندہ سال محرم شریف پر ہی
 حاضری کا معمم ارادہ کر لیا یقین دن بدن بڑھتا گیا۔

صداقت ہو تو دل سببوں سے کھینچنے لگتے ہیں واعظ حقیقت خود کو منوالبتی ہے مانی نہیں جاتی

دن رات میرے لیے چینی میں گزرتے گئے آخر کار محرم شریف کا مہینہ آیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے وہی خواب داسے الفاظ دہرائے کہ مولوی صاحب کچھ یقین بھی آیا ہے کہ نہیں؟ اور ساتھ ہی تبسم فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ مولوی آدمی دایقین بنیمان بڑا مشکل کم ہو ہوا اسے، میں نے عرض کیا کہ حضور اب اس سے بڑھ کر اور کیا یقین ہو گا میں نے تو آپ کو پہلے ہی خواب میں دیکھا ہوا تھا آخر خدا خدا کیسے وہ وقت آیا انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور آپ نے مجھے بیعت فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری شقاوت کو سعادت سے بدلا اور شر کو خیر میں تبدیل کیا میں اس دن کو اپنی خوش قسمتی کا پہلا دن سمجھتا ہوں جس دن حضور نے مجھے بیعت فرمایا۔

یارب کسی کی دردِ محبت کی نیت ہو راحت سی قلبِ زار میں پلنے لگا ہوں میں

پہلے دن ہی آپ نے ایک بشارت بھی فرمائی وہ یہ تھی کہ فقیر صاحب سے میں اپنی زندگی کے حالات اور خاندانی تعارف بیان کرنا تھا جب میں نے عرض کیا کہ حضور میرے والد میرے دادا سب حلقائے نقشبند تھے اور ان کے بہت لوگ مرید تھے آپ نے فرمایا کہ تمہارے سے بھی لوگ بہت مرید ہوں گے، اس کے بعد قادری سلوک کا آغاز ہوا اس دوران میں جن قلبی واردات اور وجدانی کیفیات کا مجھے احساس ہوا ان کا احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے تاہم بعض باتیں صفحہ قرطاس پر لاؤں گا تاکہ دوسرے لوگوں میں بھی ذوقِ حسیق پیدا ہو اور وہ بھی ان لقبائے غیر متزقبہ باطنی سے بہرہ مند ہوں۔

حدیثِ دل کسی دردِ محبت سے بے کلیم سے پوچھ خدا کرے مجھے تیرے مقام سے آگاہ

چونکہ اس طریقہ سلوک کی ابتداء تصور اسم اللہ ذات اسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے اور مبتدی اس میں بیت گہرا جانا ہے کیونکہ تصور قائم نہیں ہوتا اور کافی وقت لگتا ہے انسان سمجھتا ہے کہ میں وقت کو ضائع کر رہا ہوں کوئی وظیفہ پڑھنے کا ہوتا اس سے کچھ نہ کچھ دل کو تسکین ہوتی ہے۔ لیکن بالکل خاموش ہو کر آنکھیں بند کر کے تصور کرتے رہتے سے جب کہ ابھی قلب میں لذت بھی پیدا نہ ہوئی ہو دل میں بڑی ہزار ہی پیدا ہوتی ہے میں نے حضور کی خدمت میں یہی عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ کئے جاؤ اسی میں راستہ کھلے گا پہلے طالب کو راہِ خدا میں مالی و

بندہ خیر کی روحانی تربیت

جانی قربانی دیتی پڑتی ہے دنیا کی گندگی سے استیجا کرنا پڑتا ہے آپ تقویٰ سے وضو کر کے مرشدِ کامل کی نظر محبت کا منتظر رہنا پڑتا ہے پھر شیخِ کامل اپنی توجہ سے طالب کے دل میں اسم اللہ ذات کا نور بھر دیتا ہے باطنی آنکھیں کھلتی ہیں پھر بھی شیخِ کامل کی خوشنودی کا محتاج رہنا پڑتا ہے یہی کلید کامیابی ہے۔ مرشدِ کامل خدا و رسول کی بارگاہ میں پیش کر دیتا ہے اس پیمانہ الوار کی تجلی پڑتی ہے تو وہ صاحبِ رشد

ہدایت بن جاتا ہے میں نے گھر واپس آ کر حضور کی بارگاہ میں ایک عریضہ لکھا جس میں پہلے آپ کی تعریف میں چند شعر تھے اور آخر میں آپ سے نظر عنایت کرنے کی التجا کی ہوئی تھی وہ مندرجہ ذیل ہیں ۔

در وصف حضرت قبلہ عالم فقیر نور محمد سروری قادری

ادام الشد فیوضہم ویرکاتہم

ایں چنینی ہرگز ندیدم با کمال !
 معرفت از صورتش گشتہ عیاں !
 ہست ذات او فنا در ذات ہوا
 پس نماندا و ذات ہوا شد بقا !
 دیدمش نور محمد با الیقین !
 ہست ذاتش مطلع الوار ہوا
 "صورتش بر خاک جاں بر لامکان"
 کور بادا این چنینی چشمان تو !
 کن نظر نور محمد را بہ بسین ! !
 نطق او شیریں مثال انگبین
 مجمع الجسدین صوفی و حکیم ! !
 چون بخوانی فیض یابی لا محال ! !
 دل نواز و دل گدا زود پسند بر
 غوطہ زن در قلزمش گوہر برآر
 ہست تحریرش غذائے روح و جان
 فقر از تسلیم او پائندہ شد
 در سبوتے سروری افتادہ بود !
 عصر حاضر را دید در جام نزا !
 دامن او گیر محکم زود شوا

میر شہ ہست پیرے مثال !
 صورتش چون صورت باہویدان
 ہست باہویدانے گمان در ذات او
 ذات او در ذات باہویدان فنا
 چون نظر افتاد بر لوح حبیب
 ہست جانش واقف اسرار ہوا
 از دور چشمش نور اسم الشد عیاں
 گر نہ بینی نور حق در ذات او !
 گر ترا باز است آن دیدہ یقین
 گفتگوئے او بود ہر دل نشین
 منبع علم جدید و ہم قدیم !
 ہست عرفان "یک کتابش بے مثال
 طرز و انداز نگارش بے نظیر
 حرف حرفش ہست گوہر آبدار ! !
 معنی لفظش نگین در بیان !
 مردہ عرفان از کلامش زندہ شد
 آن منے وحدت کہ باہویدانہ بود
 آن شراب کہنہ را این پیش رو
 بہرہ خواہی چو از عسدفان او !

تابیابی نور عرفان بالیقین
 مشکل از تو حل شود بے قیل و قال
 سیر دنیا و دین و حال و قال
 بس تو کلی کردہ بز بازوئے تو!
 زود نہ مرمم تو بردہاے ریش
 عشق وہ ہم سوز ایسا تم بدہ
 از خمت پیمانہ سرشار بخش!
 مختصر این مدعا آوردہ ام ...

در میان حلقہ در کشش نشین
 آسے بقائے تو جواب ہر سوال
 اسے پناہ بے دلائل و خستہ حال
 من سیاہ دل اندہ ام سوئے تو
 بہر الطاف و عنایت ہائے خویش
 جرعت از حسابم عرفانم بدہ!
 چشم بینا و دل بیدار بخش
 تو نویسی التماس بر لوح دلم

پیش کردہ

فقیر ارشد پناہوی سروری قادری عفی عنہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور فقیر صاحب کی توجہ سے اسم اللہ ذات سورج کی طرح
 قلب و نظر میں چکنے لگا۔ لذت و سرور سے سینہ بھر جانا اور نوری تجلیوں میں ایسا گم ہو جانا جو حد بیان سے باہر
 ہے اس کے بعد دوسری چیز جو اس سلوک میں بنیادی اور کلیدی چیز ہے وہ قبر پر دعوت پڑھنے اور روحانی سے
 ملاقات کر کے اس سے فیض حاصل کرنا ہے اس کے لئے تیار کرنا شروع کیا پناہچہ آپ نے مجھ سے سورہ منزل
 شریف کے تین چلے کرائے پہلے چلے میں ہر روز دو سو مرتبہ سورہ منزل شریف با وضو روزہ رکھ کر کسی بزرگ
 کی قبر کے پاس پڑھنے کو فرمایا چنانچہ میں نے اسے پوری طرح با شرائط پڑھ لیا۔ پھر دوسری مرتبہ ایک سو چالیس
 مرتبہ ہر روز با شرائط دس دن میں مکمل کرایا یہ میں نے رمضان شریف میں اتھکافی حالت میں مکمل کیا تیسرا چلہ یہ کرایا
 کہ ہر روز چالیس مرتبہ سورہ منزل شریف پڑھنا چالیس دن تک چنانچہ اسے بھی لفضل خدا مکمل کر لیا پھر ہر روز
 گیارہ مرتبہ پڑھنے کے لئے فرمایا۔

اس کے بعد ایک سال رمضان شریف میں اثکافات کی حالت میں سو لاکھ یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی
 شہید اللہ پڑھنے کو بتایا آپ نے فرمایا کہ بغیر توجہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی یہ راستہ طے نہیں ہو سکتا آپ کے
 توسل اور نگاہ کرم سے یہ دشوار گزار راستہ بڑی آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔

ماہ کہ محبت کی راہ میں ہر گام پر سوئے ہوئے ہیں لیکن یہ سفر آسان بھی ہے گریبا فقیر تمہارا ہوجائے
 حضور کئی مرتبہ جب کسی کتاب کی اشاعت کے لئے لاہور تشریف لائے تو اس بندہ حقیر اور گنہگار
 کے پاس بھی چند دن قیام فرماتے اور دوران قیام میں کئی باطنی فیوض و برکات سے نوازتے کبھی کبھی جب کسی

اولیاء اللہ پر دعوت پڑھنے کے لئے تشریف لے جاتے تو مجھے ساتھ رکھتے لیکن کسی روحانی سے ملاقات کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی میں نے کئی مرتبہ عرض کیا کہ حضور دعوت پڑھنے کی مجھے بھی اجازت عنایت فرمائیں لیکن آپ یہ کہہ کر کہ یہ کام بڑا مشکل ہے جان جو کھوں کا کام ہے اس میں ابھی نہ پڑو ہمیشہ ٹال دیتے تھے پھر ایک موقع پر حضور نے مجھے فرمایا کہ دعوت پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ اولیاء اللہ کے مزار کو منتخب کر لو اور پڑھنا شروع کر دو جب تمہیں اس روحانی سے آہستہ آہستہ رگاد پیدا ہوگا اور اس کی روح اور تمہاری روح میں محبت پیدا ہوگی تو درمیان سے ناموتی پردے ہٹ جائیں گے تمہاری روح اولیاء اللہ کی روح سے ملاقات کرے گی میں نے کئی مزاروں کو منتخب کر کے مہینوں پڑھتا رہا لیکن کسی سے ملاقات نہ ہو سکی البتہ دل پر کبھی کبھی رقت پیدا ہو جاتی تھی حضور نے فرمایا کہ اس رقت کا پیدا ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ روحانی تمہاری طرف توجہ کرتا ہے لیکن مجھے اس سے بالکل تشفی نہ ہوئی ایک دفعہ بھری مجلس میں گستاخی کی اور عرض کر دی کہ حضور اگر اس کا نام ہی دعوتِ قبر ہے تو یہ تو بالکل فضول ہے جب تک ملاقات نہ ہو مجھے قطعاً یقین نہیں آتا۔

آہ ناکامی میری، آہ! ناکامی میری حال دل کہنا پڑا ہے دنیا بھر کے سامنے حضور نے وعدہ فرمایا کہ اس دفعہ جب ہم لاہور آئیں گے تو ہم تمہیں ساتھ بٹھا کر پڑھائیں گے یہ کام گھبرانے سے نہیں بنتے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور شیخ کامل کی توجہ سے بنتے ہیں۔

رکھ کے دل اس نے آہ کیا پایا جس کی اک آرزو نہ بن آئی

چنانچہ جب حضور لاہور تشریف لائے تو میں نے وہ وعدہ یاد دلایا آپ نے فرمایا کہ اچھا میاں میر رحمتہ اللہ علیہ رات کو چلیں گے پروگرام کے مطابق رات کو وہاں پہنچے رات کو سونے کا پروگرام مسجد ہی میں رکھا رات کو دعوت پڑھنے کے لئے وہاں کے خادم سے بات چیت کی اور کچھ نذرانہ دیا اس نے کہا کہ آپ جب مجھے جگائیں گے میں دروازہ کھول دوں گا رات کے ایک بجے اٹھ کر وضو کیا خادم کو بلا یا دروازہ کھول کر حضور نے فرمایا کہ جیسے میں پڑھوں تم بھی ساتھ ساتھ اسی طرح پڑھتے رہنا چنانچہ پہلے تہجد کی نماز پھر دو نفل برائے دعوتِ قبر پھر حسب قاعدہ اذان کہہ کر سورہ منزل شریف گیارہ مرتبہ پڑھ کر مسجد میں جا کر لیٹ گئے بس غنودگی سی پیدا ہوتے ہی میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہو گئی آپ کے چہرہ سے ایک نورانی روشنی جیسے میٹری سے نکلتی ہے نکل کر حضور قلبہ کے سینہ پہ پڑ رہی تھی مجھے تو یہ دیکھ کر ہی اس قدر لذت آئی جو بیان نہیں کی جاسکتی بات چیت تو نہ ہوئی خالی زیارت سے ہی اتنا محفوظ ہوا کہ یہ سرور پورا ایک منہتر میر سے سینہ میں باقی رہا یہ روحانی کی ملاقات کا پہلا دن تھا اس کے بعد پھر جہاں بھی پڑھتا رہا روحانی سے ملاقات ہو جاتی تھی حقیقت یہ ہے کہ ایک بہت بڑی سعادت ہے لیکن بغیر شیخ کامل کی توجہ سے یہ راستہ بہت مشکل ہے الحمد للہ کہ مدتوں کی آرزو برآئی

جس آرزو اور تمنا کے لئے میں نے بہت سے دنیاوی کاموں کو ترک کیا اگر یہ آرزو بر نہ آتی تو خدا معلوم میرا حال کیا ہوتا
نکل کر ویرد کعبہ سے اگر تانا نہ مے خانہ تو ٹھکرائے ہوئے انسان خدا جانے کہاں جاتے

حضور سے مجھے بے انتہا محبت تھی جی چاہتا تھا کہ
اب زندگی کے چند دن باقی ہیں وہ حضور کی خدمت

حضور کا بندہ حقیر کو خلافت عنایت کرنا
میں ہی گزر جائیں مگر آپ اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ بال بچے چھوڑ کر دنیاوی کاروبار کو ترک کر کے
ہمیشہ اس فقیری کے لئے وقف ہو جاؤں بہر حال یہ بھی عنایت تھی کہ آپ نے لائل پور میں سکونت اختیار کر لی
تھی جس سے ملاقات کرنے میں بہت آسانی تھی جب طبیعت میں تڑپ پیدا ہوتی لائل پور حضور کی خدمت میں
پہنچ گئے۔ روحانی پیاس بجھائی اور ایک ہی دن میں واپس آگئے باطنی اطائف کے کھلنے سے ایک قسم کی تسخیر
پیدا ہو گئی تھی لوگ معتقد ہونے شروع ہو گئے لیکن جو بھی معتقد ہونا اسے حضور کی خدمت میں لے جانا اور
آپ کا مرید کرنا دیتا تھا۔ ۲۱ ماہ فروری ۱۹۵۹ء کو آپ نے اچانک واپس اپنے وطن ڈیرہ اسماعیل خاں جانے
کا پروگرام بنایا اور شہر ڈیرہ اسماعیل خاں میں کرائے پر مکان لے کر رہائش اختیار کر لی۔ اس سے طبیعت کو
بہت بڑا مددہ ہوا۔

خوشی میں مصیبت اور بھی سنگین ہوتی ہے تڑپ اسے دل تڑپنے میں ذرا تسکین ہوتی ہے
میں نے چند اشعار پنجابی میں فراقیہ لکھے جو کہ ”پیر دا چھوڑا“ کے نام سے الگ چھپے ہوئے ہیں۔
حضور پور سے نو ماہ کے بعد نومبر ۱۹۵۹ء کو پھر واپس لائل پور تشریف لے آئے جس سے طبیعت بہت خوش
ہوئی جس پر پھر میں نے مسرت افزا اشعار بنام ”دونوں ول نور در شہر لائل پور تحریر کئے وہ بھی چھپے ہوئے ہیں ان
کے آخر میں میں نے جو عرض مدعا کیا اس کے چند شعر یہ ہیں۔

حضور آخریں اب اتنی تمناعرض کرتا ہوں
نہ دولت چاہیے مجھ کو نہ ثروت کی ضرورت ہے
نظر پہلی جو کی تھی آپ پر سلطان باہو نے
مجھے بھی اب وہی نظر گرم درکار ہے حضرت
مے مجھ کو بھی فیض غوث اعظم فیض سلطانی
میں ہوں بس آپ کا ہے لاج میری آپ کے ہاتھوں
قبولیت اگر ہو تو میں اتنا عرض کرتا ہوں
مجھے بس آپ کی نظر عنایت کی ضرورت ہے
کیا تھا ایک پل میں دیدہ در سلطان باہو نے
کہ ہو جس سے میرے قلب و نظر میں نور کی کثرت
کہ جس سے دور ہو جائے یہ سب دل کی پریشانی
یہ بن جائے میری تقدیر بگڑی آپ کے ہاتھوں
کئی احباب جو مجھے مرید کرنے پر مجبور کرتے تھے لیکن چونکہ مجھے اجازت نہ تھی اس لئے ان کو یہ کہتا تھا
کہ حضور جب لاہور تشریف لائیں گے تو ان کی خدمت میں نہیں پیش کر دیا جائے گا۔ لیکن ایک صاحب جو پیرے

پرانے معتقد اور دوست تھے وہ مجھے ہی اپنا پیر سمجھتے تھے میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں نے جہاں سے فیض لیا ہے وہاں جا کر تمہیں مرید کرادوں گا لیکن وہ مضرت تھے کہ میں تو نہیں ہی اپنا پیر سمجھنا ہوں خواہ تم مجھے کہیں بھی پھینک دو جیٹ اور زبنداروں کا عقیدہ بڑا سخت ہوتا ہے بہر حال مجھے بھی ان سے پیار تھا جی ہی چاہتا تھا۔ کہ اس کی دین و دنیا سنور جائے اس لئے اسے ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی کہ حضور یہ مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں اسے مرید بناؤں لیکن مجھے چونکہ آپ کی طرف سے اجازت نہیں اس لئے میں اس کو آپ کی خدمت میں لایا ہوں آپ اسے اپنے غلاموں کے حلقہ میں شامل کر لیں بیچ میں وہ بول اٹھا کہ حضور میں تھے تو دلی طور پر ان کو اپنا پیر بنا لیا ہے اب آگے ان کی مرضی میں انکار نہیں کر سکتا حضور نے مجھے فرمایا کہ جو تمہیں مرید کرنے پر اصرار کرے اسے مرید بنا لیا کرو میری طرف سے تم کو اجازت ہے۔ میں نے عرض کی کہ اچھا اس کو تو اب مرید کر لیں حضور نے فرمایا کہ تم ہی مرید کر لو اس کا اعتقاد تم پر ہے میں نے عرض کی کہ حضور آپ کے سامنے تو میں یہ جرات نہیں کر سکتا بہر حال کچھ دیر ٹھہر کر حضور نے اس کو مرید بنا لیا اس کا نام حکیم نذر محمد حسنا ہے تحصیل شورکوٹ کے بڑے زبنداروں میں سے ہے میرا وہ طبیہ کالج کے ریلنے کا دوست اور ہم سبق اور ہم استاد تھا۔ حضور نے فرمایا کہ اب تو ہم نے نہیں شرف و وامی کا منہ عنایت کر دیا ہے حضور نے میرے اس شعر کی طرف اشارہ فرمایا جو میں عرض بدعا کے طور پر لکھا تھا۔

حضور اب چاہیے مجھ کو صلہ کچھ تو غلامی کا۔ طفیل پانچ تن تمنہ لے شرف و وامی کا۔

میں نے لاہور پہنچتے ہی ان اجاب کو جو مجھے مرید بنانے پر مجبور کرتے تھے انہیں مرید بنا لیا بعض پیر بھائیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ مولوی ارشد نے اب مرید بنانے شروع کر دیئے ہیں تو انہیں دلی صدمہ ہوا کیونکہ وہ حضور کے پرانے خدمت گزار تھے اور وہ اس آرزو میں تھے کہ خلافت ہمیں ملے گی انہوں نے اپنا شروع کر دیا کہ حضور نے تو تمسخر کیا تھا کہ تم بھی مرید بنا لیا کرو لیکن مولوی صاحب نے بیچ بیچ ہی مرید بنانے شروع کر دیئے ہیں یہ خبر مجھے بھی پہنچی حضور ان دنوں بہار تھے میں لائل پور گیا تو آپ لیٹے ہوئے تھے میں نے حضور کو عرض کیا کہ بعض پیر بھائی یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت صاحب نے تو مخول کیا تھا مولوی نے واقعی مرید بنانے شروع کر دیئے ہیں اس لئے اگر آپ نے مجھے صحیح طور پر ہی اپنا خلیفہ بنا لیا ہے تو لکھ کر مجھے عنایت فرمائیں یا سب کے سامنے اعلان فرمائیں تاکہ کسی کو طعن و تشنیع کا موقع نہ ملے حضور نے فرمایا کہ ہمارے سلسلہ میں خلافت دینے کے لئے تشہیر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لوگ ہمارے مرید بنیں گے اور ان طعن و تشنیع کرنے والوں کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ بس اسی کو اپنی خلافت کا نشان سمجھیں۔ مجھے تسلی ہو گئی پھر میں نے کسی کے سامنے اس کا ذکر تک بھی نہ کیا۔

موقوف نیری چشم کرم پر ہیں رحمتیں !!!
لو مہربان نہ ہو تو کوئی مہربان نہ ہو !!!

جو لوگ مجھے خلافت دینے چاہتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضور فقیر صاحب قبلہ قدس سرہ نے کسی کو بھی خلیفہ نہیں

ایک اعتراض کا جواب

بنایا ان کا اعتراض خود حضور کی ذات گرامی پر عاید ہوتا ہے کیونکہ آپ نے نور الہدیٰ کے حاشیہ صحت پر لکھا ہے۔
 ”جس طرح طالب صادق مرشد کامل کی طلب اور تلاش میں رہتے ہیں اس طرح مرشد کامل طالب صادق کی تلاش کرتے رہتے ہیں کیونکہ مرشد کامل کو جب دولت باطنی کا بحساب نصاب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہو جاتا ہے تو ایسے مرشد پر اس مال باطن کی زکوٰۃ فرض اور واجب ہو جاتی ہے مرشد کامل کو دو طالب کامل اور واصل بنانے فرض اور ضروری ہوتے ہیں دو طالب گویا تکمیل شدہ ہر بیت کے گواہ ہوتے ہیں اگر زیادہ طالبوں کو اللہ تعالیٰ کے فیض اور فضل سے بہرہ ور کرتا ہے تو یہ اس کے لئے کار خیر ہے لیکن اگر مرشد عارف کامل باوجود کمال اور عرفان کسی طالب کو کمال تک نہ پہنچائے اور اپنا اور کسی شخص کی طالب کی زمین میں نہ ڈالے اور سرسبز نہ کرے تو وہ اپنی دولت باطنی کی زکوٰۃ کے بارے سے سبکدوش نہیں ہوتا۔“

لہذا جو لوگ حضور کے خلیفے بنانے پر اعتراض کرتے ہیں اور کسی کو خلیفہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو گویا معترض لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں بالذکر حضور مرشد کامل نہ تھے۔ اور اگر کامل تھے تو آپ نے نہ تو اپنی تکمیل کے دو گواہ بنائے اور نہ وہ اپنے نصاب باطنی کی فرض زکوٰۃ سے سبکدوش ہوئے معاذ اللہ۔
 یوں نظر دوڑے نہ برہمی تان کر !!! اپنے بیگانے ذرا پہچان کر !!!

مجھے حضور فقیر صاحب کی تربیت اور خلافت کے بعد اگرچہ کسی اور بزرگ کے پاس جانے کی ضرورت

آپ کی نظر عنایت سے کئی تھلافتوں کا ملنا

نہ تھی کیونکہ اصل مقصد تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق دل میں پیدا ہو جائے اور خدمت خلق کا جذبہ، حسن اخلاق اور لور کعبیرت کو عام کرنے کا سلیقہ آجائے۔

دیکھیں جو اور کو بھی تیرے دیکھنے کے بعد اسے حسن یا رہم وہ نہیں ہیں نظر فروش
 لیکن حضرت سلطان العارفين سلطان باہو قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق کہ ”کسی کامل فقیر کی جستجو کر اگرچہ وہ دور دراز فاصلہ پر رہتا ہے تو بھی اس کی زیارت سے باز نہ رہ، حکم الفقراء محل مختلف بزرگوں کی زیارتیں کیں اور انہیں اپنا پیر صحبت بنایا ان سے فیوض و برکات حاصل کئے اور جو کچھ ان سے حاصل ہوا اسے یہی سمجھ کر قبول کیا کہ یہ بھی حضرت قبلہ فقیر صاحب کا ہی فیض ہے اور انہوں نے جو خلافت عنایت کی وہ بھی پہلی خلافت کی تصدیق سمجھ کر قبول کی ان بعض کا ذکر بطور تحدیث نعت بیان تحریر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔“

(۱) سب سے پہلے تو حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، کی اولاد میں سے حضرت سید پیر طاہر علاء الدین صاحب

درظلہ العالی کی ذات گرامی ہے جن کے چہرہ اقدس کو دیکھ کر حضور غوث پاک کا نورانی چہرہ یاد آ جاتا ہے جو علمی و
 عملی طور پر حضور غوث پاک کے سچے جانشین اور آپ کے حسی و نفسی وارث ہیں جن کو دیکھنا عبادت جن کی محبت
 ولایت جن کی ایک لگاؤ غیبیت سے سلوک و عرفان کی منزلیں فنا و بقا کے مدارج اور باطنی کائناتیں کے راستے
 ایک دم طے ہو جاتے ہیں اعلیٰ حضرت بریلوی رح فرماتے ہیں۔

سہ نیری نسل پاک میں ہے سچہ سچہ نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرا نا نور کا۔

آپ مجھ پر بہت مہربان ہیں آپ نے مجھے خلافت عنایت فرما کر صاحب ارشاد بنا یا ہے۔

ذک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

پائی ہے اس عشق میں لذت اسے امیر سو دل ہوں تو یار سے بے لگائے نہ ہوں

(۲) دوسری جگہ وہ ہے جس جگہ کو دیکھ کر مدینہ کی پہاڑیاں یاد آ جاتی ہیں جن پہاڑیوں میں ایک غار کے اندر
 ایک نورانی شکل کا انسان جیسے دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جس کا قلب نور معرفت سے لبریز جس کی
 پیشانی تجلیات الہی کا مرکز جس کا سینہ اسرار الہی کا خزینہ جس کی زبان سے ہر وقت محبت الہی کے گیت گائے جاتے
 ہیں آپ زندہ پیر کے نام سے مشہور ہیں حضرت شاہ آپ کا اسم گرامی ہے حضرت شاہ صاحب ایک صحیح النسل سید
 ہیں چاروں سلسلوں میں ارشاد و تلقین کرنے کا کام کرتے ہیں بڑے خلیق وسیع الصدر، کریم النفس اور سخی مرد ہیں
 آپ حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مداح ہیں طریقہ قادریہ کے مطابق ہر وقت ذکر کرتے ہیں ہر وقت
 کلمہ طیبہ کی صداقت سے وہ دائمی گھگول شریف گوئی رہتی ہے کوٹا کا وہ علاقہ بڑا خوش نصیب ہے جن کے پاس وقت
 کا غوث اور رہنما ہر وقت موجود رہتا ہے آپ کے آستانہ عالیہ پر لوگوں کا تانا بانا بندھا رہتا ہے۔

جدید دیکھو اور دیکھو بڑے گڑے ہیں انکی عظمت سلاطین زمین قائل ہیں ان کی شان و شوکت کے

وہ قبلہ مرشدی فقیر نور محمد صاحب قدس سرہ کی ولایت اور ان کے درخیز عظمت کے قائل ہیں وہ کسی بڑے
 سے بڑے بادشاہ کی پرواہ نہیں کرتے لیکن مجھ پر خاص کرم فرماتے ہیں یہ میری خوش قسمتی ہے آپ نے چاروں سلسلوں
 میں بیعت کرنے کی مجھے اجازت عنایت فرمائی ہے آپ سے مجھے باطنی طور پر بھی بہت فائدہ ہوا ہے۔

مے نردید تخم دل از آب و گل ! بے لگا ہ سے از خدا وندان دل !

(۳) حضور غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے مجھ خیر کو یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء کو اپنے آستانہ عالیہ
 پر حاضر ہونے کا شرف بخشا ہے فادرنے آپ کو قدرت بخشی ہے کہ وہ ایک ورہ بے مقدار کو آفتاب بنا سکتے
 ہیں وہ ایک موربے ماہر کو ہمدوش سلیمان کر سکتے ہیں طریقہ قادری میں ذاتی انوار عنایت کرتے ہیں وہ علم عرفان
 کے سرچشمہ ہدایت کے مینار گرا ہوں کے راہنما نوری حضور لوگوں کے پیشوا ہیں میں گیارہ دن آپ کے آستانہ

عالیہ سے چٹ کر رونا رہا ہوں اور یہ رباعی میری زبان پر جاری تھی۔

منم یگر یہ کفر عرصتِ غوثِ اعظم را
خدا سپرد نیو کار ہوا عالم را
تو آں شہی کہ کئی روفصنائے میرم را
بہر ز خاکسار ناشاد محنت و غم را

آپ کے باطنی فیوض و برکات کا ذکر کرنا تو خود ستانی اور بیجا کاری پر محمول ہو گا۔ اس لئے بیان کرنے سے معذور ہوں لیکن ظاہری طور پر یہ مقبولیت بخشی کہ آپ کی درگاہ عالیہ کے نقیب اشرف جو آپ کی اولاد میں سے تھے جس کا نام نامی اسم گرامی سید ابراہیم الجیلانی تھا آپ نے میرے لئے خاص دلوان خانہ میں رہائش کا انتظام فرمایا اور ہر روز رات کو جب زیارت کے لئے تشریف لاتے مجھے ساتھ لے جاتے آپ نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے براہ راست بیعت کروائی اور مجھے آپ کے سپرد کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرماتے رہے اسے غوث اعظم میں اس کو آپ کا بیٹا بنانا ہوں آپ اس پر نگاہ کرم رکھیں اس کو اپنی عنایت سے محروم نہ رکھیں انہوں نے ایسے ایسے الفاظ سے میرے لئے بہت کچھ فرمایا چونکہ اس وقت مجھ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی اس لئے مجھے وہ یاد بھی نہیں رہے بہر حال۔

جسٹجو جس گل کی تڑپانی تھی اسے بل مجھے
خوبی قسمت سے آخزل گیا وہ گل مجھے

آپ نے بھی مجھے صاحب مجاز بنایا اور سلسلہ قادری میں بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور خلافت ولایت سے نوازا الحمد للہ۔

مجھے بہت افسوس ہوا جبکہ لبرہ میں جہان زہر پر سوار ہونے ہی پتہ چلا کہ آپ کا حرکت قلب بند ہو جانے سے اپنا مک انتقال ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

انہی بزرگان دین کی پیہم عنایات کا نتیجہ ہے کہ اب دن بدن لوگ حلقہ عقیدت میں کثرت سے شامل ہو رہے ہیں اگرچہ میں اس قابل نہیں لیکن میں ان سب کو اپنے پیرو مرشد فقیر نور محمد صاحب قادری سروری اور حضرت سلطان باہو قدس سرہ حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے سپرد کر دیتا ہوں وہ خود ان کی اصلاح کر دیتے ہیں اور باطنی نعمتوں سے مالا مال کر دیتے ہیں۔

ہے اس کی چشم عنایت پر گردش عالم
جدھر ہو اس کی نظر سب ادھر کو دیکھتے ہیں

حضور کے اپنی زندگی میں کونسا کارنامہ ادا کیا
(۱) حالات حاضرہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات
اچھی طرح جانتے ہیں کہ موجودہ دور میں سب

سے بڑی بیماری جو عام پھلنی اور بڑھتی جا رہی ہے وہ ہے دہریت، لادینی اور اسلام سے آنادی خاص طور پر کالجیٹ طبقہ اور فلسفہ زدہ نوجوان جو قرآن مجید بڑھنے کی بجائے کارل مارکس اور ڈارون کی ٹھیوری کا مطالعہ

کرتے ہیں بزرگان دین کی کتابیں پڑھنے کی بجائے فحش ناول اور بے پردہ ڈرامے پڑھتے ہیں۔ وہ غزالی اور محی الدین ابن عربی کا فلسفہ پڑھنے کی بجائے جدید فلسفیوں کاٹھ، پیگل، نٹشے اور برگیمان کے فلسفے کو پسند کرتے ہیں۔

۲۰ نئی تہذیب نے ذہنیات ایسی بنی ڈالیں مسلمان بے نیاز دین و ایمان ہوتے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام سے دور اور دہریت کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر نظم کی صورت میں علامہ اقبال نے اس کے خلاف جہاد کیا ہے تو نثر کی صورت میں قیصر صاحب نے اس سے بھی زیادہ کام کیا ہے چنانچہ عرفان کے حصہ اول میں آپ نے خدا تعالیٰ کی ذات کے ثبوت میں علمی، عقلی طریقے سے سمجھا با ہے۔ نئی روشنی والوں کے لئے ان کے مسلمہ اصولوں اور انگریزی کتابوں کے حوالہ جات سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے خالق و مالک ہونے پر بین ثبوت دیئے ہیں۔

۲۱ صحیح تصوف کو بیان کرتے ہوئے جھوٹے پیروں اور مدعیان ولایت کے کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔ صحیح اور جھوٹ کو الگ الگ بیان کر دیا ہے۔ تاکہ قارئین کلام اس دام نمرنگ نہیں ہیں کہیں پھنس کر متاع ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں اور سچے طالبوں کو تصوف کے ایسے اصول بتائے ہیں جو سہل الحصول، سیرلح الاثر اور موجودہ زمانے کے حالات کے مطابق ہیں۔

۲۲ اندھیری شب ہے سچا اپنے قافلہ سے تو نیر سے لئے ہے مرا شعلہ نورا قندیل! اور مسلمانوں کے وہ فرقے جو اکثر اہلسنت و جماعت پر شرک و بدعت کے فتوے لگاتے رہتے ہیں اور سوقیوں کے فعل و عمل پر ناجائز تنقید کرنے کے عادی ہیں۔ ان کے خلاف بھی بہترین مواد جمع کیا ہے۔ موجودہ دور میں تقریروں سے ملک و ملت پر اتنا اثر نہیں ڈالا جاسکتا جتنا تحریریں طور پر کیونکہ یہ زمانہ پریس کا زمانہ ہے۔ تقریریں وقتی طور پر کچھ اثر کرتی ہیں مگر وہ دیرپا نہیں ہوتیں تحریریں وہ ان کی نقوش ہیں جو تادیر دنیا پر ثبت رہتے ہیں اور دنیا کے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں مزہ قلوب ان سے زندہ ہوتے رہتے ہیں اور جھوٹے ہوئے انسان ان کتابوں سے درس عبرت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ غرضیکہ اس موثر طریقہ سے خاموش تبلیغ فرمائی۔

۲۳ ایک اور میت بڑا کارنامہ جو آپ نے سرانجام دیا ہے اور جس احسان کا بدلہ دنیا کبھی نہیں اتار سکتی یہ ہے کہ یورپ کے ان سپر سٹول کا دعویٰ باطل کیا ہے جو کہتے ہیں کہ مرے ہوتے آدمیوں کی رگوں کو بلا کر ان سے ان کے عزیزوں دوستوں اور عام لوگوں کو ملا سکتے ہیں۔ بات چیت کرا سکتے ہیں۔ حضرت صاحب نے ان کے اس دعویٰ پر بہت غور کیا ہے۔ ان کے رسائل لٹریچر اور اخبار منگوا کر اس کی پوری حقیقت سے آگاہی

حاصل کی ہے۔ چنانچہ اس کی مکمل روئیداد عرفان حصہ ادل میں درج ہے۔ جب وہ روحیں آتی ہیں تو گھر والوں کے نام لے کر ان کو پکارتی ہیں۔ ان کے آپس میں جو حفیہ بات ہوتے ہیں وہ بتا دیتی ہیں۔ صحیح صحیح حالات کے بتانے سے ملاقات کرنے والے کو یہ یقین آجاتا تھا۔ کہ واقعی یہ ہمارے ہی آباؤ اجداد ہیں۔ لیکن بعض چیزیں وہ ایسی بتاتی ہیں جی کی زوتام مذہب پر خصوصاً اسلامی عقائد پر پڑتی ہے۔ یوم حساب یوم آخرت، عذاب قبر، حشر نشر، منکر نکبر، قیامت، سزا و جزا، وجود جنت و دوزخ وغیرہ اگر ان آنے والی روحوں کو صحیح مان لیا جائے تو وہ ان سب چیزوں کا انکار کرتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ ان میں سے کوئی چیز بھی یہاں نہیں ہے۔ نہ جنت نہ دوزخ نہ خدا نہ عورت نہ اللہ ابتداء میں یورپ والے روحوں کو نہیں مانتے تھے لیکن جیب سے روحوں کو مانتے لگے ہیں اب خدا سے بھی منکر ہو بیٹھے ہیں۔ اس قسم کی دہریت اور بے دریتی نے ان کو ایسے دلدل میں ڈال دیا ہے جس سے ان کا لگنا بہت مشکل ہو گیا ہے اس کے اثرات مسلمانوں تک بھی پہنچ چکے ہیں۔ یہ اک بہت بڑا حادثہ ہے۔ اور اسلامی عقائد کے خلاف اک کھلا چیلنج ہے۔ جسے ہمارے پیر و مرشد نے قبول کیا اور اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ آپ نے اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ آخر یہ کہا جاتا ہے جو آکریات چیت کرتی ہے۔ آپ اس نتیجے پر پہنچے (جیسے عرفان کے حصہ دوم میں لکھا ہے) سواصل بات یہ ہے۔ کہ اسلامی عقائد کے مطابق جس وقت انسان پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ایک شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا کہ آیا آپ پر بھی مسلط کر دیا گیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی ایک شیطان لگا دیا گیا ہے۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے اس پر غلبہ عطا کیا ہے۔ اور میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔ یہ ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جسے ہزار ویڈیو لیکٹ بھی کہتے ہیں۔ جب آدمی مریجاتا ہے تو وہ لطیف جسم معنوی اولاد کی طرح پھیپھڑے جاتے ہیں۔ یہ سپر پولسٹ متوفی انسان کے کسی ایسے غیبی لطیف جسم کو حاضر کر لیتے ہیں۔ اور وہ اپنے آپ کو اسی مردہ متوفی کا جسم اور روح بتاتا ہے۔ تو اس سے مختلف آسمانی مذاہب اور ادیان خصوصاً مذہب اسلام پر کوئی عزت نہیں آتا کیونکہ انسان کی اصلی روح کے متعلق عذاب جاہنن و قبر کا سوال و جواب وغیرہ اپنی جگہ مسلم اور قائم ہیں۔ عرفان حصہ دوم اس حقیقت کے اظہار کرنے پر کئی لوگوں کو یقین ہو گیا ہے۔ کہ وہ روح کو نہیں بلکہ ہمارا کو حاضر کرتے ہیں۔

۴ وہ اپنی دانست میں نشین فلک کی زور سے پچا چکے تھے۔ فریب برق تپاں تو دیکھو اٹھی کہاں ہے گئی کہاں ہے جو شخص تمام عالم باطنی طے کر چکا ہو۔ اور عالم ارواح کے سیر کرنے کی قوت رکھتا ہو۔ اس کو وہی پوری طرح سمجھ سکتا ہے۔ یہ بے چارے عالم ناسوت میں پھنسے ہوئے دنیا دار سپر پولسٹ صرت ہزاروں عالم ناسوت یعنی عالم سفلی کی چیز ہے۔ اسے ہی حاضر کر کے اسے ہی سب سے بڑا کمال سمجھتے ہیں

حالانکہ ایک عالم علم و عورت سے باطن میں ایسی ایسی مجالس نورانی میں حاضر ہوتا ہے۔ اور کئی مرتبہ تمام احوال کو حاضر کرتا ہے جس سے اس کے قلب میں ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ جس سے وہ تمام دنیا کو روشن و منور کر دیتا ہے۔ باطن میں ایک اولیاء اللہ کی روح کو مٹنے کے بعد جو کیفیت انسان پر طاری ہوتی ہے۔ اسے باطن سے واقفیت رکھنے والا شخص ہی بتا سکتا ہے۔ کہ اس میں کیا لطف و سرور ہوتا ہے۔ صاحب دعوت کئی کئی دن تک اس نشہ میں مست و مغمور رہتا ہے۔ یہ دنیا کے کتے جو حضرات ارواح کا نام دے کر لوگوں کو اپنے دام تذبذب میں پھنساتے ہیں۔ اور حصول نیکو کارِ بعد اور پیسے بطور نے کا طریقہ بنا رکھا ہے۔

جن مجالس حضرات ارواح کا ذکر کیا گیا ہے۔ یورپ میں وہاں ان مجالس میں شریک ہونے والوں کو دس روپے فیس ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہ سپر جوٹسٹ ان کیفیات کو کیا جانیں جو ایک سالک پر وارد ہوتی ہیں انہیں تو عالم ارواح کی بونگ بھی نہیں آسکتی یہ ہزاروں حاضر کرنے کا تو ایک سعلی کھیل ہے۔ جسے انہوں نے ذریعہ معاش بنایا ہوا ہے۔

اس مرد خدا سے کوئی نسبت نہیں سمجھو۔ تو بندۂ آفاق ہے وہ صاحب آفاق۔

حضور قبلہؐ نے جس وقت یہ آواز اٹھائی تھی۔ اس وقت بعض لوگوں کو تعجب انگیز معلوم ہوئی تھی۔ حال ہی میں میں نے ایک کتاب مہر سے منگوائی ہے۔ جس کا نام "الروح و البتیا" ہے اس کے مصنف السید محمد الخریزی البیہمی نے بھی بعینہ وہی بات جو حضورؐ نے لکھی ہے اس کا انکشاف کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں من المعلوم فی کل الادیان قدیمًا و حدیثًا و خصوصًا فی الدین الاسلامی ان اللہ خلق مع کل انسان قرین بولدفعہ من عالم الروحانیۃ وہی مسالۃ معلومتہ اخبیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا انت یا رسول اللہ لک قرین قال نعم لی قرین اسلم و لا یأمرنی الا بخیر

تمام نئے اور پرانے ادیان میں یہ بات مشہور ہے خاص طوراً اسلامی عقائد میں کہ اللہ تعالیٰ جب انسان کو پیدا کرتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ایک ہزار بھی مسلط کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام سے صحابہ نے پوچھا کہ کیا یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی وہ ہے فرمایا "ہاں" میرے ساتھ بھی ہے۔ لیکن وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ اور مجھے جلالی کا حکم دیتا ہے۔"

آگے بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔ کہ یہ ہزاروں زندگی بھر اس انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ انسان کے تمام معاملات سے واقف ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ علوم جو انسان دنیا میں حاصل کرتا ہے یا کوئی کتاب لکھتا ہے اس کا بھی وہ عالم ہوتا ہے۔ اس کے تمام رشتہ داروں و دوستوں اور سبکی زندگی کے ہر نشیب و فراز سے آگاہ ہوتا ہے۔ جب انسان مر جاتا ہے۔ تو وہ قضاے اخیر میں کافی عرصہ تک زندہ رہتا ہے۔ کیونکہ اس

کی عمر میت لمبی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ جن کی قسم سے ہوتی ہے اگرچہ بعض صفات میں منفرد بھی ہے یہ لکھ کر اب سپرچولسٹ کے حاضر کرنے کے متعلق لکھتے ہیں

فاذا جمعت جماعة لاستحضار روح شخص متوفی و طیبته یا وسیلته من وسائلہم قد یحضر هذا القربین بالجاذبیت الروحیة او التوجیہ الفکری الی هؤلاء الجماعت یمیل الی اوسیطہم انما فلان المتوفی و ہونی صادق فی تعبیرہ و مخطی فی الحقیقۃ ترو نفس الاعد فی خبرہم بحوائث شخصہ المتوفی و احوالہ فاضیہ بالضبط فیعتقد الحاضرون انہم احضروا روح فلان و ہم مخدعون هذا

آگے لکھتے ہیں ولو کان الامر كذلك وان الارواح تسبح فی القضاء بعد الموت بدون رابطہ لبطل ما جازت بہ الکتب السماویۃ من ان هناك بفتح للارواح تمکث فیہ لچین یوم الحساب والجزاء من جتہ اوتاد حسب اعمالہا

روح صرف اولیاء اللہ اور برگوں کی مرتے کے بعد آندی ہوتی ہے خصوصاً انبیاء علیہم السلام کی لیکن ان کی ملاقات صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ریاضت کر کے نفسانی حجابات کو دور کر لیا ہوا وہاں پر عالم ملکوت منکشف ہو چکا ہو وہ سوتے جاگتے ہر حالت میں ان سے ملتے ہیں ان سے فیض حاصل کرتے ہیں یہاں تک کہ جوڑے اولیاء اللہ ہیں وہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری کی حالت میں مل کر خاص خاص باتیں کرتے ہیں اس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں سب واقعات جمع کر دیئے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ لوگ جو بیداری کی حالت میں حضور علیہ السلام سے ملاقات کرتے ہیں وہ ابراہیم شیولی، ابوالحسن شاذلی، ابراہیم دسوتی رح اور سید ہدوی رح اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح اور احمد رفاعی وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بعض نیک لوگ مراقبہ میں خوابوں میں حسب قوت روحانی ملاقات کرتے ہیں یہ نہیں کہہ سکتے و ناکس ان سے ملاقات کرے۔

جس وقت ان سپرچولسٹوں کی جماعت کسی متوفی کی روح کو بلائے کے لئے طفقہ بتاتی ہے تو وہ ہزار ان کی قوت جاذبہ اور توجہ سے مہذب یعنی وسیطہ کے اندر آ کر کہتی ہے کہ میں فلاں متوفی کی روح ہوں اس کا ہزار ہونے کی وجہ سے تو وہ سچا ہوتا ہے لیکن روح کہنے کی وجہ سے جھوٹا ہوتا ہے ان کو متوفی کے تمام حالات و واقعات گزشتہ بتا دینا ہے۔ حاضرین کو یقین ہو جاتا ہے۔ کہ یہ اس متوفی کی روح ہے حالانکہ ان کو دھوکا دیا جاتا ہے۔

اگر یہ ایسا ہی ہو دیکھو وہ آ کر کہتی ہے کہ میں فلاں کی روح ہوں اور مرنے کے بعد روح بھی پھر قید و بند ہر جگہ پر پھرتی رہتی ہوگی۔ تو وہ مسئلہ جو تمام آسمانی کتابوں میں ہے۔ کہ جنت و دوزخ میں جانے سے پہلے بزنخ میں رہتی ہے۔ غلط ہو جائے گا۔

روح صرف اولیاء اللہ اور برگوں کی مرتے کے بعد آندی ہوتی ہے خصوصاً انبیاء علیہم السلام کی لیکن ان کی ملاقات صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ریاضت کر کے نفسانی حجابات کو دور کر لیا ہوا وہاں پر عالم ملکوت منکشف ہو چکا ہو وہ سوتے جاگتے ہر حالت میں ان سے ملتے ہیں ان سے فیض حاصل کرتے ہیں یہاں تک کہ جوڑے اولیاء اللہ ہیں وہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری کی حالت میں مل کر خاص خاص باتیں کرتے ہیں اس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں سب واقعات جمع کر دیئے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ لوگ جو بیداری کی حالت میں حضور علیہ السلام سے ملاقات کرتے ہیں وہ ابراہیم شیولی، ابوالحسن شاذلی، ابراہیم دسوتی رح اور سید ہدوی رح اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح اور احمد رفاعی وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بعض نیک لوگ مراقبہ میں خوابوں میں حسب قوت روحانی ملاقات کرتے ہیں یہ نہیں کہہ سکتے و ناکس ان سے ملاقات کرے۔

مقصد یہ ہے کہ حضور نے اس قسم کا صحیح انکشاف کر کے لوگوں کو ایک بہت بڑی غلطی سے بچایا ہے۔ چنانچہ ایسے روحانی آدمیوں کو تربیت و تعلیم دی ہے۔ اور انہیں باطنی انوار و برکات سے مستفیض کیا ہے۔ جو آئندہ نسلوں تک فیض پہنچائے گا ذریعہ بنیں گے۔ اور اس طرح یہ روحانی سلسلہ تا ابد روئے زمین پر دائم و قائم رہے گا۔

مسلمان تھام لیں گے جب رسول اللہ کا دامن موثر کافروں کا کوئی بھی جیلہ نہیں ہوگا۔

آپ کی آئندہ خواہشات کیا تھیں | آپ کی آئندہ جو خواہشات تھیں۔ ان کا اظہار انہوں نے خود اپنی کتابوں میں کر

دیا ہے آپ انہیں کے الفاظ میں سن لیں۔ عرفان حصہ دوم میں لکھتے ہیں افسوس در مسلمان اپنی اصلی موردی فن اور روحانی علم سے بالکل تہی دست ہو گئے ہیں عموماً تمام عالم اسلام خصوصاً پاکستان میں تو مسلمانوں کی کوئی ایسی انجمن یا سوسائٹی نہیں جو اصلی معنوں میں صوفی اور روحانی کہلانے کی مستحق ہو جو علم روحانیت کے ہر دو علمی اور عملی پہلوؤں میں ترقی کر کے تجربے اور مشاہدے سے حاصل کرتی ہو وہاں نام کے لباس دکاندار رہی اور واجبی صوفی بے شمار ہیں جنہیں تصوف اور روحانیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں بس خالی "پدرم سلطان بود" کے بل بوتے پر اور اپنے باپ دادا کی قبروں پر روضے بنا کر سجادگی کا جال بچھا کر مرغان سادہ لوح کی طرح اصحن مریدوں کو خالی طفل نسلیوں میں پھنسلے رکھتے ہیں۔ اور ان کے مال، جان اور ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

میراث میں پہنچی ہے انہیں مستدار شاد زاغوں کے نصرت میں عقابوں کے نشین

برخلاف اس کے یورپ کے لوگ ہر طرح سے بیدار اور منظم ہیں ان کے ہاں ہر قسم کے علوم و فنون کے باقاعدہ ادارے، خاص انجمنیں اور منظم سوسائٹیاں ہیں۔ اور جملہ امراء اور اکابر قوم ہر مفید فن اور کارآمد علم کی ترقی اور توسیع میں کوشاں ہیں۔ اور ان علوم و فنون کے عالمین اور ماہرین کی امداد کرتے ہیں حتیٰ کہ خود حکومت بھی ایسے برگزیدہ اور چیدہ اشخاص کی ہر طرح پشت پناہی اور حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس نے مغرب کو بام عروج کے فلک الافلاک پر پہنچا دیا ہے۔ اور اسی مدد ہی، تنظیم اور اتحاد میں ان کی ترقی اور کامیابی کا راز مضمر ہے۔ افسوس کہ ہماری قوم میں اگر کوئی باکمال شخص پیدا ہو جائے تو قوم کا ہر فرد اس سے الطاحند کرتا ہے اور سب لوگ اس کی دشمنی اور عداوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے کام اور مشن میں روٹے اٹکاتے ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے موردی علم روحانیت کو اپنائیں اور اس کے لئے باقاعدہ انجمنیں اور سوسائٹیاں قائم کریں اور اس کے لئے ہر قسم کا لٹریچر مہیا کریں حتیٰ کہ اس علم کے حصول کے لئے غیر ممالک میں بھی جانا پڑے تو اپنے چیدہ اور قابل اشخاص کو وہاں بھیج کر اور وہاں اس علم کو عملی طور پر حاصل کر کے اسے ملک میں شائع کریں

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اطلبوا العلم ولو کان بالسیب۔ طلب کرو علم اگر چہ اس کی طلب میں چین تک جانا پڑے۔ اگر مسلمانوں نے اس طرف قدم اٹھایا تو انشاء اللہ وہ تھوڑے دنوں میں جن شیاطین اور سفلی ارواح تو کیا پاک نوری مخلوق یعنی مومن جن ملائکہ اور مومن انسان اولیاء اللہ اور انبیاء کی مقدس ارواح کی حضرات کر کے ان سے ایسے حیرت انگیز کام لیں گے جس سے وہ دوبارہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کر لیں گے۔ حضرت سلمان علیہ السلام نے جس وقت ملکہ سبا یعنی بلقیس کو اپنا زیر فرمان بنانا چاہا تو انہوں نے کس طرح اس سے اپنا روحانی لوٹا منوایا اور اپنی باطنی بادشاہی اور غیبی لشکر کا یقین دلا کر اسے اپنا مرید معتقد اور آخر میں مسلمان بنایا۔

س دیکھ مسجد میں شکست رشتہ تسبیح شیخ تبکہہ میں برہمن کی پختہ زنازی بھی دیکھ

دوسری خواہش کے متعلق لکھتے ہیں: "انبیاء و مرسلین اور اولیاء کاملین کے پاس علم کا مغز ادنیٰ ہوتا ہے اور علماء بے عمل کے پاس علم کا محض خشک بے لذت چھلکا ہوتا ہے۔ اس لئے سکولوں اور کالجوں میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک علم روحانیت اور تصوف کا شعبہ ہونا چاہئے۔ اور اس کے اصلی روحانی علماء اور کامل فقراء کی خدمات حاصل کرنی چاہیں۔ ظاہری علم شریعت اور کسی علم روایت لفظی ظاہری علماء سے کسی طور پر حاصل ہو جاتا ہے لیکن علم نصیری اور علم ہدایت کتابوں کے کاغذی دفینوں اور ظاہری کسی عالموں کی زبانی تقریروں سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ علمائے کاملین اور فقراء کاملین کے سینوں سے سینوں میں بطور نظر و توجہ منتقل ہوتا ہے۔"

ان مذکورہ اصدروں اور عباراتوں سے قارئین کرام پر حضور کی خواہشات واضح ہو چکی ہوں گی۔ خلاصہ یہ کہ آپ کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ایک روحانی انجمن کی تشکیل کی جائے جس کے لئے ایک میت بڑی وسیع جگہ خریدی جائے اس میں خاص خاص ممبر بنائے جائیں وہاں روحانی مجالس منعقد ہوں جن میں یورپ کے سپر جوسٹوں کی طرح اولیاء اللہ کی روجوں کو بلا کر ان سے استفادہ کیا جائے۔ اور نیک اور صالح جنات سے بھی فائدہ حاصل کیا جائے۔ ان روجوں کے بلانے اور ان کے لئے خاص قسم کی جگہ بنانے اور ان کے لئے خاص خاص ہدایت جو حضور نے مجھے لکھائی ہیں وہ میرے پاس موجود ہیں ان کا پرا بیویٹ طور پر تجربہ کیا گیا ہے وہ تجربہ صحیح ثابت ہوا ہے لیکن آپ کی خواہش کے مطابق وسیع پیمانے پر ایسی سلسلہ قائم نہیں کیا جاسکا۔

بے معرکہ دنیا میں ابھرتی نہیں تو میں۔ جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا۔

دوسری خواہش کے مطابق زبانی طور پر حضور فرمایا کرتے تھے کہ اسی جگہ ایک روحانی کالج کی بنیاد بھی رکھی جائے۔ اگر اتنا کام نہ ہو سکے تو کم از کم موجودہ کالجوں میں ہی اس روحانی سلسلہ کو جاری کیا جائے۔

آپ کی یہ دیرینہ خواہش تھی جس کا اظہار پہلے صفحات میں کیا

آئندہ میرے ذمہ جو کام نصیبین و ارشاد کا ڈالا گیا

جاچکا ہے مگر آپ کو اپنی عمر کا جام لبریز ہوتا نظر آ رہا تھا۔ اس لئے آپ نے یہ کام میرے ذمہ لگایا آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس دور ترقی عقل و سائنس میں تصوف کو ان سائٹفک قرار دے دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے ثابت کر دیا جائے کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اگرچہ اب روحانی چیزوں کا زیادہ تعلق ایمان و تصدیق سے ہے اور یہ مادی چیزوں کی طرح عام مشاہدات سے بالاتر ہے۔ پھر بھی اس مادی دنیا کے اثرات، یقین کے لئے چند ایسی چیزوں کی سخت ضرورت ہے جو گمراہ لوگوں کے لئے سڑیہ بصیرت کا کام دے چونکہ تصوف کے اسرار و رموز کی تحقیق ایک آدمی کے بس کی بات نہ تھی آپ نے ایک روحانی سوسائٹی قائم کرنے کا ارادہ فرمایا جو مل کر اس کام کو سرانجام دیں اس لئے آپ ہی کے ایما پر انجن نظام الاویلا لاہور کی تشکیل عمل میں لائی گئی اور اس روحانی سلسلہ کی تکمیل کے لئے ایک مرکزی جگہ متعین کرنے اس میں کئی رہائشی کمرے، ایک وسیع تہ خانہ اور ایک مسجد تعمیر کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا جس کے لئے کم از کم دو کناں جگہ حاصل کرنے کا فیصلہ کیا گیا انشاء اللہ العزیز آپ کی روحانی امداد سے یہ آرزو برآئے گی اور یہ تمنا پوری ہو کر رہے گی۔

قسمت کیا ہر ایک کو تمام ازل سے ! جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا ،
عیسٰی کو دیا رونا تو پر جانے کو حلف ! غم ہم کو دیا جو سب سے مشکل نظر آیا

اب ایسے مخلص ارکان کی اشد ضرورت ہے جو روحانی کاموں میں دل چسپی لینے کا جذبہ رکھتے ہوں وہ اس سوسائٹی کے عمیر نہیں مالی امداد بھی کریں اور کچھ وقت بھی مختص کریں تاکہ آپ کے بتائے ہوئے معمولات کے مطابق کام شروع کیا جاسکے۔

اس مرکزی روحانی مدرسہ کا نام "جامعہ صوفیہ" تجویز کیا گیا ہے جس کے مختلف اوقات میں اجتماع ہوا کریں گے۔ اور اس میں صرف ممبر حضرات ہی شریک ہو سکیں گے اور وہ اجلاس بند تہ نہانے میں ہوا کریں گے یا ہر پہر ہوگا۔ کوئی غیر آدمی اس میں شریک نہیں ہو سکے گا۔ اور تمام ممبروں سے اس بات کا حلف لیا جائے گا کہ تا وقتیکہ کسی بات کے ظاہر کرنے کا منفقہ فیصلہ نہ ہو وہ کسی بات کو دوسروں تک نہ پہنچائیں۔

ممبر سائنسی کا کام شروع ہے۔ فی الحال صرف پچاس آدمی شریک کئے جائیں گے جو ہماری مقرر کردہ شرائط پر پورا اترے گا۔ اسے لیا جائے گا عنقریب پمفلٹ کی شکل میں اس کے تفصیلی حالات، شرائط ممبر سائنسی اور دیگر قوانین و ضوابط اور مختلف کوائف سے آگاہ کیا جائے گا۔

سے کوئی تہگامہ برپا کر کسی شنورشن کا ہو یا نہ۔ یہ کیا خاموش رہ کر ہزم عالم سے گذر جاتا

طریقہ قادری سروری کی تعریف

طریقہ قادریہ کی نسبت حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی طرف ہے آپ بعض طالبوں سے پوری طرح ریاضت کرائے اور دو وظائف اور چلوں کی بھٹی میں ڈال کر زبردستی حاصل کی طرح ان کے بواطن کو چمکا دیتے تھے اور بعض کو ایک ہی نگاہ فیض بخش سے پاک و صاف کر کے اس کے اندر کیفیت نوری رکھ دیتے جو بڑھتے بڑھتے کمال کو پہنچ جاتا، پہلے طریقہ سے فیض حاصل کرنے والوں کو قادری زاہدی اور دوسرے طریقہ سے فیض حاصل کرنے والوں کو قادری سروری کے نام سے موسوم کیا گیا۔

سروری کا معنی لغت میں "سروری" جاگیر بخشنا، کے آئے ہیں جس طرح ایک شخص زندقہ بھر محنت و مشقت کر کے اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے اپنی جائیداد تیار کرتا ہے ان کماتے ہوئے روپوں سے اگر جائیدادیں خریدے اور ایک عظیم رقبہ کا مالک بن جاوے اس کی مثال قادری زاہدی کی سی ہے اور ایک بادشاہ جب کسی آدمی پر کسی وجہ سے راضی ہو جائے اور خوشی میں وہ اسے ایک بہت بڑی جائیداد کا مالک بنا دے پوری ریاست کی جاگیر بخش دے تو اسے جاگیر دار کہتے ہیں اس کی مثال قادری سروری کی سی ہے۔ چنانچہ مرشد کامل قادری سروری طالب صادق کو ایک ہی نگاہ سے سب کچھ عنایت کر دیتا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ سروری کی نسبت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، یہ مطلب بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کیونکہ سرور کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ صفاتی نام ہے جسے فارسی والوں نے استعمال کیا ہے۔ اگر اس لفظ سرور کائنات سے سروری کہا گیا ہے تو یہاں سرور کائناتی ہونا چاہیے تھا، اور صرف سرور حضور علیہ السلام کے صفاتی ناموں میں نہ ہی معروف و مشہور ننانوے ناموں میں ہے۔ اور نہ ہی فارسی زبان والوں نے استعمال کیا ہے لہذا پہلا معنی ہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اب اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ ایسا طریقہ جس سے طالبان حق کو رنج، ریاضت، چلے جس دم، ذکر و فکر اور مجاہدہ میں نہ ڈالا جاسکے بلکہ اسے ایک ہی نگاہ سے گنج بے رنج، راز بے ریاضت اور مشاہدہ بے مجاہدہ عطا کر دیا جائے اس کو قادری سروری کہا جائے گا چنانچہ

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ وعظ میں فرمایا دو اسے اہل عراق افقر اور ولایت کے درجات اور مقامات میرے ہاں معمولی کپڑوں کی طرح لٹک رہے ہیں، میں جسے چاہوں ایک دم میں بلا محنت و سنج پہنا دیتا ہوں اسے لٹکے مجھ سے ایک کلمہ سنتے کے لئے اگر تجھے ساہا سال سفر کرنا پڑے تب بھی اسے غنیمت خیال کر، اسے لٹکے ولایت کے درجے اور فقر کی خلعتیں یہاں میری مجلس میں تقسیم ہوتی ہیں، سلطان الادراہ ص ۱۴۱

حضرت سلطان العارفين امینی ایک کتاب میں فرماتے ہیں کہ آپ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ روزانہ تین ہزار طالبوں کو اللہ تعالیٰ سے حاصل فرماتے اور دو ہزار طالبوں کو ہر روز بزم نبوی میں پہنچاتے۔ بحوالہ سلطان الادراہ ص ۱۶۵

حضرت سلطان العارفين قدس سرہ نے وعظ کے ذریعہ فیض نہیں بخشا اسے کتابی صورت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کیا اور ان کتابوں کے شروع میں آپ نے کئی الفاظ میں طالبان حق کو مخاطب کر کے کہا ہے۔ مثلاً نور الہدیٰ کے ابتدا میں آپ فرماتے ہیں، اس کتاب اسرار الوجود کو اگر ناقص شخص پڑھے گا کامل ہو جائے گا اور اگر کامل شخص پڑھے گا عامل کل ہو جائے گا اور اگر عامل کل پڑھے گا مکمل ہو جائے گا۔ اگر مکمل پڑھے گا اکمل ہو جائے گا، اگر اکمل پڑھے جامع مرشد صاحب حیثیت ہو جائیگا۔ دوسری جگہ فرمایا ہے، اس تصنیف علم تصوف کے قبل و قال سے پڑھنے والا نوراً احسنور میں پہنچ جائے گا اور مشاہدہ معرفت اور قرب معراج وصال اسے حاصل ہو جائے گا اور حقیقت کو بین سے واقف احوال ہو جائے گا، ایک چھوٹے سے رسالہ روحی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں، وہ کہ اگر کوئی ولی و افضل عالم روحانیت یا عالم قدس مشہود میں اپنے درجے سے گریگا ہو؟ اگر اس کتاب کو وسیلہ بنائے تو اس کے لئے مرشد کامل ثابت ہوگی۔ اگر تو تسل باہن کتاب نہ گرفت اور تقسیم و اگر ما اورا نہ سائیم مارا قسم۔

یعنی اگر اس نے اس کتاب سے تو تسل نہ پکڑا تو اسے قسم ہے۔ اگر ہم نے اسے نہ پہنچایا ہمیں قسم ہے۔ اگر سلک سلوک کا طالب اسے پنجہ مار کر مضبوط پکڑے گا۔ محض اس کے دوام اعتقاد اور مواظبت سے عارف زندہ دل و روشن ضمیر بن جائے گا۔ آیات

ہر کہ طالب حق بود من حاضر
طالب بیا طالب بیا طالب بیا
ز ابتدا زنا انتہایک دم بزم
تار سنام ز اول با خدا
اسی سلسلہ کے با کمال بزرگ جو ابھی حاصل ہی ہیں ہوتے ہیں حضرت فقیر نور محمد صاحب

سروری قادری قدس سرہ جن کے حالات میں یہ کتاب در تذکرہ نور، لکھی جا رہی ہے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بھی اپنے پیرومرشد کی طرح کتابوں میں بہت کچھ لکھ دیا ہے اس قسم کی کتاب نہ کسی نے آج تک لکھی ہے اور نہ ہی لکھ سکے گا اگر کوئی طالب صادق ان کو پڑھے گا اور اس پر عمل کرے گا اللہ العزیز کامیاب و روشن بن جائے گا آپ کئی مرتبہ ٹھنڈا سا نس لے کر فرمایا کرتے تھے کہ افسوس اس زمانہ میں جو بھی آتا ہے وہ دنیاوی اغراض و مقاصد، حصول زر کے لئے آتا ہے۔ اور طالب عز و جاہ پوتا ہے میں نے آج تک اپنی ہمت اور قوت کے مطابق کسی کو نہیں پایا آج بھی دنیا میں کسی نظر درویش تو موجود ہے مگر عالم میں طالب صاحب استعداد مثل کبریت احمد مفقود ہے۔ ایک خط کے جواب میں آپ نے لکھا۔

اللہ تعالیٰ شاہد حال ہے کہ آج طریقہ قادری میں جو باطنی اور روحانی نسبت اس فقیر کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پیرو محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز اور مرشد سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے ساتھ حاصل ہے آج روتے زمین پر کسی کو حاصل نہیں۔ افسوس ہے اگر مجھے خود نشانی اور فریب عمارت کا خوف نہ ہوتا تو میں ایسی بات لکھ دیتا، جسے دیکھ کر آپ حیران اور رنگ رہ جانے اور ہمارا یہ شجرۃ النور اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک نوری مہنتیوں کے ہاتھوں لگا ہوا ہے اور یہ دن بدن بڑھتا اور پھلتا بھونتا اور بار آور ہوتا چلا جائے گا اور حاسد اسے دیکھ کر جلتے، سڑتے اور مرنے مٹنے چلے جائیں گے۔

بحوالہ فیض سروری ص ۳

مغرضیکہ یہ سلسلہ سروری قادری اللہ پورے شان و شوکت سے اپنی روایات کو زندہ رکھنے ہوئے ہمیشہ دنیا پر باقی رہے گا۔ اور صاحب استعداد انسان ہمیشہ اس سے فیض یاب ہو کر کائنات کو روحانی فیض بخشے رہیں گے اگر ان سے دنیا خالی ہو گئی تو یقین جائیں کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

سلسلہ قادری سروری کی خصوصیات

(۱) یہ سلسلہ قادری سروری تمام نسبتوں کا مجموعہ ہے تمام نسبتیں جو ہر ایک سلسلہ میں فرداً فرداً پائی جاتی ہیں وہ سب کی سب اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ اب ان نسبتوں کا حال بیان کیا جاتا ہے۔

نسبت سبکی | حلاوتِ مناجات، شمولِ رحمت، انوارِ اسمائے الہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زندگی میں یا حسن و جود پائی جاتی تھیں اور ان کی زندگیاں اسی نسبت سے روشن تھیں ان سے اسلئے گزیر کرنا کہ اس سے کار و بار میں خلل پڑتا ہے اور اس سے خیالات میں تشویش پڑتی ہے غلط ہے اس نسبت کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ اسم اللہ کا ذکر جبری اور درود شریف کی کثرت ہے۔ چنانچہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ہمدانی نے "میں شجر پر فرماتے ہیں کہ اس نسبت کو حاصل کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اسم اللہ کا ذکر کیا جائے۔ لکھتے ہیں کہ ایک ہزار بار اسم اللہ کا ذکر کرنے کے بعد درود شریف پڑھے ذکر کرنے وقت وہ لفظ اللہ کی تشدید پڑے اور اس لفظ کو اس کے صحیح مخرج سے نکالے،

چنانچہ سلسلہ قادریہ سروریہ میں ہندی کو کلمہ شریف اور اللہ کے ورد پڑھایا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو اندر سے کلمہ شریف کی آواز سنائی دیتی ہے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں "ضرب کلمہ کے ذکر جبری آواز سننے والے کو یکبارگی معرفت الہی حاصل ہو جاتی ہے اور خاص النخاص بن جاتا ہے کلمہ کے ذکر جبری سے ورد اور شوق پیدا ہوتا ہے ذکر کرنے والا بیخود ہو کر گر پڑتا ہے اور ستر و زنگ اس کی حالت میں رہتا ہے اور ہر روز سترہ نفسانی حجاب دور ہوتے ہیں۔ (قرب دیدار ص ۱۱۱)

پنجابی شعروں میں حضورؐ نے فرمایا ہے۔
 الف اللہ جنبہ دی بوٹی میرے مرشد من و چہ لاتی ہو

نفسی اثبات واپانی بلیس ہر رگے ہر جاتی ہو،

اندر بوٹی مشک چایا جاں بچھلن پر آئی ہو

شالا جیوے میرا مرشد حضرت بابا جیوے جیوے بوٹی لاتی ہو

نسبت اولیہ

یہ نسبت تو چونکہ قادر یہ سلسلہ کی ماہرہ الانتیاز شے ہے اس لئے اس کا حاصل کرنا تو لازم اور ضروری ہے اور اس کے حصول کے لئے کسی روح کے ساتھ خاص مناسبت پیدا کی جاتی ہے جس سے اس روح کا فیضان شروع ہو جاتا ہے چنانچہ دعوت قبور کا طریقہ اسی غرض کے لئے اس طریقہ میں خصوصی طور پر رائج کیا گیا ہے جس سے نیک روحوں کے ساتھ خاص قسم کا لگاؤ پیدا کیا جاتا ہے جس سے نیک روحوں کا فیضان آئینہ قلب پر منقش ہوتا جاتا ہے اور آخر کار اس روحانی کے تمام فیوض و برکات سے صاحب دعوت بہر مند ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اپنے مستحق رسالہ روحی میں فرماتے ہیں

دست بیعت کردار مصطفیٰ
دل خود خواند است مارا مجتبیٰ

یعنی مجھے حضور علیہ السلام نے خود دست بیعت فرمایا اور حضرت مجتبیٰ نے اپنا فرزند بنا لیا ہے۔ چنانچہ بوقت بیعت باطنی حضور علیہ السلام نے فرمایا خدا بیدنی یا ولدی پھر حضور علیہ السلام نے آپ کو محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تاکہ وہ انہیں باطنی فیض سے مالا مال کریں یہ سب اولیہ طریقے کا فیض ہے۔

نسبت یادداشت

جس میں دل کو مرتبہ دوسرے تشافی کی طرف مائل کرنا پڑتا ہے اور اس کے سوا دل میں کسی دوسری خواہش کا باقی نہ رہنا اور جذبہ محبت کی انتہائی کیفیت میں سرشار ہو کر چشم دل کو مسلسل اسی جانب متوجہ کر دینا یہ اس نسبت کا خلاصہ ہے جو بوجہ اتم اس سلسلہ میں موجود ہے۔ اس سلسلہ میں تصور اسم ذات اللہ پر خاص طور پر توجہ دی جاتی ہے اور جس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے اور طبیعتوں کو اس کی طرف مائل کرنے کیلئے حضرت سلطان العارفين سلطان باہو رحم نے اپنی کتابوں میں بہت زور دیا ہے اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ اپنی کتاب ہمعات میں فرماتے ہیں دو فقیر ابو العالی کے متبعین ہیں سے عوام یہی نسبت رکھنے نھے فقیر نے ان میں سے ایک بڑی جماعت کو دیکھا بھی ہے ان میں سے وہ لوگ جو اسم اللہ کو اپنے خیال میں موجود اور حاضر پاتے ہیں اور وہ اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں،

جس کا حاصل اور منشا یہ ہے کہ فقیر جب خدا تعالیٰ کی یاد میں اس طرح

نسبت توحید

مشغول ہوتا ہے کہ وہ شوق دید میں کثرت کے اندر وحدت کا جلوہ دیکھتا ہے اور عشق الہی میں وہ اس قدر مستغرق ہوتا ہے کہ اسے ہر شے کی حقیقت میں ایک ہی

ذات جلوہ گر نظر آتی ہے اس مقام سے ہر فقیر کو گزرنا پڑتا ہے جس وقت وہ اس حال میں ہوتا ہے تو اس کی زبان پر اس قسم کے کلمات جاری ہوتے ہیں جو اس حال کو واضح کرتے ہیں چنانچہ حضرت سلطان العارفين قدس سرہ پر جب یہ حال طاری ہوا اور آپ کی زبان اقدس پر چند کلمات طاری ہوئے جسے ”سالہ روحی“ کے نام سے پکارا جاتا ہے اس کے چند جملے یہ ہیں ”سبحان اللہ از احسام عناصرِ خاکی ہزار منظرِ ظہورِ آثارِ جمال و جلال قدرتِ ہائے کاملہ آئینہ با صفا ساختہ تماشا سروسے زیبائے فرما ئید خود با خود قمار عشق سے بازو خود نظر و خود ناظر و خود منظور، خود عاشق، خود عاشق و خود معشوق اگر پردہ را از خود بر اندازی ہمہ یک ذات و دوئی ہمہ از احوال چشمتیست“

(ترجمہ) اسکی قدرت کا ملکہ گویا ایک آئینہ با صفا بنا کر اس میں اپنے بے مثل حسن کا تماشا دکھ رہی ہے اور اپنے آپ سے عشق کا جوار کھیل رہی ہے خود نظر، خود ناظر اور خود منظور ہے خود عشق خود عاشق اور خود معشوق ہے۔ اے طالب اگر تو اپنی خودی کا پردہ درمیان سے اٹھالے تو مجھے ایک ہی ذات جلوہ گر نظر آئے یہ تمام دوئی (عالم کثرت) تیری بھینگی آنکھ کا فریب ہے۔“

یہ حضور کا حال ہے ورنہ میرے قبیلہ مرشدی فقیر صاحب نے باطن میں آپ سے دریافت کیا کہ ہمارے سلسلہ قادریہ سرور یہ کا نظریہ توحید میں وجودی ہے یا شہودی یا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارا مسلک شہود کا موید ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ ایک توحید علمی ہے اور ایک توحید حالی اور فرمایا کہ فقیر کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کیا گیا کہ بعض لوگوں کے لئے توحید علمی نفع مند نہیں ہوتی بلکہ الٹا انہیں نقصان پہنچاتا ہے بات یہ ہے کہ بے کار کی دلیل بازی جیسے سو مضطابیت کہتے ہیں اسی توحید علمی سے پیدا ہوتی ہے اور اسی توحید علمی کی وجہ سے ہی لوگ شرعی اور عرفی احکام و مصالح میں تساہل کے مرتکب ہوتے ہیں باقی رہا توحید حالی کا معاملہ سو توحید حالی تو ایک بہت بڑا کمال ہے کہ زبان اس کے مطالب کو ادا کرنے سے قاصر ہے واللہ فضل اللہ

توحید سے لپٹاؤ۔“

دوسری جگہ پر شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اگرچہ میں نے توحید وجودی اور شہودی کو نزاع لفظی قرار دے کے کہ ایک ہی بات ہونا ثابت کیا ہے اور دونوں کو میں نے صحیح قرار دیا ہے لیکن آپ نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ مجھے باطن میں شہودی اعتقاد والوں کے چہرے نورانی دکھائے گئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے فیوض الحرمین کے حصے پر اپنے ایک مباحثہ کا ذکر کیا کہ میں نے دربار الہی میں گزارش کی کہ صوفیائے کرام کے دو مسالک گروہ وجودیہ اور شہودیہ میں سے حق پر کون ہے؟ تو دربار الہی سے اشارہ ہوا کہ دونوں حق پر ہیں اور دونوں جنتی ہیں مگر شہودیہ زیادہ انوار و برکات کے مالک ہیں، نیز آپ نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ مجھے صوفیائے کرام وجودیہ اور شہودیہ کے درمیان حکم بنایا گیا تو میں نے دونوں کو حق پایا مگر شہودیہ کے پیروں پر نوری نجاتی دیکھی رسول اللہ اعلم بالصواب

نسبت عشق و وجد

اس نسبت کا خلاصہ یہ ہے کہ عارفِ کامل میں ایک ایسی نسبت

لا پیدا ہو جاتا کہ وہ ذکر حق تعالیٰ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور اسی

کے ذکر و فکر میں برابر منہمک رہے اور اس کے دل میں ایک قسم کا اضطراب اور بے قراری کی حالت پیدا ہو جائے ایسے شخص کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے یا قرآن مجید پڑھا جائے تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں بعض ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہیں جس سے ان کے قلق و اضطراب کا پتہ چلتا ہے اور بعض اوقات جذبہ میں ان کے جسم میں کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور وہ غیر اختیاری حرکات کرنے لگتا ہے جسے وجد کہتے ہیں، چنانچہ یہ نسبت سلسلہ قادری سروری میں بہت ہے اس کا مظاہرہ حضرت سلطان العارفين رحمہ کے عرس مقدس کے موقعہ پر ہوتا ہے، جب طالب حضور سلطان باہو قدس سرہ کے پنجابی اشعار پڑھتے ہیں اور حق باہو کے نعرہ لگاتے ہوتے پر والوں کی طرح مزار مقدس پر گرتے ہیں، حضرت سلطان صاحب نے اپنے شعروں میں عشق کا سبق دیا ہے مثلاً

ایمان سلامت ہر کوئی؟ کچھ عشق سلامت کوئی ہو

عشق منگن نہیں ایہ شرماتوں میرے دل زور سیر ہوئی ہو

جس جاگہ نے عشق پہنچا وہ ایمان نون خبر نہ کوئی ہو

عشق سلامت رکھیں میرا حضرت باہو ایمان نون دیوانہ کوئی ہو

مختصراً میں نے ان نسبتوں کا ذکر کر دیا ہے جو صوفیائے کرام کے مختلف طریقوں میں پائی جاتی ہیں اگرچہ ہر نسبت کو الگ الگ ہر ایک صاحبِ طریقت میں ثابت کرنا مشکل ہے عموماً دو دو تین تین علیٰ حالی نسبتوں کے لوگ حامل ہوتے ہیں لیکن بعض سلسلوں میں کسی نسبت کا غلبہ ہوتا ہے تو

اسے ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مثلاً قادریوں میں نسبت ادیسیہ کا غلبہ ہے اور حشیشیوں میں نسبت عشق و وجد کا غلبہ ہے اور نقشبندیوں میں نسبت یاد و اشت کا غلبہ ہے اور سہروردیوں میں نسبت سکینہ کا ظہور زیادہ ہے اور سلسلہ اکبر یہ میں نسبت توحید کا زیادہ جلوہ ہے لیکن سلسلہ قادریہ سہروردیہ میں تمام نسبتیں ملی جلی پائی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ تمام نسبتوں کا مجموعہ ہے اس میں ہر وہ چیز جو تمام سلاسل اور لیا میں الگ الگ پائی جاتی ہیں کامل و مکمل طور پر اس میں پائی جاتی ہیں یہ تمام سلسلوں سے اعلیٰ و افضل و برتر و بالا ہے ویسے تو سہروردیہ سلسلہ کو اپنے طریقہ پر ناز ہے کہ **کل حرفیاً لیساً لیساً لیساً لیساً**، لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس سلسلہ کو تمام طبقات طریقت پر فوقیت حاصل ہے **والله افضل الله یوتیہ** صحت لیساً۔

(۲) اس ترقی یافتہ دور میں جبکہ مادیات کا پورا عروج ہے سب لوگ سائنس کے ذریعہ وہ کام جو سال میں سہرا انجام پاتا تھا اس کو مہینوں میں سہرا انجام دے رہے ہیں اور جو کام مہینوں میں ختم ہوتا تھا اسے دن میں اور دنوں کا کام گھنٹہ میں وقوع پذیر ہو رہا ہے چنانچہ سرعت سیر میں ترقی کا یہ حال ہے کہ بیل گاڑیوں، سائیکلوں اور پھریوں اور ریلوں اور پھریوں پر بھی انکفار کرنے کے لئے لوگ تیار نہیں اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے لئے سوخ بچا کر رہے ہیں اور کپڑا جو کھڑیوں میں صرف دس بارہ گزہ دن میں تیار ہوتا تھا ہزاروں گزہ دن میں ملین تیار کر رہے ہیں۔ آٹا پیسنے کے لئے گھر میں چکیاں ہوتی تھیں جس کا کام بھی مشینوں پر ہو رہا ہے، غرضیکہ ہر قسم کے عیش و آرام کے لئے آلات تیار کر لئے گئے ہیں جن میں انسانی زندگی میں کافی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ ایسے دور ترقی میں روحانی نظام میں بھی ایسی انقلابی تحریک کی ضرورت تھی جو بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں، ذکر و اذکار اور چلوں سے بے نیاز کر دیتی اور مادی نظام کی طرح روحانی نظام کے حصول میں بھی وقتیں پیش نہ آئیں چنانچہ آج سے اڑھائی سو سال پہلے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے اپنے نور بصیرت سے دیکھ لیا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جبکہ اس قسم کے روحانی نظام کی ضرورت محسوس کی جائے گی، آپ نے کتابوں کے اندر اس نظام کو درج فرمادیا اور ان میں تحریر کر دیا کہ جو شخص ان کتابوں کو اخلاص، یقین اور اعتقاد سے پڑھے گا اس کو ہر شدہ کامل کا کام دیں گی اور صرف ان کتابوں کے مطالعہ سے ہی طالب کو اللہ تعالیٰ کا قرب اور معرفت نصیب ہوگی اور اسے مجلس محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور نبی ہو گی۔

چنانچہ آپ نے ان کتب میں سب سے زیادہ جن چیزوں پر زور دیا ہے وہ صرف دو علم ہیں ایک تصور اسم ذات اور دوسرا صرف دعوت القبور۔

تصور اسم ذات سے انسان کے اندر روحانی قوت حاصل کرنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے قلب کے اندر صفائی روح کے اندر جلا اور اور باطن کے اندر وسعت پیدا ہوتی ہے، اور قرب و مشاہدہ، اور واردات غیبی، تجلیات لاریبی کے حصول کا مادہ پیدا ہوتا ہے، چنانچہ حضرت سلطان العارفين قدس سرہ فرماتے ہیں، دو شخص اسم ذات اللہ کو اخلاص زبان سے بار بار پڑھتا ہے اور ساتھ ہی دلی تصدیق بھی کرتا ہے تو دل اور زبان اسم الہی سے جنبش میں آتے ہیں، دل سے خطرات اور گمراہی کی کدورت اور سیاہی دور ہو جاتی ہے، اور سورج کی طرح روشنی نمودار ہوتی ہے، مفتاح العارفين ص ۲۶

دل کی پاکیزگی اور صفات قلب کا علاج یہ ہے کہ اسم ذات کے تصور کی مشق مرقوم ہمیشہ کرے اس سے طمع، حرص، خود پسندی اور کبر وغیرہ تمام ناشائستہ صفات دفع ہو جاتی ہیں، اور خطرات کا خناس غم طوم مرجاتا ہے، قرب دیدار ص ۲۷

اس کے بعد دوسرا نمبر دعوت قبور کا آتا ہے اس کے پڑھنے میں یہ حکمت ہے وہ ذہنی استعداد و شخصیتیں جنہوں نے اپنی گراں مایہ عمر کو صرف کر کے روحانی قوتوں کو حاصل کیا۔ خداوند قدوس کی ذاتی تجلیات کو اپنے اندر سمویا مشاہدات باطنی سے قلوب کو محسوس کیا اور واردات غیبی کے لئے اپنے جسم کو گوارا بنا یا اور بے پناہ قوتوں اور لامحدود طاقتوں کو اپنے اندر جمع کیا وہ تمام کی تمام صاحب علم دعوت قبور ان سے حاصل کر کے اپنے کام میں لاتا ہے چنانچہ حضرت سلطان العارفين فرماتے ہیں۔

و اگر صاحب دعوت با ترتیب دعوت پڑھے گا تو تمام انبیاء اصحاب، اولیاء اللہ، عوث، قطب، شہید، ابدال، اوتاد، فقیر، اور ولش، عارف، ولی، مومن، مسلمان حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر قیامت تک کے تمام روحانیات اس کے گرد اگر صدف بصف کھڑے ہوں گے اور وہ سدا کے ساتھ مصافحہ کرے گا قرب دیدار ص ۳۳

اور ان سے باطنی فیوض کے خزانے حاصل کرے گا اور وہ بیش بہا خزانے اپنے دام

مراد میں اکٹھا کر لے گا۔ جن کے لئے سینکڑوں چلے اور ہزاروں درد و وظائف، اور لاکھوں مراقبے مجاہدے اور ریاضتیں کرنی پڑتی ہیں بلکہ میں یوں کہوں گا کہ اگر کسی کو عمر نوح بھی میسر آجائے تو وہ اتنے کمالات روحانی حاصل نہیں کر سکتا جتنے صاحب علم دعوت ایک دعوت میں حاصل کر لیتا ہے مادی ترقی کرنے کا راز بھی یہی تھا کہ ایک سائنس دان نے ایک نظریہ قائم کیا اس کے بعد دوسرا سائنس دان آیا اس نے اس کے نظریہ پر مدتوں تجربات کر کے ایک آلہ ایجاد کیا اور مرگیا اب جو بھی سائنس دان آئے گا اسی پر ہی اپنی قابلیت اور تجربات سے دیوار استوار کرتا چلا جائے گا چنانچہ جس نے سب سے پہلے پہیہ تیار کیا تھا وہ مرگیا اسی پر بیل گاڑیوں سے لے کر ریل تک مختلف اوقات میں ترقی کی گئی۔

لیکن روحانی ترقی میں یہ بات نہ تھی ہر شخص جو دنیا میں پیدا ہوتا اور اسے روحانی دنیا میں داخل ہونے کا شوق ہوتا اسے از سر نو ریاضتیں مجاہدے اور درد و وظائف سے روحانی کمال حاصل کرنا پڑتا جب وہ حاصل کر لیتا تو عمر کا بہت کم حصہ اس کے استعمال کرنے اور اس سے گمراہوں، مرتدوں اور بد مزاجوں کی روحانی اصلاح کرنے کا موقع ملتا۔

اس میں کتنی ہی وقت کی بچت ہے اور کیسا ہی سہل الحصول طریقہ ہے جس سے تھوڑے سے وقت میں کمال حاصل کر کے اصلاح اخلاق اور اصلاح معاشرہ میں جو تصدیف اسلامی کا حقیقی مقصد ہے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

ع ۳ تفسیر کمال اور خوبی طریقہ قادریہ سروریہ میں یہ ہے کہ ان کا طریقہ ملامتیہ ہے جو تمام باطنی طریقوں میں افضل و اعلیٰ ہوتا ہے بعض حضرات کو چونکہ ملامتیہ کی صحیح تعریف اور اس کے مقام کا علم نہیں ہوگا اس لئے یہاں مختصراً عرض کرتا ہوں۔

شیخ اکبر محمد الدین ابن عربیؒ نے اپنی کتاب فتوحات مکتیہ میں تفسیری جلد باب ۳۰۹ میں رجال اللہ کی سہ گانہ تقسیم فرمائی ہے اور کہا ہے ان رجال اللہ ثلاثہ لا رابع لہم مردان خدا کی تین ہی قسمیں ہیں کوئی چوتھی قسم ان کے سوا نہیں ہے

العبادہ اہل خلق و فطرت، ملامتیہ ان کی نہایت ہی مختصر اور جامع تعریف یہ ہے۔ العبادان زاہدوں کو کہتے ہیں جو لذائذ دنیا کو ترک کر کے صرف ظاہری شریعت کی پوری پابندی کرتے ہیں۔ اور

باطن کو خراب کرنے والے امور سے بھی احتراز کرتے ہیں وہی اور لدنی علم سے انہیں کوئی لگاؤ نہیں ہوتا اور کشفی اسرار و رموز سے وہ نا آشنا ہوتے ہیں۔

وہ باکمال مروان خدا ہیں کہ وہ پہلے طبقہ عباد کی طرح ریاضت، مجاہدہ، تقویٰ، پارسائی، زہد، توکل میں بھی مشغول رہتے ہیں، لیکن احوال

اہل خلق و فتوت

و مقامات، کشف و کرامات، اور علوم اسرار و رموز کو بھی حاصل کرتے ہیں اور وہ باطنی غیبی واردات میں صبح و شام کوشش کرتے رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنی کرامات کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں یہ حضرات پہلے طبقہ عباد سے زیادہ بلند و رجب کے مالک ہوتے ہیں چونکہ یہ بلند اخلاق اور جواں مروانہ ہمت والے لوگ ہوتے ہیں اس لئے ان کو اہل خلق و فتوت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے

ملاحظہ ہو یہ تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو نماز، بیجا گناہ کے فرائض اور مقررہ سنتوں پر مزید نیازوں کا اضافہ نہیں کرتے، اور شریعت کے فرائض و واجبات کی تعمیل کرنے والے عام مسلمانوں سے کسی قسم کا امتیاز اپنی زندگی میں پیدا ہونے نہیں دیتے وہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور عام لوگوں سے بات چیت بھی کرتے ہیں غرضیکہ کوئی چیز ان میں ایسی نہیں ہوتی جو عوام الناس سے ان کو ممتاز کر سکے جس طرح عوام الناس فرائض و سنن کے پابند ہوتے ہیں بظاہر ان کے اندر بھی اس سے زیادہ نظر نہیں آتا۔

چونکہ مجھے اس آخر الذکر طبقہ کو بیان کرنا مقصود ہے لہذا اس کو مزید تفصیل سے عرض کرتا ہوں "ملاحظہ ہو" سے مراد شیخ اکبر رحمہ کی نگاہ میں وہ گروہ ہے جو اعمال میں تکثیر تو کرتا ہے مگر ان کے اخفا کا اہتمام کرتا ہے جس سے عوام سمجھتے ہیں کہ یہ دوسرے سے زیادہ کچھ نہیں کرتے وہ ڈاکوؤں سے بچنے کے لئے اپنے اعمال چھپاتے ہیں اور رندوں کی سی وضع بنائے رکھتے ہیں، کیونکہ عوام سے ان سے معمولات میں خلل پڑتا ہے اس لئے عوام کو وہ ڈاکو سمجھتے ہیں۔

شیخ کے ہاں ملاحظہ کا وہ مفہوم نہیں جو بعد کو پیدا ہو گیا ہے کہ ہر دینی مطابقتاً مثلاً نماز، روزہ اور شریعت وضع قطع کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا دم بھرا جائے یہ تو سچ زندگی ہے چنانچہ دوسری جگہ اس گروہ کا ذکر کرتے ہوئے شیخ نے لکھا ہے کہ ان میں حسب ذیل خصوصیتیں پائی جاتی ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف اول ص ۳۵۹ پر ملاحظہ کی تعریف یہ لکھی ہے کہ جو اخلاق کا مجتہد ہوتے ہیں اور ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کے نیک اعمال لوگوں پر بظاہر نہ ہوں

اور وہ اپنی برائیوں کو نہیں چھپاتے۔

(۱) مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا۔

(۲) جس ملک میں جس شہر میں جائیں گے وہاں کے عام لوگوں کا لباس اختیار کریں گے، جیبہ، دستار

رنگ بزمگ پٹے، لمبے بال، اور صوفیوں کی وضع قطع سے احتراز کریں گے۔

(۳) مسجد میں اپنے لئے کوئی خاص جگہ مقرر نہیں کرتے۔

(۴) جمعہ کی نماز اور دیگر نمازیں کسی خاص مسجد میں ادا نہیں کرتے۔

(۵) ہر چھوٹے بڑے، بیوہ، غریب، اور محتاج اور عوام کی ضرورتوں کی تکمیل کی کوشش کرتے

ہیں۔

(۶) بیوی بچوں کے ساتھ منستے، بولتے کھیلتے ہیں یعنی جن باتوں کو خدا پسند کرتا ہے، انہیں معمول

رکھتے ہیں۔

(۷) جہاں لوگ ان کے احوال سے واقف ہو جاتے ہیں، وہاں سے چل نکلتے ہیں۔

فتوحات جلد اول ص ۲۳۶

اس طبقہ میں بعض ثبوتی کمالات پائے جاتے ہیں جن کا فتوحات میں ذکر ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا ناقابل شکست گہرا رابطہ ان کے قلوب پیدا کر لیتے ہیں کہ حق کے

ساتھ بندگی اور عیودیت کا تعلق پل بھر کے لئے بھی آگاہی سے اوجھل اور غائب نہیں

ہونے پاتے۔

(۲) حق تعالیٰ کی پروردگاری اور ربوبیت و مولائیت کا وزن اور حق تعالیٰ کی بے انتہا محبت کا

جذبہ ان کے قلوب میں اتنا راسخ اور جاگزیں ہو جاتا ہے کہ کسی قسم کی سرداری، نفوق، برتری،

کی خواہش کا کوئی شائبہ ان کے اندر باقی نہیں رہتا۔

(۳) ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ہر مقام اور جگہ کے صحیح اقتضا کا علم ان کو بخشنا

جاتا ہے اور اس علم کے مطابق جس عمل اور جس حال کی ضرورت ہوتی ہے ان کی توفیق بھی ان کو ملتی

ہوتی ہے۔ وہ دانشمندیوں اور حکما کا گروہ ہے وہ لوگ اسباب کے متعلق یہ مسلک رکھتے ہیں کہ ان

کا اثبات کیا جائے جو ترتیب اسباب میں حق تعالیٰ نے قائم کی ہے اس میں خلل اندازی سے وہ

پرہیز کرتے ہیں جن اسباب کا دنیا کی موجودہ زندگی سے تعلق ہے ان کے اقتضا کو اس زندگی میں

پورا کرتے ہیں اور آئندہ اخروی زندگی کے نتائج کو جن اسباب کے ساتھ قدرت نے وابستہ کیا ہے، ان

کے اقتضائے کی تکمیل آئندہ زندگی کے نتائج کے لئے کرتے ہیں۔

فانّہ من رفع السبب عن الموضع الذی
وضعه فیہ واضعه وهو الحق فقل
سبب کی نفی نہ کرنا
سفه واضعه و جهل قدره

فتوحات ص ۲۱ جلد دوم

دسبب کو رکھنے والے نے جس مقام پر قائم کیا ہے یعنی حق تعالیٰ نے جس چیز کی پیدائش کا سبب جس شے کو قرار دیا ہے جو اس مقام سے سبب کی نفی کرتا ہے یوں سمجھنا چاہئے کہ وہ خدا کی حکمت کو داغ دار بنا رہا ہے اور حق تعالیٰ کی عظمت کی قدر سے جاہل ہے۔

آپ دیکھ رہے ہیں وہ اسباب کی اہمیت میں بدترین
قسم کی عقلیت کا مریض کیا اس سے زیادہ استوار
و حکم نظر اختیار کر سکتا ہے مگر جہاں مردان خدا
مگر سبب پر تکیہ نہ کرنا

یا رجال اللہ کا یہ طبقہ "مریضان عقل" سے ممتاز ہو جاتا ہے وہ یہ ہے، شیخ نے بلیغ فقروں میں
اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے لکھتے ہیں، کہ

من اعتدل علیہ فقد اشر والحد والی الارض الطبعه اخلت فتوحات ص ۲۱ جلد دوم

دسبب اور اس کے اقتضائے کی تکمیل میں ان نراکتوں کے ساتھ کام لینے کے باوجود یہ یاد رکھنا
چاہئے کہ جس کسی نے سبب ہی پر پورا بھروسہ کر لیا اور اسی کو سبب سمجھ لیا وہی مشرک
ہو گیا، اوالحاد میں جاگرا، اور ہمیشہ کے لئے طبیعت کی لپٹی میں جاگرا۔

الزهد فی الاشیاء لا یقع الا لمن الجہل القاہم بحدہ الزاہد

دینی امور سے گریز نہ کرنا

فتوحات ص ۲۴۹ جلد سوم۔ یعنی عالم کی چیزوں سے پرہیز اس کا

منشأ در اصل اس شخص کجہل ہے جس نے پرہیز کا یہ شیوہ اختیار کیا ہے۔ یعنی زاہد بن گیا ہے۔ یہ اس کی جہالت کا نتیجہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ گریز کش مکش زندگی سے مردوں کی۔ اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست

(۴) عام انسانی عادات اور عوام کے طرز بود و باش کی چادر اور ٹھہ کر اپنے آپ کو مخلوق کی نگاہوں سے

چھپائے رکھتے ہیں۔ مگر درحقیقت اپنے آقا اور مالک کے راستباز و فادار بندے ہوتے ہیں۔ ان میں خاص

قسم کی بیداری پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے (کھانے پینے، سونے جاگنے، لوگوں سے بات چیت کرنے

الغرض ہر حال اور ہر وقت میں اپنے مالک پران کی نگاہ جی رہتی ہے۔ مشاہدے کی یہ کیفیت دو اگان پر طاری

رہتی ہے، فتوحات جلد سوم باب ۳۰۹ جس طبقہ کا نام شیخ نے ملامتیبہ رکھا ہے۔ اس کے متعلق حتی الامکان

شیخ ہی کے نظریات سے وضاحت کر دی گئی ہے۔ اب آخر میں انہوں نے اس کا مقام بتایا ہے۔ ہمد اسفح

الرجال فی الامور فتوحات ص ۲۵۰ جلد سوم۔ یعنی مردان خدا کا یہ طبقہ سب سے زیادہ بزرگوار و بلند ہے

اور ان کے شاگرد و مرید بھی بڑے لوگ ہیں۔

دنیا میں تو یہ لوگ عام مخلوقات کی نگاہوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ یعنی اپنے اندر کسی قسم کی امتیازی

حیثیت عوام کے مقابلہ میں اپنے اندر پیدا نہیں ہونے دیتے۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ ان کے ماننے

والے مریدین و مخلصین کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ وہ خواہ مخواہ کسی کو اپنے گروہ میں شامل کرنے کے لئے

تیار نہیں ہوتے بار بار تعلقے کرنے سے وہ مرید کرتے ہیں یا جس شخص کو وہ اپنی بصیرت سے دیکھ لیں کہ یہ

اس کام کے لئے موزوں و مناسب ہے۔ اسے خود شامل کر لیتے ہیں۔ یہ تو ان لوگوں کا موجودہ زندگی کا عجبوی

دور ہوتا ہے۔ گر فاذکان الدار الاخرة تجلی ظہور ہوا اور ہناک یعنی جب وہ فوت ہو کر دوسرے عالم میں چلے

جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرماتے ہیں۔ تو وہاں ان کا کامل ظہور ہوتا ہے۔ مدائن کی قبور زندہ اولیاء اللہ کی

طرح لوگوں کو فیض پہنچاتی ہیں۔ اور عالم بزرخ میں ان کا پوری طرح ظہور ہوتا ہے۔ کئی مردہ دلوں کو اپنی باطنی

توجہ سے زندہ و بیدار کر دیتے ہیں۔ کما قال الرومی۔ اے بسا درگوز خفته نما کوار۔ یہ زہد اعیان بفع دا انتشار

سایہ اد بود خاکش سایہ مند صد ہزاراں زندہ در سایہ د سے اند

شیخ اکبر حسب عادت رجال اللہ کے ان تینوں طبقات کے متعلق بیسوط گفتگو کرتے ہوئے

تیسرے طبقہ کے متعلق تصریح کرتے ہیں۔ فہم الطبقة العلیا و سادات الطوائف المشرقی و المکانة الزلیفی

فی العدمۃ القصوی ولہم البید البیضاء فی علم اللواتن و اہلہا۔

”یہی طبقہ سب سے اونچا طبقہ ہے اور معیاری طریقہ کے یہی لوگ پیشوا و سردار ہیں۔ ان ہی کو قرب کا بلند ترین درجہ حاصل ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آگے والی زندگی میں بھی یہی لوگ ہر مقام پر ”بید بیضا“ کے مالک اور اس کے اہل ہیں۔ فتوحات ہی میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں، ”مجلس ظواہر ہم فی خیمات العادات والعبادات من الاعمال الظاہرۃ والمتاہرۃ علی الفرقین جہا والنواخل فلا یصرفون بخدق عادیۃ فلا یعطون ولا یسار الیہم بالصلاح الذی فی کتابہما فتوحات و ۱۳۵ جلد اول پس حق تعالیٰ ان لوگوں کو عام عادتوں کے اور عبادات کے ظاہری اعمال کے خیموں میں چھپائے رکھتا ہے۔ یہ لوگ فرانس و نوافل کی پابندی پر جسے رہتے ہیں۔ اور غیر معمولی اعمال مثلاً کرامت وغیرہ کی ان کی شہرت نہیں ہوتی۔ اسی لئے لوگ ان کی عظمت بھی نہیں کرتے اور عوام کے نزدیک صلاح و نیکی کا جو معیار ہے اس کو ان کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتے۔ (منقول از مقالات احسانی) اب میں مختصر الفاظ میں حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادری رح اور حضرت سلطان العارفين قدس سرہ کی کتابوں سے ثابت کروں گا۔ کہ ان بزرگان دین کی زندگی کا اگر طریقہ ملائمتیہ کی زندگی سے مختلف ہے۔ تو یوں یقین اس سلسلہ میں آپ کو مذکورہ بالا حقائق کا پتہ چلے گا۔

سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے حالات زندگی اور مناقب کی سب سے معتبر اور مستند کتاب ”مہجتہ الاسرار شریف“ میں لکھا ہوا ہے کہ آپ نے ایک روز مجلس وعظ میں فرمایا کہ اسے اہل عراق تم اس بات کا احسان نہ جناد کہ تم اس کثرت سے میرے مجلس وعظ میں جمع ہو جانے ہو۔ میری دلی آرزو تھی کہ میں تمام عمر وہ یہ اور شہر شہر پھروں اور اپنی ساری زندگی خمول اور گمنامی میں بسر کروں۔ میں ایک آفاقی پرندہ تھا۔ لیکن قدرت نے میرے پر کو ترڈا لے لیا۔ اور تمہارے سامنے کسی وعظ پر بٹھا دیا ہے۔ اور میرا یہ مشعلہ تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کے رسول کے حکم سے ہے۔ نقل از سلطان الادراد یہ کام آپ نے اپنے روحانی جانشین حضرت سلطان العارفين قدس سرہ کے سپرد کیا کہ وہ وہ بدہ اور شہر شہر پھیر کر خمول اور گمنامی کی زندگی بسر کرتے اور کیسوی اور کچھتی سے اپنا یا طنی فیض اور روحانی نور کئی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرتے رہیں۔ چنانچہ آپ نہایت حقیر لباس پہن اور مکروہ شکل اختیار کر کے اور کاسٹہ لگائی، ہاتھ میں لے کر در بدر گدائی کرتے پھرتے رہے۔ اور اس طرح آپ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ”عمر ہر کسے راتے نام زشت روئے۔ یعنی ہر شخص کے سامنے میں اپنے آپ کو بڑی شکل میں پیش کرتا ہوں۔ دوسری جگہ فرمایا۔

نفس را رسوا کنم من از گدا
بر ہر در سے قدم زتم بہر از خدا
یعنی میں اپنے نفس کو گداگری سے رسوا کرتا ہوں اور محض اللہ کے امر سے لوگوں کو فیض پہنچانے

کے لئے ہر دروازہ پر جاتا ہوں۔

آپ نے اپنی ذات کے متعلق یا اپنے مجاہدات و ریاضات اور کشف و کرامات کے متعلق کبھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اور نہ آپ نے اپنی زندگی میں پیری مریدی کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ اور نہ روضہ، سنگر، خانقاہ، مجاہدگی اور دنیوی عز و جاه سے واسطہ رکھا ہے۔ بلکہ ہزاروں طالبوں کو فیض پہنچایا ہے۔ لیکن اپنے آپ کو بیچ میں نہیں لائے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: "تا نوائی خویش را از خلق پوش - عارفانے کے بوند این خود فروش دوسری جگہ فرماتے ہیں: "از دروں شو آشناؤ دازیروں بیگانہ دشس - کم بود اندر زمانہ بیچنیں زیباروش حضور سلطان صاحب نوراہدی کے حلقہ پر فرماتے ہیں: "ایسا مرشد لباس بیگانہ اور دل حق سے یگانہ رکھتا ہے۔ چنانچہ شریعت کے اندر گاہے طرح طرح کے لذیذ طعام کھاتا ہے۔ اور شیریں شربت پیتا ہے۔ اور نفیس اطلس اور زریں زربفتی لباس پہنتا ہے۔ اور کبھی مفلس گداگر کی طرح دروازوں سے مہیچک مانگتا پھرتا ہے۔ یہ ہے فقیر عارف تمام اسے اتنی خام" اسی کتاب کے حاشیہ پر مرشدی فقیر صاحب لکھتے ہیں: "بعض کامل مکمل فقیر حجب فقر کے انتہائی مقام پر فائز المرام ہو جاتے ہیں تو سیر و سفر و وام اختیار کر لیتے ہیں۔ اور کسی جگہ قیام اور مستقل مقام نہیں رکھتے۔ اسی طرح گناہ رتے ہیں۔ بعض کا سہ گدائی کے گرد بد رہ بھیک مانگ کر اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض اپنے آپ کو مجنوں اور دیوانہ بنا کر لوگوں میں چھپے پھرتے ہیں۔ ہمیشہ خزانے ویرانوں میں چھپائے جاتے ہیں۔ خدا کے خاص بند سے شہرت اور انگشت نمائی سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔"

چنانچہ حضور قبلہ مرشدی نور محمد صاحب کے حالات پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی زندگی اسی نظریہ کی آئینہ دار تھی۔ حضور کے صاحبزادہ اور جانشین حضرت عبدالحجید صاحب و حیات سردری کے پیش لفظ میں فرماتے ہیں: "کہ یہ ایک ایسے درویش بے گلیم اور فقیر پوریا نشین کے سادہ واقعات زندگی ہیں۔ جن کا سینہ اسلامی روحانی علوم کا ایک بجز ناپیدا کنار تھا۔ مگر جو ظاہری طور پر عالمانہ صبر و دستار کے تکلفات سے بالکل بے نیاز تھے۔ فقر کے انتہائی بلند مراتب اور ارفع درجات پر تمکن تھے۔ مگر باری النظر فقیرانہ وضع قطع اور درویشانہ رسمی سجد و سجاوہ کی روایات سے قطعاً بے پردہ تھے۔ جنہوں نے نام نمود اور ریاکارانہ طرز سے دور ہٹ کر اپنی پوری عمر صرف خدا کی عبادت اور اللہ کے نام کی تبلیغ و اشاعت میں گزار دی ان کا نام نامی اور اسم گرامی حضرات فقیر نور محمد صاحب سردری قادری رحمۃ اللہ علیہ تھا، سیدنا اللہ کیا ہی شان تھی کہ حافظ شیرازی نے بیچ فرمایا ہے۔ "بایں و رنگ خال و خط چہ حاجت روستے زیبارا حضور زبایا کر سنے تھے کہ چھ پیری مریدی کا قطعاً شوق نہیں۔ البتہ یہ حال اس لئے لگایا ہوا ہے

تاکہ کوئی صاحب استعداد مرید بھی آکر چھٹس جائے۔ اور میں نے اپنی زندگی میں جن خزانہ معرفت کو حاصل ہے۔ یہ امانت الہی اس کے سینے میں رکھ دوں پھر آپ نے فرمایا کہ جس طرح مرید ایک کامل مرشد کا تلامذہ بنی ہے۔ اسی طرح مرشد کامل بھی طالب صادق کا متنی ہوتا ہے۔

حضور قبلہ عالم جب لاکھپور رحمانیہ میں تشریف رکھتے تھے۔ دن بدن آپ کی شہرت بڑھتی گئی۔ اور لوگ کثرت سے آتے جانے لگے۔ تو آپ نے بمعہ اہل و عیال اپنے آپ کو ڈیرہ اسماعیل خاں منتقل کر لیا۔ وہاں شہر میں کرایہ پر ایک مکان میں رہنا سہنا شروع کیا۔ حالانکہ لائل پور میں حضور کو فتوحات اور نذر و نیاز سلسلہ کثرت سے پیدا ہو گیا تھا۔ رہائش کے لئے نہایت اعلیٰ مکان بغیر راستے کے ملا ہوا تھا۔ آپ کے تشریف لے جانے کی وجہ کسی کو معلوم نہ ہو سکی۔ میں نے آپ کے تشریف لے جانے کے بعد پنجابی شاعر و پیر دا چھوڑا کے نام سے ایک کتاب لکھی آپ کی اس انتقال مکانی کی وجہ کا پتہ نہیں چلا تھا۔ کتاب اور وصال کے بعد میرے محترم پیر بھائی محمد رفیق حجازی صاحب کے فیض سرور میں درج کردہ ایک خط معلوم ہوا ہے۔ کہ اس کی دراصل وجہ یہ تھی۔ چنانچہ حضور اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ لائل پور میں رجوع تعلق کی وجہ سے طبیعت پر بوجھ رہتا تھا۔ اور اب یہاں بالکل تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے خوش وقت اور محفوظ ہوں۔

ایک خصوصیت فرقہ ملائیت کی بتائی گئی تھی کہ وہ حالات کے تقاضوں کے مطابق علم کو استعمال نہیں۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفين قدس سرہ نے اپنے زمانہ میں جبکہ زبان فارسی کا دور دورہ تھا۔ عالمگیری میں جبکہ دفتری زبان بھی فارسی تھی۔ فارسی میں کتابیں تحریر فرمائیں۔ پنجاب کے عوام کے استفادے میں اپنی کتابوں کا مفہوم پیش کیا۔ اور حضرت فقیر نور محمد صاحب قیلہ قدس سرہ نے جو وہاں میں جبکہ انگلش زبان کا عروج ہے اور سائنسی نظریات ترقی پذیر ہیں۔ اپنی کتابوں میں انگریزی تعلیم کو تبلیغ کرنے کے لئے سائنس کے نظریوں سے تبلیغ کا حق ادا کیا ہے اور پھر انگریزی زبان میں بھی کتاب کر کے وقت کے تقاضے کو پورا کیا ہے۔

گزشتہ مضمون میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ یہ طبقہ دنیوی اسباب معیشت کو بھی عوام کی طرح سراہتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفين قدس سرہ اپنی زندگی میں ہل چلا کہ اپنی روزی مہیا کرتے رہے ہیں۔ قیلہ فقیر صاحب بھی اپنی زمین پر گزارہ کرتے تھے۔ اور کچھ مدت امامت و خطابت کا کام بھی سرانجام دیا۔ یہ طبقہ تمام طبقوں سے نہایت ہی ارفع و اعلیٰ ہے۔

حضرت سلطان العارفين قدس سرہ ابتدائی زمانہ سلوک میں بہت اولیاء اللہ کی خدمت میں

فی حاصل کرتے رہے ہیں۔ جن کا ذکر آپ نے اپنی کئی کتابوں میں کیا ہے۔ اسی دوران میں
 اہ حبیب اللہ قادری ساکن گڑھ بغداد کا شہرہ سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی بغداد کی طرف
 پتے اپنے شعر میں اشارہ فرمایا ہے۔ سب بغداد شہری کیا نشانی اپیاں لیاں چلیاں ہو۔
 حضرت شاہ صاحب نے آپ کے باطنی کمالات و بلندی مقام کو دیکھ کر فرمایا کہ جس نعمت کو تم چاہتے ہو۔ وہ ہمارے
 مکان سے باہر ہے۔ البتہ میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ میرے پیرو مشد سیدالساوات حضرت پیر سید عبدالرحمن
 بلوی قادری کی خدمت میں چلے جاؤ۔ جو بظاہر شامی منصب دار ہیں۔ چنانچہ مشہور ہی ہے کہ حضور سلطان
 صاحب نے وہلی میں جا کر آپ کی بیعت کر لی تھی۔ سچوالہ (مناقب سلطانی) اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی ملائی
 طریقہ رکھتے تھے۔ اپنے ظاہر کو بادشاہ کی ملازمت میں رکھتے تھے۔ اور باطن میں وہ خدا تعالیٰ کے ملازم تھے
 لامتیوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔

پھر اس سلسلہ سلطان الفقر کے دوسرے فقیر حضرت امام حسن بصریؒ ہیں۔ ان کا ایک واقعہ حضرت قبلہ
 فقیر صاحب نے سلطان الاوردین درج فرمایا ہے۔ کہ ایک شخص ابو عمر جو حافظ قرآن تھا۔ اس کی غلط نگاہ ایک
 خوبصورت لڑکے پر پڑی تو اس کو قرآن ذہن سے اتر گیا۔ اس فقیر اسی کے عالم میں حضرت حسن بصریؒ کی خدمت
 میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ حج کے ایام ہیں۔ اس وقت حج کو روانہ ہو جاؤ۔ وہاں ایک مسجد خیف ہے اس
 کے بوڑھے امام جو محراب کے اندر بیٹھے ہوئے تمہیں ملیں گے۔ ان کو دعا کے لئے کہتا وہ شخص مسجد خیف پہنچا۔ تو
 امام صاحب وظیفہ میں مشغول تھے۔ انظار کرتے لگا۔ دیکھنا کیا ہے۔ کہ ایک شخص جس نے اچھی طرح متہ سر لپیٹا ہوا
 تھلا آیا سب لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے آتے ہی اس نے اپنے شاگردوں کو مسائل بتانے شروع کئے۔
 سب کو چرھانے کے بعد وہ بزرگ چلے گئے۔ جب سب لوگ مسجد سے چلے گئے۔ ابو عمر نے امام مسجد کو اکیلا پا کر پناہ دعا
 عرض کیا۔ اس امام نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھا پھر سر نیچے کر لیا تو اسی ابو عمر کو سارا قرآن یاد ہو گیا۔
 ابو عمر نے کہا کہ میں نے اس کے قدموں پر سر رکھ کر بہت بہت شکر یہ ادا کیا بعدہ اس بزرگ نے پوچھا۔ کہ میرا پتہ
 تجھے کس نے دیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ حسن بصریؒ نے آپ کا پتہ دیا ہے۔ آپ نے آہ سرد کھینچ کر فرمایا کہ حسن
 نے ہمارا پردہ پھاڑا ہے۔ اور ہمیں رسوا کیا ہے۔ ہم بھی اس کا شہرہ کریں گے۔ پھر اس امام صاحب نے بتایا کہ
 معلوم ہے کہ یہ چادر پوش جو آیا تھا جس نے درس قرآن دیا ہے۔ کون تھا۔ اس نے کہا معلوم نہیں فرمایا یہ بزرگ
 امام حسن بصریؒ ہی تو تھے۔ جو ہر روز ظہر کی نماز پھر میں پڑھ کر باطنی صورت میں ہر روز یہاں تشریف لاتے ہیں اور
 ہمیں تعلیم دیتے ہیں۔ حضور فقیر صاحب نے یہ واقعہ لکھ کر نتیجہ نکالا ہے۔ "غرض کہ خاص الخاص فقرا۔ ہمیشہ گناہی
 اور نموں کو اپنا شیوہ بنا لے رکھتے ہیں۔ اور شہرت اور خود فروشی سے کوسوں دور بھاگتے ہیں پتہ بہت بڑے پائے کے بزرگ

تھے۔ فقر اور معرفت میں یگانہ روزگار سلوک باطن کے پہلے امام ہوتے ہیں۔“

سلطان الفقراء کی سب سے پہلی کڑی جن کا نام نامی اسم گرامی بیڈۃ النساء فاطمۃ الزہراء ہے۔ ان کی زندگی بھی باوجود فقر کے اعلیٰ مقام پر ہوتے ہوئے نہایت فقر و فاقہ اور تنگی و محنت میں گزری ہے۔ آپ اپنے ہاتھوں سے چکی پیستی تھیں۔ اپنے ظاہر کو بالکل سادہ دکھایا مگر باطن میں وہ خاصانِ بارگاہِ انہی و مقربانِ ذوالجلال میں شمار تھیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت میں متفرق رہتی تھیں حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد تو آپ نے الگ رہنا سہنا شروع کیا اور ہر وقت عشقِ الہی میں اور محبتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں روتی رہتی تھیں۔ آپ نے فرمایا ہے: صیبت علی مصائب لو انہا صبت علی الایام و صون لیا لیا یعنی مجھ پر اتنی مصیبتیں آپڑی ہیں کہ اگر ان کو روز روشن پر ڈالا جائے۔ نورات میں تبدیل ہو جائے۔

سہ نہ پوچھا ان خرقة پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو۔ ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنے آستینوں میں (۴) پونجھی خصوصیت سلسلہ قادریہ سروریہ میں یہ ہے کہ چونکہ اس میں سادگی ہے۔ کسی خاص لباس کی پابندی نہیں کوئی نشست و برخاست میں قید و بند نہیں اور نہ لمبے چوڑے چلوں اور ریاضتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور نہ اس میں کاروبار اور روزگار کو ترک کرنے کی تکلیف دی جاتی ہے۔ اس لئے ہر کاروباری آدمی، ڈاکٹر، انجینئر، ماسٹر، دوکاندار اور کاشت کار سب کے سب اس روحانی سلسلہ کو آسانی سے طے کر سکتے ہیں۔ صرف اپنے ماحول اور قلمی کیفیات کو بدلتے کی ضرورت ہوتی ہے۔

سہ کچھ اور چیز ہے۔ شاید تیری سلماتی - تیری نگاہ میں ہے ایک فقر و ربیانی سکون پرستی راہب سے فقر ہے بیزار۔ فقیر کا ہے۔ سفینہ ہمیشہ طوفانی ! یہ فقر مرد مسلمان نے کھو دیا جب سے - رہی نہ دولت سلمانی و سلیمانی ! اقبال و فرقہ بلائیبہ کی تعریف حضرت سلطان العارفين کی کتابوں سے

دو واضح رہے کہ کامل فقیر، قادری سروری فقیر یا عارف کامل یا اہل خدا وغیرہ الفاظ کا جہاں حضرت سلطان صاحب نے ذکر کیا ہے۔ وہاں انہیں اپنا مقام و مرتبہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۱) ”کامل فقیر ظاہر میں تو عوام الناس سے مل کر بیٹھا ہوا اور باتیں کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باطن میں اسے حضوری حاصل ہوتی ہے۔“

اسرار قادری ص ۱۶

(۲) ”یہ لوگ دنیا سے فانی کے شور و شر سے فارغ البال ہوتے ہیں اور ہمیشہ معرفتِ الہی میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کی حالت فرشتوں کی سی اور ان کے مراتب کریم کے سے ہوتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں۔ خلقت میں گمنام اور لاہوت، میں نامی طور پر حاضر اور مشہور ہوتے ہیں۔“

اسرار قادری ص ۱۶

سلسلہ قادری سروری کی پانچویں خصوصیت

۵: پانچویں خصوصیت اس سلسلہ کی یہ ہے کہ اس میں جو روحانی طاقت حاصل کی جاتی ہے وہ تمام شیطانوں، حاسدوں اور رجنوں سے محفوظ و مصون رہتی ہے، چنانچہ سیر پیر و مرشد قبلہ فقیر صاحب را نور الہدیٰ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں ان باطنی بجلیوں کے حصول کے کئی طریقے ہیں، اور سب طریقوں میں رکاوٹیں، الجھنیں، اور بے شمار مصیبتیں اور آفتیں پیش آتی ہیں مگر سب سے پر امن طریقہ اور سلامتی کا راستہ تصور اسم اللہ ذات کا شغل ہے اس سے طالب کے وجود میں ذاتی نور پیدا ہوتا ہے، جسے نہ کوئی رجعت نہ کوئی نقص اور نہ کسی طرح کا آسیب اور زوال پیش آتا ہے، اس ذاتی نور کو ہمیشہ ترقی ہوتی ہے، اور وہ کسی طرح سلب اور زائل نہیں ہوتا، تصور اسم اللہ ذات کے سوا باقی جس قدر ظاہری باطنی اشغال مثلاً ذکر، فکر، نماز، تلاوت، روزہ، عبادت، وغیرہ صوفیائے کرام میں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے جو طریقے رائج ہیں، سب میں ظاہری پاکی و وضو غسل وغیرہ تعین وقت و مقام، آسیب موکلات، رنج و جنت، ریا، رجوعات خلق اور طرح طرح کے باطنی رنہرن جن شیاطین ارواح نجیہ کے جھگڑوں اور فسادات کی الجھنیں پیش آتی ہیں، لیکن شغل تصور اسم اللہ ذات بلا رنج و ریا بلا کسی قسم کی پابندی و ابتلا نہایت پر امن راستہ ہے، اب طالبانِ راہ معرفت کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ اگر تصور اسم ذات میں ہی تمام روحانی قوت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر اسم محمد کا تصور کیوں کر ایجا جانا ہے حالانکہ حضرت سلطان العارنین نے تصور اسم محمد پر بہت زور دیا ہے اس کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسم محمد کے تصور سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں اور وہ دونوں فائدے تصور اسم ذات کے ہی ممد و معاون ہیں، علامہ اللہ تعالیٰ کا اسم جلالی ہے اور حضور علیہ السلام کا نام پاک جلالی ہے، تصور اسم اللہ ذات کے کرنے سے جلالت کا پیدا ہونا ضروری ہے جس کا علاج اور تدارک یہ ہے کہ سب سے زیادہ جلالی اسم محمد کے تصور کی مواظبت ہو، جب اس کا بھی ساتھ ساتھ تصور جاری رکھیں تو آپ جلالی تجلی کو نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالی تجلی سے ٹھنڈا کر کے اعتدال پیدا کر سکیں گے۔

۲: دوسری بات یہ ہے کہ تصور اسم ذات کی پیدا کردہ بجلی سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان اس برق روحانی پر سوار ہو کہ بے قرب و وصال اور مشاہدہ ذات حق میں غرق ہو جاتا ہے اور پھر دائمی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضور ی اور مجلس محمدی کی حاضری نصیب ہوتی ہے، جو انسان کی آخری منزل مقصود ہے، جہاں اس مجلس نبوی کا ملازم ہو کہ بلا واسطہ نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم و معارف و اسرار ربانی

حاصل کرتا ہے، جو تصور اسم ذات کا حقیقی نشا تھا، اس مجلس محمدی کے لئے پہلے خواتین
 و بونے مصطفائی اپنے اندر پیدا کرنا پڑتی ہے تاکہ اس بزم نبوی کے نمایاں ہو سکے، اس
 کے لئے اسم محمد سے بڑھ کر کوئی زودا اثر اور جامعہ نسخہ نہیں ہے۔

رازدرون پردہ زردان مست پرس
 کیں حال نیست صوفی عالی مقام را،



پاکستان بھر میں تصوف اسلام کی
 واحد خاتقاہ دارالعلوم جامعہ صوفیہ ہے
 اس میں علم کے ساتھ عمل اور زہد و
 ریاضت کی مشق بھی کرائی جاتی
 ہے، صحیح اسلامی تصوف کی تعلیم
 اور چھوٹے صوفیوں کی بخلاف علم جہاد
 بلند کرنا اس جامعہ کا خاص نصب العین
 ہے

دارالعلوم جامعہ صوفیہ حقیقی

روحانیت کا علم بردار ہے،

جاہل صوفیوں اور خاندانی پیروں اور علم تصوف

سے بے بہرہ گدی نشینوں کو موقع دیا جاتا

ہے کہ وہ صحیح علم روحانیت کو حاصل کریں

ورنہ اس ترقی یافتہ دور میں عنقریب وہ

وقت آ رہا ہے، کہ انہیں سخت

ذلت کا سامنا کرنا

پڑے گا۔

طالب کی شرائط

(۱) کامل مرشد کو چاہیے کہ سچے یقین والے مرید کو طالب بنائے بے یقین طالب کو تلقین کرنا ہی بیفائدہ ہے کیونکہ وہ کبھی وجدانیت کی طرف راغب نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ دنیا اور نفس کی قید میں رہتا ہے،
(فضل اللقار)

(۲) طالب میں دو باتیں ہونی چاہئیں ایک یہ کہ مال و جان جو کچھ مرشد کو درکار ہو دے اس کو دے دیوے دوسرا اس کے حکم میں رہے وہ جو کچھ فرماتے کہے اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرے خواہ دینی ہو یا دنیوی۔ (امیر اکوین)

(۳) طالب پر فرض عین ہے کہ جو کچھ مرشد فرماتے اس سے سر موخلاف نہ کرے اور مرشد کے سامنے کسی قسم کا دم نہ مارے۔ (نور الہدیٰ)

(۴) جو طالب منافق اور جھوٹا ہو اور نجیل ہو اس کے ساتھ مرشد کبھی محبت نہیں کرتا اور نہ اسے معرفت الہی سے محرم کرتا ہے۔ طالب حق صاف اور سادہ ہونا چاہیے۔ (فضل اللقار)

طریقہ قادری سروری سبب غالب

(۱) سالک کو چاہیے کہ پہلے کامل مرشد کو جو عالم، عامل، صاحب شریعت اور قادری سروری ہو، تلاش کرے اور اس سے دست بیعت کرے پھر سلوک کی راہ میں قدم رکھے کیونکہ قادری طریقے کی ابتدا کو بھی کسی طریقے کی انتہا نہیں پہنچ سکتی خواہ ساری عمر زیادت میں پتھر پر سر مارا کرے۔ (شمس العارفین)

(۲) مرشد کامل قادری کی عطا اور بخشش اس طرح ہوا کرتی ہے کہ اس کا طالب دن رات قسم قسم کے کھانوں سے پیٹ بھر کر سوتا ہے لیکن ایک دم اور ایک پل اللہ تعالیٰ کے مشاہدے اور دیدار سے جدا نہیں ہوتا۔ (نور الہدیٰ)

(۳) طریقہ قادری میں وہ برکت ہے کہ جو شخص ایک ہی بار یقین خاص اور صدق دل اور اخلاص سے بزبان پاک کہے یا حضرت شیخ سید عید القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اس پر ابتداء سے انتہا تک معرفت، فقر، اور ولایت کے تمام مقامات واضح اور روشن ہو جاتے ہیں حضرت شاہ محی الدین قدس سرہ کے اہم مکرم و معظم میں تاثیر مشاہدہ معراج ہے۔ (نور الہدیٰ)

(۴) حضرت شاہ جیلانی قدس سرہ العزیز کا ناقص خرید بھی کامل سے بڑھ کر ہوتا ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے پیر کے بد نظر رہتا ہے وقضی اللقار

(۵) ہر ایک طریقے کی انتہا قادری طریقے کی ابتداء کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی، جو شخص دعویٰ کرے کہ مقابلہ کر سکتی ہے سمجھ لو کہ وہ جھوٹا، اہل حجاب اور زائد اندھا ہے۔ جو کچھ میں کہتا ہوں سچ سچ کہتا ہوں یہ کوئی حسد کی وجہ سے نہیں کہتا۔ وقضی اللقار

(۶) کامل قادری کے لئے حیات و حیات یکساں ہو جاتی ہے۔ وقرب دیدار

(۷) دونوں جہان کو ایک گھڑی میں طے کر لینا سروری طریقے سے قادر و قدیر کی قدرت کے ساتھ آسان ہے۔ وکشف الاسرار

مرشد طریقہ قادری سروری کی پہچان

حضرت سلطان العارفين قدس سرہ قادری سروری کی پہچان بتاتے ہیں،

- (۱) "قادری سروری تارک، فارغ، لا یتحتاج، بے طمع، اور بے ریا ہوتا ہے ملاسر القادری
- (۲) عالم عارف باللہ، اولیاء اللہ، حق الیقین، ولی اللہ، تلمیذ الرحمن، نفس، شیطان اور دنیا پر غالب جس کے پیچھے سچے دنیا سرگرداں اور پریشان ہوتی ہے گو وہ کتنی ہی عاجزی و انکساری سے کام کرتی ہے لیکن وہ قبول نہیں کرتا، اس قسم کا فقیر ایسی، سروری، قادری، سرمدی، اہل انوار، اہل دیدار، اہل بقا، اہل لقا، اہل باطن صفا، اہل حیا، اہل نفس فنا ہوتا ہے، الامیر المؤمنین ص ۷۷
- (۳) سروری قادری مرشد صحیح العقیدہ اہل سنت و الجماعت ہوگا۔

حضرت سلطان باہو صاحب فرماتے ہیں۔

و واضح رہے کہ بہت سے لوگ محض غلطی و غلطت و گمراہی کی وجہ سے اپنے آپ کو قادری کہتے ہیں، مثلاً رافضی وغیرہ صرف اس طریقہ کو پناہ اختیار کرتے ہیں، قادری اور اہل زندقہ میں یا سانی تیز ہو سکتی ہے۔

پہچو زگرے شناسد سیم و زر
قادری قادریو برہمیر
قادری ہرگز نہ باشد گاؤ خمر
قادری وائم بصحبت مصطفیٰ

قادری رائے شناسم یا نظرد،
قادری عارف خدا روشن شہید،
قادری رائے شناسم از قدر،
قادری شد اولیاء ہم با خدا

توفیق الہدایت ص ۷۷

”تمام طائفوں میں سے درحقیقت صرف اہل سنت و جماعت ہی معذور باطن اور منظور ہیں،

مثلاً طریقہ قادری سروری۔ درحکم الفقہاء ص ۱۱

سروری قادری صرف اسم اللذات سے باطن کے تمام راستے کھول دیتا ہے۔

مختصر سلطان العارفين فرماتے ہیں دو قادری کامل مرشد اسم اللذات سے یکبارگی مرتبہ محبت منکشف کرتا ہے۔ جس کے ذریعے مراقبہ میں یا عین بعین سلطان الفقہاء سے ملاقات کرتا ہے، جو اسے باطن میں فنا فی اللہ میں غرق کرتا ہے اور دریا سے نوحید اور نورذات میں ڈوبتا دیتا ہے یا مجلس محمدی میں پہنچا دیتا ہے، افضل اللقار ص ۱۹

(۵) سروری قادری فقیر اگر کسی کو ستر باطنی کے لائق سمجھتا ہو تو پھر اسے پل بھر میں دلی بنا دیتا ہے اور اگر طالب کی اصلاح، استعداد، امتحان کی ضرورت ہو تو مدتوں تک اسے کچھ نہیں دیتا پھر حال اس کو اس معاملہ میں اپنی بصیرت کے مطابق پورا پورا اختیار ہوتا ہے۔

حضرت سلطان العارفين فرماتے ہیں: اگر طالب سے ریاضت کراتے تو بارہ سال تک اور اگر بخشش کرے تو ایک لمحہ میں معرفت الہی تک پہنچا دے، "توفیق الہدایت ص ۱۱۱"۔
 کیونکہ ستر باطنی عنایت کرنے کے لئے قابلیت شرط ہے اگر ناقص کو ستر عنایت کیا گیا تو یہ طالب پر بھی ظلم ہوگا کہ اس پر وہ بوجھ لاد دیا گیا جس کے اٹھانے کا وہ اہل نہیں، ممکن ہے کہ وہ پاگل ہو جائے یا رجوت زدہ ہو کر عمر بھر مصیبتوں میں پھنسا رہے۔
 حضرت سلطان العارفين قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”جس طرح قبہ گاہ کا ہر ایک پتھر لائق سجدہ نہیں نہ ہر ایک پتھر کسوتی بٹنے کے لائق نہ ہی ہر ایک پتھر پارس ہوتا ہے اور نہ ہی ہر ایک پتھر لعل ہوتا ہے، اسی طرح نہ ہر انسان کا وجود معرفت اور وصال الہی کے لائق ہوتا ہے اور نہ ہر دل الہی خزانہ ہونے کی قابلیت رکھتا ہے نہ ہر ایک بہاؤ کوہ طور ہے، اور نہ ہر انسان حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح کلیم اللہ ہے نہ ہر ایک پتھر سنگ مرمر ہے اور نہ ہر دل محبت پرور ہے، (امیر الکوئین)“

کسی نے سوچ کہا ہے۔

محبت کے لئے کچھ اہل دل مخصوص ہوتے ہیں یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا
 لیکن اس کام کے لئے طالب کا حوصلہ وسیع ہونا چاہیے۔ کیونکہ کم حوصلہ وادی عرفان میں کام نہیں آتا۔ (امیر الکوئین ص ۱۱۱)

سوزِ دل پر وانہ گس راند ہند
 سر مدغم عشق بوالہوس راند ہند،
 این دولت سر مدغم کس راند ہند
 عمرے بایتا دوست آبد بکسار
 حضرت سلطان العارفين قدس سرہ گنج الاسرار کے ص ۶ پر فرماتے ہیں۔

”صاحب طریقہ قادری کے تین نشان ہیں اول یہ کہ تصور برزخ اسم اللہ اور ذکر اللہ سے اس کا دل غنی ہوتا ہے اس کی نظریں زرد خاک برابر ہوتی ہے۔

دوم یہ کہ صاحب مقام قادری کو اللہ تعالیٰ اتنی قوت عطا کرتا ہے کہ وہ طالب اللہ کو ایک نظریں ابتداء سے انتہا تک مقام معرفت طے کراتا ہے۔

سوم طریقہ مرشدی قادری کی یہ صفت ہے کہ جسے چاہے ایک روز میں اپنے مرتبہ تک پہنچا دے۔
 (۷) دین و دنیا میں وہ کامیاب ہوتا ہے اسے تصرفات کو نہیں پرکامل طور پر قدرت ہوتی ہے حضرت
 سلطان العارنین قدس سرہ کئی جگہ اپنی کتابوں میں فرماتے ہیں ”مجھے ان بے وقوف لوگوں پر تعجب
 آتا ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیں دین و دنیا دونوں عطا ہوتی ہیں۔ یاد رکھو یہ محض شیطانی مکر و فریب اور
 نفسانی حرص و ہوا ہے، دین اور دنیا دونوں صرف قادری کو عطا ہوتی ہیں، جس کے سبب وہ دونوں
 جہان پر حکمران ہوتا ہے۔“ (دعویات سلطانی وغیرہ)

(۸) علم و دعوت قبور صرف سروری قادری کو ہی حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس کی تمام کنجیاں حضرت
 سلطان العارنین قدس سرہ بانی سلسلہ قادریہ سروریہ کے ہاتھ میں ہیں اور وہ صرف اپنے متوسلین
 کو ہی عنایت کرتے ہیں، چنانچہ جس مرشد قادری کے پاس علم و دعوت قبور ہو گا، اس میں نکات علمتیں
 ہوں گی، جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

۱۔ اس کے وجود سے ایک خاص قسم کی خوشبو آئے گی۔

۲۔ وہ ظاہر و باطن میں غنی دل ہو گا۔

۳۔ وہ جو بات کرے گا قرآن و حدیث کے مطابق کرے گا۔

۴۔ لباس شریعت کے مطابق پہنے گا۔

۵۔ مذہب حقہ اہل سنت و جماعت کو اختیار کرے گا۔

۶۔ ہمیشہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے گا۔

۷۔ سخاوت میں بے نظیر ہو گا۔

(شمس العارنین)

اگر یہ باتیں اس میں نہیں تو سمجھ لو کہ وہ جھوٹا ہے۔ اس پر دعوت قبور کا رشتہ نہیں کھلا۔
 چنانچہ اس زمانہ کے یکتا فقیر، مروہ دلوں کے لئے عیسائی نفس پیر، اور زمانہ حال کے صحیح رہبر و
 دستگیر، حضرت سلطان باہوزم کی سچی تصویر، جس کی اک نگاہ طالب مولا کے لئے اکسیر، جن سے ہمارا
 ظاہر و باطن مستنیر، اللہ تعالیٰ کے پیار سے روشن ضمیر قبیلہ مرشدی و مولائی فقیر نور محمد صاحب قدس سرہ
 سلسلہ قادریہ سروریہ میں بے مثل اور بے نظیر تھے، آپ میں یہ تمام علامات تمام احوال موجود تھیں،
 آپ نے دعوت اسم ذات اور علم و دعوت قبور کئی طالبوں کو سکھایا اور اپنے پیر کی سنت کے مطابق کتابوں
 کے ذریعہ لوگوں کو فیضیاب کیا، غالباً حضرت سلطان العارنین قدس سرہ نے یہ اشعار اپنی بصیرت سے

آپ ہی کے حق میں فرماتے ہوں گے۔

نور از نور است روشن نور بسود یا حضور

نور از ناری نیاند نور با نور شش غمہور (فضل اللہ علیہ)

سہ فقر حق نور است ذات از ذات نور

کل مخلوقات شد روشن ز نور

تینج برہینہ ص ۲۲

فقیر قادری شری کا لایع عمل

جس طرح میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ تصوف اسلام
ہی کی ایک عملی شکل ہے، جس طرح اسلام ایک ہمہ گیر

تحریک ہے اس طرح تصوف بھی ایک عالمگیر تحریک ہے، اس کا نقطہ نگاہ عقل پر مبنی نہیں عشق پر مبنی ہے
اس لئے اس میں وسعت ہے اس کا ایک رخ خدا کی طرف اور دوسرا رخ کائنات کی طرف ہے،
اس کا لہجہ روحانی بھی ہے اور آفاقی بھی ہے، تصوف بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے آیا ہے یہ اخلاقی
سہارا ہے، روحانی، زندگی کے معیار کو بلند کرنے کے لئے آیا ہے، یہ محبت بین الناس کے ساتھ ساتھ
مخلوقات کا خالق کائنات سے بھی ایک رشتہ قائم کرنا چاہتا ہے جو رشتہ عبودیت سے بڑھ کر والہانہ
محبت کی شکل اختیار کر لیتا ہے اگرچہ دنیا میں متعدد مذاہب جاری ہیں لیکن ہر اس مذہب کے پرستار
جو وجود باری تعالیٰ کو کسی نہ کسی شکل میں تسلیم کر چکا ہے وہ نے خانہ عشق خداوندی کے مے خوار بن چکے ہیں
ایشیا کی سرزمین وہ مقدس زمین ہے جہاں سے دنیا کے قریب قریب تمام مذاہب جاری ہوئے ہیں،
اور آفتاب روحانیت اکثر اسی افق سے طلوع ہوا ہے مصر، عرب، ایران، چین، سرزمین پاکستان
و ہند اپنی باطنی اور روحانی تعلیمات کے اعتبار سے تمام ممالک عالم میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں حیرت
یہ ہے کہ یورپ بھی اپنی موجودہ مادہ پرستی کے باوجود باطنی مسالک اور روحانی میلانات سے الگ نہیں
رہا، کیتھولک صوفیائے نزدیک تصوف مذہب باطنی کا نام ہے، سپرچولسٹ جو اس وقت یورپ و
امریکہ میں پھیلے ہوئے ہیں، روحانیت ہی کے علمبردار ہیں، ان بیانات سے صوفیانہ باطنی ذوق کی وسعت
و مقبولیت اور ہمہ گیری کا پیمانہ اندازہ ہوتا ہے وہ صاف صاف بتاتا ہے کہ یہ جذبہ انسان میں فطرتاً و دیناً
ہوا ہے، جب یہ اپنی قوتوں کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو مادیت کی تمام بندشیں ٹوٹ جاتی ہیں اور کائنات گویا
ایک روح لطیف میں تجلی ہو جاتی ہے، تصوف کا جذبہ ایک شعلہ جانسوز ہے اس کا مقام وہ ہے جہاں
انسان کے ارادہ میں غیر معمولی پختگی نظر آنے لگتی ہے۔

من کی دنیا من کی دنیا سوز و مستی جذب شوق

تن کی دنیا تن کی دنیا سوز و سوز انکر و فن

من کی دنیا ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی تھیں ،

تن کی دنیا چھاؤں ہے آنا ہے دھن جانا ہے دھن

صوفی اپنے مشاہدات کی کیفیت عقل و استدلال سے دوسروں کو سمجھا نہیں سکتا البتہ وہ اگر اس مقام پر پہنچ جائیں تو وہ اپنے مشاہدات کی لذت سے ان کو آشنا کر سکتا ہے ، عقل اس کے نزدیک صرف مادی وسائل کو سمجھانے کے لئے عطا کی گئی ہے مسائل روحانی صرف روحانی تعقل کی حدود میں آسکتے ہیں ، کسی روحانی شے کا علم اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب ہم خود ہی شے بن جائیں اگر ہم محبت کو سمجھنا چاہیں تو محبت کر کے دیکھیں ، اگر نغمہ کو جانا چاہتے ہو تو نغمہ گم نہیں ، اسی طرح اگر عرفان خدا حاصل کرنا چاہیں تو ہم کو منظر خدا بن جانا چاہیے۔

صوفی جب اس قسم کے مشاہدے کی طرف دعوت دیتا ہے تو ناواقف لوگ فطرتاً اس کے بیان پر اظہار اشتباہ کرتے ہیں ، وہ ایک ایسے شخص کی حیثیت رکھتا ہے جس کو بے بصارت لوگوں کی دنیا میں یکا یک بینائی بخش دی گئی ہو ، اور وہ طلوع آفتاب کا منظر دیکھ کر اپنے نابینا رفیقوں کو اپنے ناکافی الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کرتا ہو یقیناً اس کا بیان سننے والوں کو غیر معقول اور بے ربط معلوم ہوگا ، لیکن یہ تشبیہ بھی مکمل نہیں اس لئے کہ صوفی اس شخص سے بعض حالتوں میں مختلف ہے اول تو یہ کہ وہ بالکل تنہا ہے ، صوفی تنہا نہیں تمام ادوار و اعصار میں کچھ لوگ ایسے موجود رہے ہیں جن کو باطنی نظاروں کا موقع ملتا رہا ہے ، دوسرا یہ کہ کائنات محروم بصارت لوگوں ہی سے آباد نہیں اس میں اپنی نظر بھی موجود ہیں اسی لئے صوفی بنی نوع انسان کو اپنی طرف متوجہ رکھنے میں ہمیشہ کامیاب رہا ہے ، اگر یہ حقیقت نہ ہوتی تو کب کی صفحہ رستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ، اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بکثرت ایسے لوگ ملتے ہیں جن میں صوفیانہ صلاحیتیں موجود ہیں لیکن انہیں صحیح تربیت دینے والا کوئی نہیں ملتا ، سے نہیں ہے تا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

مگر لکوس تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

یہ تو ان کے روحانی وجدانی ، اور عالم بال سے وابستگی کی داستان تھی ، اب ان کے دوسرے

رُخ یعنی دنیوی معاملات کے متعلق غور کریں تو اس میں بھی ان کے خیالات کے ایسے روشن نمونے ملیں

گے جن پر انسانیت کی تعمیر کی گئی ہے چونکہ یہ ایک عالمگیر نظام ہے اس لئے ہر قسم کے اخلاقی، سماجی، اور معاشرتی، اقتصادی مسائل میں بنی نوع انسان کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ اس کا تصور بہت بلند ہے یہ ہمہ گیر محبت و اخوت پیدا کرنے کا حامی ہے یہ چھوٹے چھوٹے فروعی اور خانگی مسائل پر تشنیت و افتراق پیدا کر کے جماعت بندی کا قائل نہیں یہ لوگوں کے دلوں سے دنیا سے دنی کی محبت کو نکال کر جو تمام جھگڑوں اور تفرقہ بازیوں اور عداوتوں کا سرچشمہ ہے۔ ایک ایسی لازوال اور ناقابل تغیر سرچشمہ حقیقت کا والد و شہید بنا چاہتا ہے، جہاں ہر شے میں وحدت ہی کی جلوہ گری ہے، یہ رہبانیت پسند لوگوں، لشکروں کا نمائندہ نہیں یہ ہر شخص کو محنت و مشقت کر کے کمانے اور کھانے کا سبق دیتا ہے، یہ امن پسندی کا علمبردار ہے، اس تحریک کے رہنماؤں پیشوا کو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے، **ما ارسلناک الا رحمة للعالمین** (اے رسول ہم نے تجھے انسانیت کے لئے رحم و امان بنا کر بھیجا ہے) غرضیکہ اس کا ایک رخ خداوند قدوس کی طرف اور ایک مخلوق کی طرف ہے، یہ روح انسانی اور حقیقت مطلقہ کے درمیان ایک واسطہ ہے، یہی وہ نصب العین ہے جس کے حصول کے لئے کوشش کرنا فقیر قادری سروری کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے، یہی اس کا لائحہ عمل ہے جس پر وہ خود بھی عمل کرتا ہے اور تمام دنیا کو دعوتِ عمل دیتا ہے افسوس کہ مسلمانوں نے اس روحانی نظام سے جو ان کا موروثی علم تھا روگردانی کر لی، اب بھی اگر مسلمان خواب غفلت سے اٹھیں اور اس روحانی علم کو اپنائیں تو دنیا و آخرت ہر دو کی بادشاہت اور سلطنت ان کے قدم چومے گی۔ قادری سروری فقیروں کے رہنما اور صحیح تصوف کے پیشوا فقیر نور محمد صاحب قدس سرہ نے بالکل سجا فرمایا ہے "اہل یورپ کا سیاسی فہم اور فراست پولیٹیکل دور میں داد دینے کے قابل ہے، ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ جس طرح بن پڑے مسلمانوں کو اپنی اصلی دینی سپرٹ اور روحانی ہتھیاروں سے عاری اور محروم رکھا جاتے، انہیں کامل یقین ہے کہ اگر شیر اسلام پھر اپنے دینی دانت اور روحانی ناخن حاصل کر چکا تو بھیر ہم مادی حیوان کہیں کے نہیں رہیں گے، کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اگر مسلمان اپنے خدا کے سچے خادم بن گئے تو ان کا خدا ان کے ساتھ ہو گیا تو قادرِ قدیر ذاتِ اباہیل پر بندوں سے ہوائی جہازوں اور ان کنکریوں سے ایٹم بم کا کام لینے لگ جائے گا، انہیں اچھی طرح یاد ہے کہ مسلمانوں کے خدا نے فرود مردود کے زبردست جوار لشکر کو ناچیز چھڑوں سے ہلاکت کے گھاٹ اتار دیا تھا، انہیں خوب معلوم ہے کہ فرعون کے لاکھوں فوجیوں کی تیز تلواروں اور چکرا ریزوں اور ہان کے زبردست ساز و سامان اور تدبیروں کے مقابلے میں ایک اسرائیلی درویش موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے جو میں نے کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیتے اور کس طرح ایک زبردست بادشاہ کو اپنے لاؤ لشکر سمیت آبِ گل کے اندر تھس تھس کر دیا تھا، غرض

مسلمانوں کی آسمانی طاقت کی حیثیت اور حشمت آج تک ان کے دلوں پر چھپائی ہوئی ہے اور شیرِ اسلام کی خونناک اور مہیب گرج ان کے دماغوں میں آج تک گونج رہی ہے لہذا وہ ہمیشہ سے مسلمانوں سے ان کی دینی دولت اور روحانی ہمتیاری چھین لینے کے دریغ رہے ہیں "عزمان" ٹھہرے دم چنانچہ کس حد تک انہوں نے اس میں کامیابی حاصل کر لی ہے کہ آج غیر مسلم قومیں روحِ اسلامی یعنی تصوف کے خلاف اتنی برسریکھ نہیں جتنا خود مسلمان اس کے دریغ آزار ہے اور اس کو مٹانے اور ختم کرنے کے منصوبے بنا رہے۔

سے خذہ اہل جہاں کی تجھے پرواہ کیا ہے تم بھی ہنستے ہو میرے حال پر رونا ہے یہی اس دورِ الحاد و زندہ میں جبکہ عمریں کم اور کاروبار زیادہ ہیں ایک ایسے مختصر اور زود اثر نظامِ تصوف کی ضرورت تھی جس سے کاروبار میں تعطل بھی پیدا نہ ہو اور منازلِ روحانی بھی طے ہو جائیں، طویل درو و وظائف اور کثرتِ ریاضت و مجاہدات سے بھی انسان بچ جائے اور خدا تعالیٰ کے قرب و مشاہدہ اور معرفتِ الہیہ کا ذریعہ بھی بن جائے اس مقصد کے لئے حضور سلطان العارفين قدس سرہ نے ایک بہترین لائحہ عمل تیار کیا جو نہایت ہی مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ سبقت و فوائد کے لحاظ سے تمام سلاسل سے زیادہ سیرج الاثر اور شمارٹ کٹ راستہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فقر و معرفت کی انتہا یہ ہے کہ سالک ہمیشہ خدا تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہے اور ہر آن ذاتِ الہی کی محبت و عشق میں ڈوبا رہے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی روحانی مجالس میں شریک ہو کر ہر کام میں براہِ راست حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرے، اس مرتبہ سے بلند اور کوئی رتبہ نہیں باقی جس قدر مقامات ہیں وہ ان نذکورہ بالا دو مقامات کے حصول کا ذریعہ ہیں اور ان منازل تک پہنچنے کے لئے بمنزل سیر بھی کہیں۔

حضرت سلطان العارفين سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں جو تجربہ کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے مشاہدہ میں دوام استغراق حاصل کرنے اور مجلسِ نبوی کی حضوری کے لئے جس چیز کو سیرج الاثر پایا ہے، وہ صرف دو چیزیں ہیں، تصورِ اہم ذات اور دعوتِ قبور۔ تصورِ اہم ذات کا شعلہ بلامنتہت و محبت بلا رنج و ریا ہر قسم کی رجعتوں سے محفوظ اور ہر پابندی سے بے نیاز انسان کو نائیدہ پہنچاتا ہے یقیناً راسخ اور مرشدِ کامل کی توجیہ سے جب یہ صحیح طور پر تصور قائم ہو جائے تو بہت جلد منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

تصور اسم ذات

تصور اسم ذات قرب و مشاہدہ حق اور وصال الہی کا بہترین ذریعہ ہے، روحانی منزل طے کرنے اور باطنی سیر الی اللہ کے لئے مشعل راہ ہے اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ صاف کپڑے پہن کر با وضو کسی پاک جگہ یا لکی مار کر مرلجہ ہو کر بیٹھے معدہ عالی ہو اور دل ہر قسم کے خیالات و تفکرات سے پاک صاف کر کے قلب کے اوپر توجہ کر کے اللہ لکھا ہوا دیکھے اگر اور آسانی چاہتا ہے تو کسی کاغذ پر قلب کا نقشہ بنائے اور اس کی زمین سیاہ رکھے درمیان میں لفظ اللہ سفید لکھا ہوا دکھائے پہلے اس پر پوری طرح نظر جائے، آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر کے وہی تصور قلب کے مقام پر کر کے توجہ تہجد اپنے مقصد میں کامیاب ہو گا۔ اگر دسادس شیطانی کا غلبہ ہے اور تصور میں یکسوئی اور خیالات میں دلچسپی پیدا نہیں ہوتی تو تصور میں بیٹھنے سے پہلے الحمد شریف، آیتہ الکرسی، چہار قل تین تین بار اس کے بعد درود شریف، استغفار، سلام، قولاً من رب رحیم، آیت والذوالستعان علی ما تصفون، کلمہ تجید، کلمہ طیب، تین تین بار پڑھ کر سینہ پر دم کرے اور پھر تصور کرے یقیناً کامیاب ہو گا۔

اگر پھر بھی تصور قائم نہیں ہوتا تو صاحب تصور اپنی انگلی شہادت کو ظلم خیال کرے اور آفتاب کو بمنزل دوات سمجھے اپنی انگلی کو عالم تصور میں آفتاب کی دوات میں ڈال کر قلب کی تنگی پر اسم اللہ مرقوم کرے، بار بار لکھنے سے تصور قائم ہو جائے گا۔

اگر دل پر اسم اللہ ذات لکھنے سے قلب میں حرارت بڑھ جائے اور دل میں اختلاجی کیفیت شروع ہو جائے، یا دل میں خفقان اور دل گھٹنے کی نوبت آجائے تو پھر پیشانی پر تصور کرنے کی مشق کرے، اگر کسی وقت دل پر اور کسی وقت پیشانی پر تصور کرے تو پیشانی پر تصور کرنے سے عالم علوی اور دل پر تصور کرنے سے عالم سفلی کی تمام چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں یا یوں سمجھیں کہ پیشانی پر تصور سے روح میں بیداری اور قلب پر تصور کرنے سے اطمینان قلب اور سکون بیٹھتا ہو گا۔

حضرت قبیلہ فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی طالب کا نفس سرکش ہو اور شہوت کا غلبہ ہو طبیعت خدا کی طرف مائل نہ ہوتی ہو بلکہ معصیت کی طرف راغب ہو تو اسم اللہ ذات کا تصور ناف کے مقام پر کرے اگر ان تینوں مقامات پیشانی، قلب اور ناف پر تصور قائم ہو جائے تو اس کے بعد مشق وجودیہ شروع کرے یعنی اسم اللہ ذات کو ہر اعضا پر منقش کرے تاکہ تمام جسم ذاتی اسم سے نوری ہو جائے،

اور تمام اعضاء سے بشری میل و وصل کر جسم پاک و مزکی ہو جائے اور سب اعضاء روح کی طرح لطیف اور ملکوتی ہو جائیں۔

ان تصورات کے ساتھ ساتھ سینے پر اسم محمد کا تصور بھی کرتا رہے وہ اس طرح کہ اسم محمد کے دونوں ہم پستانوں پر آجائیں اور صرف دالِ دل پر آجائے، اسم اللہ ذات سے جذبِ جلالی پیدا ہوتا ہے اور اسم محمد سے جذبِ جمالی پیدا ہوتا ہے۔ اس جلال و جمال کے امتزاج سے ایک معتدل قوت پیدا ہوگی۔ جسے انسان برداشت کر سکے گا۔ عموماً بعض طالبوں کو اسم ذات کی مشق کرتے وقت طبیعت میں خشکی بڑھ جاتی ہے، غصہ زیادہ آنے لگتا ہے، دنیا سے متنفر اور بے زاری حد سے زیادہ ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مخلوق سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے، گھر بار چھوڑ کر بیوی کو طلاق دے کر جنگل میں بیابانوں میں چلا جاتا ہے، دنیاوی کار و بار کو ترک کر کے ضروریات کے لئے بھیک مانگنا شروع کر دیتا ہے، اور اس طرح بہت بڑی رحمت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مبتلا ہو جاتا ہے، اسم محمد کے تصور سے انسان میں خوشے ہوئے محمدی پیدا ہو جاتی ہے، جس سے خلقِ محمدی کا ظہور ہوتا ہے اور حضور علیہ السلام کی زندگی جس میں دین و دنیا کی کامیابی کا راز ہے جو بیک وقت استغراق و مشاہدہ کی کیفیت اور دنیاوی مشاغل میں انہماک قائم رہتے ہیں اور عبادات و معاملات با حسن و جوہ سرانجام پاتے رہتے ہیں، اس مشق سے قربِ محمدی اور مجلسِ محمدی کی حضوری کے لائق ہو جاتا ہے اتباعِ شریعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور پھر مجلسِ محمدی میں حاضر ہو کر بلا واسطہ نگاہِ مصطفویٰ سے فیضیاب ہوتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ براہِ راست تجلیات انوارِ الہی کی برداشت ایک ضعیف البیان انسان کے بس کی بات نہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر ایک تجلی کے کوڑوں میں حصہ کی تاب نہ لاسکے اور خرموئی صحت کے مطابق بیہوش ہو کر گر پڑے یہ حصہ صرف حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

ظہر تو عینِ دانستہ سے نگر ہی در تبستی

لہذا ہم اگر بوساطتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی تجلیات کو حاصل نہیں تو برداشت کر سکیں گے کیونکہ ان نوری تجلیوں کی بولالی گری اور تیزی جب نورِ مصطفویٰ کی جمالی صورت پر پڑے گی ٹھنڈی ہو کر ہم تک پہنچے گی تو ہم ان کے متحمل ہو سکیں گے۔ اگر تصور اسم ذات کے ساتھ ساتھ سانس سے بھی اللہ کے ذکر میں مشغول رہے تو اس پاس نفاس سے انتہائی سرعٹ کے ساتھ روحانی تہ تی میں کامیابی حاصل کرتا ہے، گویا سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ

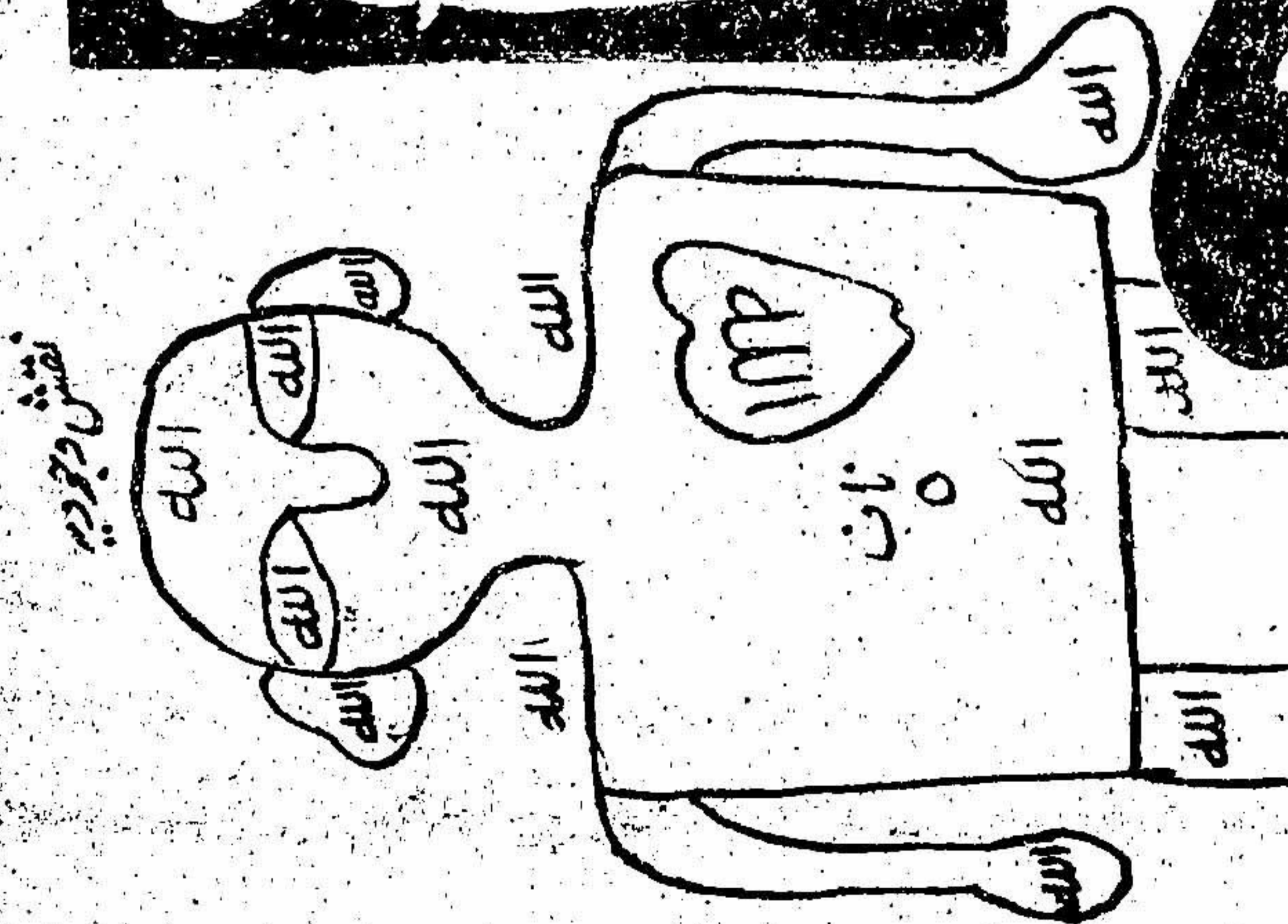
تصور نہ اکھڑنے پائے اگر پاس انفاس سے تصور قائم نہ رہ سکے تو صرف تصور ہی کرتا رہے، ابتدا میں پاس انفاس کرتے وقت زبان تالیو سے لگا کر اللہ کرے سانس اندر سے جاتے وقت اللہ اور باہر نکالتے وقت صوفی کہے۔ اسی طرح تصور اسم محمد کے ساتھ بھی پاس انفاس کرے، سانس اندر لے جاتے وقت محمد رسول اللہ باہر نکالتے وقت صلی اللہ علیہ وسلم کہے تو اس سے مزید فائدہ ہوگا یہ خیال رہے کہ بعض اوقات ابتداء میں طالب کو تصور اور پاس انفاس سے کوئی مشاہدہ اور انکشاف یا باطنی لطف حاصل نہیں ہوتا تو اس سے بدل ہو کر مشق کو ترک نہ کرے کیونکہ یہاں مشغول پاک جس کی مداومت اور استقامت سے تمام صوفیائے کرام نے اعلیٰ مدارج حاصل کئے ہیں اگر کسی کے جسم میں جلدی کسی اثر کا ظہور نہ ہو تو یہ اس کی اپنی ذاتی کمزوری ہے اور کچھ نہیں تو کم از کم ایک نہایت ہی اعلیٰ مشغول ہے کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کی یاد میں لگا ہوا ہے کیا یہ کچھ کم ہے کہ ہر قسم کے جھوٹ اور غیبت اور گالی گلوڑ سے اس کی زبان، دل، دماغ محفوظ ہیں اور یہ سب چیزیں خدا کی یاد میں لگی ہوتی ہیں اصل مقصد تو یہی ہے باقی رہا تو اردات و انکشافات اگر یہ بھی ہو جائیں تو خدا کا شکر کرے لیکن یہ زائد من المقصود ہیں اصل مقصود خدا تعالیٰ کی محبت اس کی عبادت اور اس کی یاد ہے۔

نقش اسم محمد

نقش اسم ذات

محمد

اللہ



اگر انسان کسی کام میں پوری کوشش کرے تو وہ ضرور کسی نہ کسی دن کامیابی کا منہ دیکھتا ہے محبت والا کسی حال میں بھی ہمت ہار کر محبوب کی طلب کو ترک نہیں کرتا۔

دست از طلب ندارم تا کار من بر آید، یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید
 د میں محبوب کی طلب سے باز نہیں ہوں گا یہاں تک کہ میں مقصود کو پہنچ جاؤں یا تو میرا تن محبوب تک پہنچ جائے یا تو جان ہی تن سے جدا ہو جائے۔

سے اندرین رہے تراش دے خراش

تا دے آخردے فارغ مباش

جس طرح تصور اسم ذات کے پاس انفاس سے ناندہ زیادہ ہوتا ہے اسی طرح اگر مشق وجودیہ کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی شغل سلطان الذاکر جاری رکھے تو اس سے ہر بن موسیٰ سے ذکر جاری ہو جائے گا، اس کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے اور کانوں کو انگشت شہادت سے بند کر کے بیٹھ جائے، کانوں میں جو ایک آواز پیدا ہوتی ہے اس کی طرف متوجہ ہو اور زبان سے یا دل سے اسم ذات کا ورد رکھے اور سر سے لیکر قدم تک اپنے وجود کے ہر بن موسیٰ سے پوری ہمت کے ساتھ ایسا متوجہ ہو اور یہ سمجھے کہ نفس کے آنے جانے میں سربال کی خبر سے اللہ جاری ہے سانس اندر داخل کرتے وقت اللہ اور باہر نکالتے وقت ہو کا خیال رکھے اور سربال کو تصور میں ایسا دیکھے کہ وہ بھی میرے ساتھ کبھی کھڑا ہو جاتا ہے اور کبھی بیٹھ جاتا ہے اور پوری طرح ذکر میں مشغول رہے جب یہ مشق کامل کرے تو بے اختیار طور پر ہر بن موسیٰ سے ذکر جاری ہو جائے گا۔

ابتدی کے لئے کلمہ طیبہ کا ذکر بالجہر ہے، کیونکہ ابتدا میں وسوس

شیطانی اور خطرات نفسانی کا زور ہوتا ہے لہذا ہر وقت اٹھنے بیٹھنے چلتے پھرتے

لا الہ الا اللہ پڑھتے رہیں اور کبھی آخر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم بھی کہتا رہے اور اسم ذات اللہ بھی پڑھنا معمول بزرگان دین ہے لیکن ان ہر دو اذکار کے ساتھ درود شریف کی کثرت رکھے تاکہ طبیعت میں جلالت پیدا ہو کر رجعت کا سبب نہ بن جائے۔

مرشد کامل طبیب حاذق کی مانند ہے جس شخص کے لئے جو مناسب شغل تجویز کرے اسی پر عمل مرا ہوں، بغیر مرشد و مربی کے کسی درود و وظائف میں مشغول ہونا شدید خطرات کا موجب ہے، شیخ کامل مرید کی استعداد اور اس کی جسمانی طاقت اور اس کے دنیوی اشغال کے پیش نظر اس کے لئے کوئی وظیفہ تجویز کرے گا اور وظیفہ کی تعداد مقرر کرے گا ورنہ بعض اوقات جب کسی ذکر میں لذت پیدا ہوتی ہے تو جی

ذکر بالجہر

چاہتا ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ پڑھا جائے جس سے دل و دماغ میں خشکی بڑھ جاتی ہے، اور
 انارٹھی پیر کے حوالے ہو گئے تو وہ بھی مرید کی قوت چاہئے بغیر اس کو زیادہ وظائف میں مشغول کر دینا
 ہے اور اس کی قوت و صحت کا لحاظ نہیں کرتا جس سے نیند ختم ہو جاتی ہے، اختلاج کی بیماری
 اور دماغ میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے جس سے رفتہ رفتہ جنٹ الحواس اور پاگل ہو کر خسر الدنیا
 والا خرو ہو جاتا ہے اور پیر کمال اس کا مشغلہ، معاش اور صحت پر نگاہ ڈالتا ہے اور اس کی قوت
 برواشت کو ملحوظ خاطر رکھ کر ورود وظائف تجویز کرتا ہے۔ قال رومی رحمہ

پیرا بگزیں کہ بے پیرا میں سست

ہست بس پہ آفت و خوف و خطر

کثرت ذکر
 ذکر میں کثرت کرے اگر تصور اسم ذات میں تھکا وٹ محسوس کرے تو
 پاس انفاس میں لگ جاتے اور اس میں بھی وقت محسوس کرے ذکر یا تہجر
 شروع کر دے اگر اس میں بھی تھک جاتے تو انگشت شہادت سے
 اسم اللہ ذات لکھتا رہے، عرضیکہ کوئی وقت بھی ذکر سے خالی نہ رہے یہ ذکر تیسری ہے جس پر
 فلاح و بہبودی کا دار و مدار ہے، واذکر اللہ کثیر العلم تفلحون زیادہ ذکر کیا کر و تا کہ تم کا میاب
 ہو جاؤ۔

خدا تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی تعریف فرمائی۔ ید کرون اللہ قیاماً وقعوداً علیٰ
 جنوبہم (یعنی وہ کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں)
 اور مقام مذمت میں بیان فرمایا کہ لا ید کرون اللہ الا قلیلاً (یعنی وہ خدا تعالیٰ
 کو کم یاد کرتے ہیں)

طالب صادق جب ذکر کی کثرت کرتا ہے تو اس کے اندر ایک نور اور ایک قوت جاذبہ پیدا
 ہو جاتی ہے، جس سے وہ شیخ کے انوار، فہم و معرفت کو جذب کر لیتے ہیں کہ جذب نور کی
 صلاحیت کثرت و دوام ذکر سے پیدا ہوتی ہے بعض وقت ایسا بھی دیکھا ہے کہ شیخ ابھی اسے باطنی
 فیوض و برکات سے نوازا نہیں چاہتا تو طالب کثرت ذکر سے باطنی نور کو خود بخود بے ارادہ شیخ
 اپنے اندر کھینچ لیتا ہے۔

سلوک باطنی میں بزرگان دین نے چند لطائف قائم کئے ہیں ہر لطیفے کا علیحدہ مقام
 رنگ اور مختلف ذکر اور تصور مقرر کئے ہیں چونکہ ان کی دریافت کا دار و مدار کشف

لطائف

پر یعنی ہے اس لئے ان کی تعداد اور مقامات میں اختلاف ہے بعض نے لطائف ستر یعنی چھ لطیف مقرر کئے ہیں۔ بعض نے سات اور بعض نے آٹھ بیان کئے ہیں، ہمارے قبل فقیر صاحب قدس سرہ سات لطائف کے قائل تھے جن کے نام بالترتیب یہ ہیں۔ نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفی، انا، ابھی حال ہی میں یورپ کے لوگوں کو ایک باطنی قوت کا پتہ چلا ہے جس کا تعلق لطیفہ نفس سے ہے یہی لطیفہ ہے جس کے ذریعہ انسان خواب کے اندر داخل ہو جاتا ہے، ہمارے بزرگان دین کے نزدیک سب سے ادنیٰ لطیفہ نفس ہے اس سے ارفع و اعلیٰ لطائف انسان کے اندر موجود ہیں جو انسان کے اندر بے بہا قوتوں کا خزانہ ہیں۔ اس لطیفہ نفس کا مقام نفا ہے۔ لطیفہ قلب کا مقام بائیں پستان سے دو انگلی نیچے ہے۔ لطیفہ روح کا مقام دائیں پستان سے نیچے۔ لطیفہ سر جو روح اور قلب کے درمیان واقع ہے، لطیفہ خفی پیشانی کے وسط میں دونوں بھوتوں کے ملنے کی جگہ سے ذرا اوپر کو ہے، اور لطیفہ اخفی سر کی چوٹی میں واقع ہے۔

انسان کے جسم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک علوی ایک سفلی۔ علوی حصہ کا مرکز لطیفہ خفی ہے اور سفلی حصے کا مرکز لطیفہ نفس ہے اور یہی شیطان کا ہیڈ کوارٹر ہے جس سے تمام وساوس پہلے لطیفہ نفس میں داخل ہوتے ہیں اور پھر قلب میں پھیلتے ہیں اسی طرح تمام انوار پہلے لطیفہ خفی پر وارد ہوتے ہیں اس کے بعد باقی لطائف میں جاتے ہیں۔ ان تمام لطائف کو طے کرنے اور بیدار کرنے کے لئے بزرگان دین نے مختلف طریقے بیان فرمائے ہیں۔ حضرت سلطان العارظین نے ان لطائف کو طے کرنے کے لئے چھ اسماء کے تصور کرنے کو تجویز فرمایا ہے۔ گویا یہ اطائف کو کھولنے کے لئے بمنزل کلید کے ہیں اگر ان کو اپنے اندر خیال کی انگلی سے تھریر کیا جائے اور ساتھ ساتھ کلمہ طیبہ سے پاس انفاس کیا جائے یا اللہ سے پاس انفاس کیا جائے تو یہ ساتوں لطائف باطنی انوار سے جگمگا اٹھتے ہیں، ان کلمات کا نقش مرتوم وجودیہ یہ ہے

اللہ	للہ	لہ
هو	محمد	فقرا
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ		

چونکہ تمام دعوتوں کی کنجی تصور اسم ذات اور تصور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اس لئے جب تک کسی طالب کا وجود اسم ذات اور اسم محمد سرور کائنات میں طے نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی عمل اور کوئی دعوت جاری نہیں ہوتی۔ لہذا پہلے ان اسمین مبارکین کا تصور کرے پھر لطائف سبتہ کو زندہ و بیدار کرے۔ حضور فقیر صاحب "عرفان" میں تحریر فرماتے ہیں "کہ ان اسماء کے حروف اٹھارہ ہیں اور اٹھارہ ہزار مخلوقات ان اٹھارہ حروف کی قید تسخیر میں ہیں۔ ان اسماء کی آبیاری کلمہ طیبہ کے پڑھنے سے ہے۔ اسی کے مطابق حضور سلطان العارظین کا پنجابی بیت ہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من و چہ مرشد لاتی ہو

نئی اثبات داپانی ملیس ہر رگے ہر جانی ہو

انور بوٹی مشک چچایا جاں پھلون پر آتی ہو،

مرشد کامل ہر دم جیوے حضرت باہو جہیں ایہہ بوٹی لاتی ہو

علم دعوت القبور

حضور سلطان العارظین قدس سرہ نے اپنی کتابوں میں دو علوم پر بحث کی ہے۔ ایک تصور اسم ذات اور دوم علم تصرف دعوت القبور انہیں دونوں کو کبھی اول کو علم اکسیر اور دوم کو علم تکسیر سے تعبیر کیا ہے اور کبھی اول کو تصرف توفیق اور دوم کو تصرف تحقیق سے بھی موسوم کیا ہے ان ہر دو علوم کو تمام باطنی قوتوں کا اصل اور روحانی دنیا کے تمام خزانوں کی کنجیاں ثابت کیا ہے چونکہ تصور اسم ذات سے انسانی جسم میں تزکیہ پیدا ہوتا ہے اور انوار باطنی جگہ گاتھکتے ہیں اور انسان دعوت قبور پر تصرف حاصل کرنے کے قابل ہوتا ہے اس لئے اس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اب دعوت قبور کا ذکر شروع کیا جاتا ہے۔

عالم امر کی غیبی مخلوق دو قسم پر مشتمل ہے ایک نوری، دوم تاری

نوری مخلوق میں ملائکہ، مسلمان جی، انبیاء اولیاء اور نیک مسلمانوں کی روحیں شامل ہیں

تاری مخلوق میں شیاطین، کافر جنات، جادو گروں، سفلی عاملوں، استدراجی طاقتوں کے

حاملین اور کافروں کی جنبیہ روحیں بھی شامل ہیں۔

جب انسان نیک اعمال کرتا ہے اور تلاوت قرآن، درود شریف اور ورد و طائف میں مشغول

ہوتا ہے، تو خدا تعالیٰ ایسے آدمی کی امداد فرماتا ہے۔ موکلات اور فرشتے اور ارواح طیبہ جو مذہبات الامر ہیں ان کے ذریعے مدد کرتا ہے، اور اس نوری مخلوق کے ذریعہ اس کے کام سرانجام پاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔ **اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسَلَّمُوْا فَتُنَزَّلِ عَلَیْهِمُ الْمَلَائِكَةُ رَبِّیْكَ** وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس بات پر سچتہ اور قائم رہے تو ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

چنانچہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لئے ہزاروں کی تعداد میں فرشتوں کو نازل فرمایا۔ کما قال اللہ تعالیٰ **اِنِّیْ جَعَلْتُ لَکُمْ بِالْفِیْضِ الْمَلَائِكَةَ** دے شک ہزاروں فرشتوں سے ہم تمہاری مدد کرنے والے ہیں۔ ارواح مقدسہ بھی ملکوتی قوتوں میں شامل ہیں۔

اور جب انسان برے اعمال کرتا ہے تو شیاطین اس پر توشہ ہوتے ہیں اور شیطان اس کی مدد کے لئے کافر جنوں اور ارواح خبیثہ کے ذریعہ مدد کرتے ہیں، چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ **وَمَنْ یَّعْتَشِ** **عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نَقِیْضٌ لِّشَیْطٰنٍ اَیۡھُو لَہٗ فَرِیۡنٌ** یعنی جو جان بوجہ کر خدا کے ذکر سے انڈھا ہو جاتے تو ہم شیطان کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ مشکلات میں اس کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ جادو گروں، سفلی عالموں کے حیرت انگیز افعال اور مجر العقول کا رنامے اسی ناری طاقت کے مرہون منت ہوتے ہیں۔ لیکن یہ امر مسلم ہے کہ جیسے شیاطین کی طاقت سے خدائی طاقت زیادہ ہے اسی طرح جنات کی طاقت سے ملائکہ کی طاقت زیادہ ہوتی ہے اور ارواح خبیثہ سے ارواح طیبہ کی طاقت اعلیٰ و ارفع ہوتی ہے۔ لہذا سفلی عالموں سے علوی عامل زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ اپنی اپنی جگہ پر تو سب عامل قسم قسم کے حیرت انگیز کام سرانجام دیتے ہیں، لیکن ان کی طاقت کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب دونوں عالموں کا آپس میں مقابلہ ہو جائے اس وقت نوری طاقت والا کامیاب اور ناری طاقت والا مغلوب ہو جاتا ہے۔

عامل دعوت کے لئے چند شرائط بہت ضروری ہیں، جن کی تفصیل کے لئے عرفانِ حقہ دوم ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں مختصراً درج

شرائط دعوتِ قبور

کی جاتی ہیں۔

(۱) اکل حلال، (۲) صدق مقال، (۳) تنہا کپڑے، جگہ پاک خوشبودار چیزوں کو پاس رکھے اور بدبودار چیزوں سے پرہیز، مثلاً حقہ نوشی کچا لہسن، پیاز وغیرہ (۴) جلالی و جمالی بہ ہنر، (۵) ایک جگہ مقرر اور وقت متعین کرے، (۶) قرآن یا اسماء الحسنیٰ کی تلاوت پر تکرار و مداومت۔ (۷) جسم اور جان کو قرآن کے موافق بنانا، کسی

شیخ عامل، کامل سے باطنی رابطہ اور اجازت حاصل ہو۔

یہ آخری شرط ضروری ہے، اس کے بغیر دعوت پڑھنا انتہائی خطرناک اور ناقابل عمل ہے۔ جب دعوت پڑھی جاتی ہے، تو عامل کو مختلف طریقوں سے ارواح مقدسہ سے ملاقات اور امداد کا ظہور ہوتا ہے، بعض کو خواب کے اندر بعض کو مراقبے کے اندر، بعض کو صحیح و سہم کے ذریعہ بعض کو مختلف اشاروں سے اور بعض کو ظاہری آنکھوں سے جاگتے ہوئے، لیکن یہ آخری معاملہ ان منتہی ندرتوں کو ہوتا ہے جن کی خواب و بیداری ایک اور ظاہر و باطن کی آنکھ ایک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اہل قبر روحانی کے بھی مختلف مدارج ہوتے ہیں بعض اہل قبر جلالی ہوتے ہیں، ان سے دشمنوں کے خلاف کام لیا جاسکتا ہے، بعض روحانی تسخیر و طوب کے لئے بہت موزوں ہوتے ہیں، بعض روحانی تہمتی کے لئے اور بعض دفع بلا اور بیماریوں کو دور کرنے کے لئے اور بعض ماضی و مستقبل کے حالات کے انکشاف کے لئے مناسب ہوتے ہیں، بعض اہل قبور سے انسان کا روزیہ مقرر ہو جاتا ہے، غرضیکہ ہزاروں مشکلات و مہمت میں یہ دعوت قبور ایک بہترین عمل ہے۔

حضرت مزایا کرتے تھے کہ جب روحانی عامل دعوت قبور کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو بعض وقت ایک خاص قسم کی خوشبو سے دماغ معطر ہو جاتا ہے اور بعض کو لذت و سرور اور رقت طاری ہو جاتی ہے اور بعض کے جسم کا کوئی خاص حصہ بجا رہتا ہے اور بعض کا منہ بلیٹھا ہو جاتا ہے۔

دعوت پڑھنے کے تین طریقے ہیں۔

- (۱) دعوت قبر کے پاس بیٹھ کر پڑھی جائے۔
- (۲) دعوت پاؤں کی طرف بیٹھ کر پڑھی جائے۔
- (۳) دعوت قبر کے اوپر گھوڑے کی طرح سوار ہو کر پڑھے۔

دعوت پڑھنے کے لئے اجازت مرشد کامل ضروری ہے، ورنہ کچھ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات شدید نقصان ہوتے کا خدشہ ہوتا ہے۔

حضور سلطان العازمین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صرف تین مقاصد کے لئے دعوت پڑھی جاسکتی ہے اول بادشاہ اسلام کی مدد کے لئے دوسرا رافضیوں، عمارچیوں، بد مذہبوں کے لئے تیسرا منافق علماء کے لئے، باران رحمت کے لئے۔

اگر انسان اپنے لئے پڑھے تو نفسانی خواہشات کو دور کر کے صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ص کی محبت کے لئے قلب کی روشنی اور ترقی منازل سلوک کے لئے پڑھے چنانچہ اس مقصد کے لئے حضرت سلطان العازمین قدس سرہ کا مزار نہایت ہی بہترین محراب ہے۔

قبور پر دعوت پڑھنے کے لئے سب سے اعلیٰ چیز سورۃ منزل شریف ہے ویسے بعض سورۃ یسین بعض سورۃ ملک اور بعض سورۃ انفحات سے بھی پڑھتے ہیں۔

حضرت سلطان العارین قدس سرہ لکھتے ہیں: جس وقت کوئی زندہ دل دعوت پڑھنے کے لئے بیٹھا ہے اس وقت تمام مخلوقات، انبیاء و اولیاء اہل اسلام اور تمام کلمہ گو صحابہ کلام اور ایک لاکھ تیرہ ہزار، دوسرے صحابہ بلاشک و شبہ حاضر ہوتے ہیں۔ اور موکل ملائک اور جنونیت غیب اور اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق پڑھتے دم تک اس کی قید میں ہوتی ہے جب تک اس کی مطلب ہماری نہیں ہوتی، وہ اسی طرح اس کی قید میں رہتے ہیں اگر زیادہ روز تک پڑھے تو یقین ہے کہ فرشتے اس ملک و ولایت کی زمین کو جنبش دیں، اور پیٹھ پر ڈال کر زیر و زبر کر دیں جب تک پڑھنے والے کا مقصد حاصل نہ ہو خواہ اس ملک و ولایت میں انبیاء و اولیاء ہی کیوں نہ ہوں اس دعوت کے پڑھنے والے کا مطلب اول تو ایک رات میں نہیں تو دوسری رات میں اگر سنجت مشکل ہو تو تیسری رات میں ضرور بصد ضرور پورا ہو جاتا ہے۔

آخر میں آپ فرماتے ہیں کہ ”لیکن یاد رکھو جس طرح پارہ کشتہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کھانے کے قابل ہوتا ہے تا وقتیکہ اسے کوئی استاد صاحب طریقہ سے کشتہ نہ کرے“

اسی طرح دعوت بھی بغیر کسی عامل کامل کی اجازت کے فائدہ مند ثابت نہیں ہوتی۔

حضور فرماتے ہیں کہ صاحب دعوت وہی ہے جو عالم بھی ہو اور کامل بھی باریاقت بھی ہو اور بااجازت بھی باارادت بھی ہو اور باسعادت بھی۔

حضور فقیر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بعض وہابی: دیوبندی مولوی جو مردہ دل نفسانی ہوتے ہیں وہ دعوت قبور اور استمداد روح اولیاء کا نام سن کر ہی چڑھ جاتے ہیں اور وہ روحانی امداد و اعانت کے قائل نہیں حالانکہ یہ بات تو امر مسلم ہے کہ روح سب کی زندہ ہوتی ہے۔ موت مارج اور جسم کی جدائی کا نام ہے۔ مرنے کے بعد جس کی روح قوی ہوتی ہے وہ اپنے طالبوں اور مریدوں کو اپنے لطیف برزخی جسد سے ہر جگہ مدد کرتے ہیں اور اگر طالب یا مرید خیرات و کلمات کا ثواب پہنچائیں تو ان کو پہنچاتا ہے، وہ عالم امر میں ہمیں بے شمار نائد سے پہنچاتے ہیں باطن میں انبیاء و اولیاء کی بڑی بڑی محفلیں منعقد ہوتی ہیں، حضور قبیلہ کسی اپنے ذاتی واقعات و مشاہدات بیان فرمایا کرتے تھے کہ

ظہر شہیدہ کے بودمانند دیدہ

حضور فرمایا کرتے تھے کہ دعوت قبور میں نہ تو قبر پرستی کا احتمال ہے نہ اس میں قبر کو سجدہ کیا جاتا ہے نہ اس میں قبر کو بوسہ دیا جاتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی غیر شرعی چیز پڑھی جاتی ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے،

اور بس۔ یہ تو باطنی طور پر ارواحِ مقدسہ سے استمداد لینے کا طریقہ ہے۔ بعض خشک ملا قبر کا نام سن کر ہی آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ کیا قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنا شرک ہے یا اس کے اوپر اذان دینا گناہ ہے۔ اگر فوت ہونے والے ولی اللہ سے استمداد ناجائز ہوتی تو اس کی ظاہری زندگی میں اولیاء اللہ سے مشکلات و حاجات میں کیوں امداد لی جاتی ہے۔ حالانکہ اس کے سب حضرات قائل ہیں کہ ظاہری زندگی میں فقیر سے استمداد جائز ہے۔ لیکن خدا معلوم فوت ہونے کے بعد شرک کیسے ہو گیا، فوت ہونے کے بعد اولیاء و انبیاء علیہم السلام کی روحیں مدد کرتی ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو محراج کی شب واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضور نے پچاس نمازوں کی امت پر فرضیت کا ذکر کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ہماری امداد کی اور سفارش کی کہ ان کو کم کراؤ آپ کی امت اتنی مشقت کی متحمل نہیں ہو سکے گی۔ چنانچہ آپ ہی کی روحانی امداد سے پچاس سے پانچ رہ گئیں۔

مولانا رومی فرماتے ہیں

اے بسا درگور خفته خاک دار یہ ز صدا حسیار بہ نفع و ابتشار
سایہ ابلود خاکش سایہ مسند صد ہزاراں زندہ در سایہ وے اند

دیوبندیوں کے پیرو مرشد اور دیوبندی مسلک کے معتمد علیہ عالم مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک واقعہ لکھا ہے۔ حضرت شاہ سید احمد بریلوی جن کے ہمراہ مولانا اسماعیل شہید بھی تھے۔ جب پشاور پہنچے ہیں تو وہاں کے علماء مولانا شہید کی شہرت سن کر امتحان کی غرض سے آئے مولانا اس وقت ایک خستہ ساتھ بند باندھے ہوئے گھوڑے کو بھرا کر رہے تھے، ان سے پوچھا مولانا کہاں ہیں؟ مولانا نے فرمایا کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا تجھ کو اس سے کیا مطلب؟ مولانا کا پتہ بتاؤ۔ مولانا نے فرمایا کہ تم بتلاؤ تو سہی کیا غرض ہے کہنے لگے کہ ہم کو کچھ پوچھنا ہے مولانا نے فرمایا کہ مجھ سے ہی پوچھ لیں ان کو معلوم ہو گیا کہ یہی ہیں۔ پھر جو کچھ جس فن میں سے پوچھا گھوڑے کو کھراتے ہوئے حل کر دیا سب متعجب ہوئے کہ ہم باوجود اس کے کہ کم علم ہیں ایسے عبادتیا عمارے باندھے ہوئے ہیں اور مولانا اتنے بڑے عالم اور اس حالت میں رہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا تعجب نہ کرو تم مجھ کو اپنے سب کی برابر سمجھتے ہو اگر میں تم سب کے برابر کیڑے بہنوں تو اتنے بار کا کیسے متحمل ہوں۔ یہاں سے تو وہ عالم چلے گئے اور سمجھے کہ مولانا چونکہ عالم ہیں ان سے تو ہم جیت نہ سکے چلو سید صاحب کو دق کر دیں گے۔ وہ پڑھے لکھے نہیں ہیں کیونکہ سید صاحب کافیہ تک پڑھے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے پاس پڑھنے کے لئے آئے تھے۔ ایک روز مطالعہ کر رہے تھے کتاب کے حروف نظر نہ آئے اور سب

چیزیں تو نظر آدیں لیکن کتاب کے حروف نظر نہ آویں۔ شاہ صاحب نے اس پر مطلع ہو کر پڑھنا چھوڑ دیا کہ تم پڑھنا چھوڑ دو تم اور کام کے لئے پیدا ہوئے ہو۔ چنانچہ پڑھنا لکھنا چھوڑ کر ان کو ذکر و شغل کی تعلیم کی۔

الحاصل یہ علماء سید صاحب کی خدمت میں آئے ادھر علماء اکثر یک فنی ہوتے ہیں کوئی معقول میں بکتا ہے کوئی صرف جانتا ہے۔ کوئی نحوی ہے غرض جمع ہو کر آئے اور مختلف سوالات شروع ہوتے اگر دنیات کے متعلق سوالات کرتے تو سید صاحب داہنی طرف رخ کر کے جواب دیتے تھے اور جو غیر دنیات کا ہوتا تھا، معقول وغیرہ تو بائیں طرف رخ کر کے جواب دیتے تھے اور جواب بھی کیسا اہل علم کے طرز پر۔ مریدین کو سخت حیرت ہوتی کہ سید صاحب کی زبان سے وہ الفاظ نکل رہے ہیں کہ کبھی عمر بھر نہ سنے تھے جب وہ مجلس ختم ہوتی تو بعض لوگوں نے پوچھا فرمایا کہ جب یہ لوگ آئے تو میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ مجھ کو رسوا نہ کیجیے حق تعالیٰ نے امام ابو حنیفہؒ اور شیخ بوعلی سینا کی روح کو حکم دیا کہ جواب میں اعانت کرو، چنانچہ امام صاحب کی روح میرے داہنی طرف تھی اور شیخ کی بائیں طرف جو وہ کہتے تھے میں کہہ دیتا تھا۔

درسالہ الظہور ص ۱۷

اس سے ثابت ہوا کہ روح ظاہر میں لوگوں کی مدد کرتی ہے۔ اور روح کا مدد کرنا شرک نہیں کیونکہ ایسے ارواح خدا کی امداد کے مظہر ہوتے ہیں۔ اگر مظہر عون الہی سمجھ کر براہ راست بھی ان کو امداد کیلئے پکارا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی تفسیر عزیزی میں آیات لعل و ایال تستعین کے تحت یہی لکھا ہے۔

دعوت قبور پڑھنے کا طریقہ

طریقہ یہ ہے کہ کسی کامل بزرگ جسکی بزرگی کا شہرہ تمام مخلوق میں ہو اس کے پاس جا کر پہلے سلام کہئے رات کے ایک بجے وضو کر کے دو نفل بہ نیت دعوت قبر پڑھے۔ پھر قبر کے پاس جا کر سورۃ فاتحہ یعنی الحمد شریف پڑھے پھر ایک مرتبہ درود شریف پھر تین مرتبہ سورۃ اخلاص پھر ایک مرتبہ درود شریف پھر ان نوافل اور کلام کا ثواب صاحب قبر کی روح کو ایصال کرے پھر قبر کے گرد اذان پڑھے قبر کے سر ہانے سے شروع کرے اور قبلہ کی طرف سے ہوتا ہوا قبر کے سر ہانے پر ہی آکر ختم کرے۔ پھر روحانی کی قبر پر ہاتھ رکھ کر یا اگر پڑھنے والا قوی روحانیت کا مالک ہے تو پاؤں رکھ کر کہے کہ یا عبد اللہ بحق وحدانیتہ اللہ وبحرمتہ محمد بن عبد اللہ محمد رسول اللہ وبحق محبوب سبحانی عارف و بانی محی الدین عبد القادر جیلانی عارف باللہ امدونی فی سبیل اللہ۔ فوراً روحانی حاضر ہوگا۔

بعض اوقات قبر ہلتی ہوئی نظر آتے گی۔ بعض وقت قبر سے سخت ہیبت پیدا ہوگی۔ قبر شیر و زندہ کی طرح نظر آتے گی بعض اوقات رقت طاری ہوگی یا خوشبو آتے گی یا منہ میٹھا ہو جائے گا۔ اسی وقت فوراً قرآن شریف میں سے جو یاد ہو تلاوت شروع کرے اس سلسلہ میں سورۃ منزل شریف کی دعوت بہت قوی ہے اسے گیارہ مرتبہ پڑھے پھر مراقبہ کی حالت میں ملاقات ہو جائے گی۔ یا قبر کے قریب ہی لیٹ جاتے خواب کے اندر روحانی حاضر ہو کر اس سے ملاقات کرے گا۔ اس کی مشکل فوراً حل کر دے گا۔

اگر جسم بجا رہی ہو جائے یا کوئی آواز آئے یا کانوں میں بھنبھناہٹ کی سی آواز پیدا ہو جائے یا دل میں یہ آری آنکھوں میں نور دل میں سرور پیدا ہو تب بھی سمجھے کہ روحانی آگیا ہے۔ فوراً مراقبہ کرے یا لیٹ جائے تو ملاقات ہو جائے گی۔ اگر ان میں سے کوئی علامت بھی ظاہر نہیں ہوتی تو پھر اذان حسب سابق کہے اور پھر کئی پانتی کی طرف کھڑے ہو کر گیارہ مرتبہ سورۃ منزل پڑھے تو ضرور روحانی حاضر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں روحانی تنگ ہوتا ہے۔ اگر اس صورت میں بھی روحانی حاضر نہیں ہوا تو قبر کے اوپر گھوڑے کی طرح سوار ہو کر گیارہ مرتبہ سورۃ منزل شریف پڑھے انشاء اللہ وہ روحانی برق براق کی طرح بزم نبویؐ میں حاضر ہو کر فریاد کرے گا۔ اور تمام مشکلات کا حل ہو جائے گا۔ لیکن یہ آخری دعوت پڑھنا ہر ایک نفسانی آدمی کا کام نہیں اس میں رجعت کا شدید خطرہ ہوتا ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ پاس بیٹھ کر ہر روز کسی صاحب قبر کے پاس پڑھتا رہے۔ صاحب قبر سے ایک روحانی تعلق قائم ہو جائے گا اور روحانی ضرور حل کرے گا۔

اگر کسی وقت سخت مشکل درپیش ہو مثلاً مسلمانوں اور کافروں کا جنگ شروع ہو تو ایسی حالت میں بہت بڑی روحانی مدد ہی کام دے سکتی ہے۔ اور وہ سوائے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے مشکل حل نہیں ہو سکتی ایسی صورت میں نہ تو انسان مدینہ طیبہ پہنچ کر دعوت پڑھ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں جنگ میں جا کر پاک ریت پر حضور پر نور کی قبر مقدس کا نقشہ بناتے جس کے درمیان لکھے قبر محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور درگد لکھے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ یٰ اٰیہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا

اور اس شیعہ قبر پر دعوت پڑھے اور حضور علیہ السلام سے امداد طلب کرے۔ اس صورت میں حضور علیہ السلام مکمل طور پر امداد فرماتے ہیں لیکن یہ وہی شخص پڑھ سکتا ہے جو پہلے قبروں پر دعوت پڑھنا اور روحانیوں کو حاضر کرنا جانتا ہوا اور کلید دعوت اس کے پاس ہو ورنہ عام نفسانی آدمی پڑھے تو اسے قطعاً کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ خدشہ ہے کہ کہیں رجعت زدہ ہو کر دیوانہ۔ بیمار یا

پلاک ہو جائے۔

ایک خاص دعوت

اگر کوئی چاہے کہ میں کافروں پر غالب آ جاؤں اور دشمنوں کو مغلوب کر لوں تو چھ نام دو کاغذوں پر لکھے۔ تین ایک کاغذ پر اور تین دوسرے کاغذ پر یعنی عمرو، شداد، قارون، ایک پر، اور فرعون، ہامان، ابلیس، دوسرے پر، اور ان دونوں کاغذوں کو دونوں پاؤں تلے رکھ کر دو رکعت نماز بارواح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد انا فتحنا اور دوسری میں فاتحہ کے بعد سورۃ یسین اور سلام کے بعد سر بسجود ہو کر یہ دعا پڑھے۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منهم۔ بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔

حضور سلطان العارفين؟ کلید جنت میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو کوئی مشکل پیش آئے تو اسے چاہئے کہ چالیس روز تک ہر رات ایک مرتبہ سورۃ یسین اولیاء اللہ کی قبور میں پڑھے تو مقصد حل ہو جائے گا۔

اس کی پوری تفصیل دیکھنے کے لئے حضرت صاحب کی کتاب ”عنوان حصہ دوم“ ملاحظہ فرمائیں۔

خدا واحد شاہد ہے کہ مجھے ان واقعات کے پیش کرنے میں نہ خود ستائی مقصود ہے نہ اپنی ولایت کا دعویٰ ہے اور نہ ہی شہرت مقصود ہے

دعوت قبور کے چشم دید حالات

صرف چند واقعات اس لئے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ قارئین کرام کے دلوں میں بھی ان روحانی چیزوں کے حاصل کرنے کا جذبہ اور شوق پیدا ہو۔ ابتدا میں جب دعوت قبور کا انکشاف شروع ہوا تو میرے دل میں ایک شیطانی وسوسہ پیدا ہو گیا وہ یہ کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو یہ محض خیالی اور تصوراتی صورتیں ہیں جو تمہارے ذہن میں تشکیل ہو کر مستط ہو جاتی ہیں اور تم انہیں حقیقت سمجھتے ہو یہ وسوسہ بڑھتے بڑھتے ذہن میں پوری طرح جاگزیں ہو گیا۔ اتفاق سے مجھے کوہاٹ جانا پڑا کوہاٹ کی جامع مسجد کے قریب حاجی بہادر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جو مرجع عوام و خاص ہے میرا ارادہ ہوا کہ یہاں دعوت پڑھوں رات کو دعوت میں آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ میرا نام سید عبداللہ شاہ ہے میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہوں۔ حاجی بہادر کے مام سے مشہور ہوں مجھے یہ بھی بتایا کہ تمہارے

پیر و مرشد فقیر نور محمد صاحب بھی یہاں تشریف لائے تھے اور انہوں نے دعوت پڑھی اور میرے ساتھ ملاقات بھی کی۔ دوسری دفعہ دعوت پڑھی تو میرے ذہن میں یہ سوال مسلط تھا کہ یہ زیارت واقعی تھی یا خیالی ہے تو ملاقات کے دوران آپ نے فرمایا کہ چونکہ آپ ہمارے مہمان ہیں لہذا چائے کی دعوت آج ہماری قبول فرمائیں میں حیران تھا کہ یہ میری دعوت کیسے فرمائیں گے۔ آخر کار آپ نے مجھے دو روپے دیئے کہ ان کی چائے پی لینا جب میں بیدار ہوا تو وہ دو روپے میرے ہاتھ میں تھے مجھے اس روز سے یقین کامل ہو گیا کہ صرف خیالی ملاقات نہیں بلکہ حقیقی طور پر ملاقات ہوتی ہے ورنہ یہ روپے کہاں سے آگئے ہیں۔

چونکہ ہر سال حضرت شاہ صاحب گھمگول شریف والوں کے منعقدہ عرس پر تقریر کے لئے جانا پڑتا ہے وہاں ضرور دعوت پڑھتا ہوں۔

ابھی پچھلے سالی ملاقات کے دوران میں نے آپ سے ایک سوال کیا کہ یہ کیا وجہ ہے کہ بعض اولیاء اللہ قبور میں تصرف فرماتے ہیں اور بعض باوجود اعلیٰ رتبہ رکھنے کے تصرف نہیں فرماتے، آپ نے فرمایا کہ قبور میں وہی اولیاء اللہ تصرف کر سکتا ہے جو سیاح عالم لاہوت ہو آپ نے اور زیادہ وضاحت کرنے کے لئے فرمایا کہ عالم ناسوت اور عالم ملکوت میں خدا کی ساری مخلوقات رہتی ہے عالم لاہوت اور عالم ہاہوت میں صرف خدا تعالیٰ کی تجلیوں اور ذات کا ظہور ہے ان کے درمیان عالم جبروت ہے جو خالق و مخلوق کے درمیان ایک باڈر ہے، بڑے سے بڑا فرشتہ جبریل ہے اس کی رسائی بھی عالم جبروت سے آگے نہیں اسکی پرواز وہاں ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام اور کامل اولیاء اللہ اس حد کو عبور کر کے عالم لاہوت کی بھی سیر کرتے ہیں، اب فوت ہونے کے بعد تین صورتیں ہوتی ہیں۔ بعض وہ اولیاء اللہ جو زندگی میں عالم جبروت سے آگے نہیں گئے وہ قبور کے اندر تصرف نہیں کر سکتے، دوسرے وہ اولیاء اللہ ہیں جو عالم جبروت سے آگے جا کر پھر واپس آئے کا نام تک نہیں لیتے، اور اسی عالم میں تجلیات الہی کی لذت میں گم رہتے ہیں، وہ بھی قبور میں تصرف نہیں کر سکتے تیسرے وہ اولیاء اللہ جو عالم جبروت کو پار کر کے عالم لاہوت کی بھی سیر کرتے ہیں پھر واپس آکر عالم ملکوت و ناسوت میں رہتے ہیں پھر جاتے ہیں پھر آتے ہیں وہ ہی قبور کے اندر پوری طرح تصرف کر سکتے ہیں ان کی حالت یہ ہوتی ہے۔

عمر ادھر اللہ سے واصل اور مخلوق میں شامل

اور بقول مولانا رومی ہے

صورتش بر خاک و جان بر لامکاں ، لامکانی فوق وہم سالکاں ،
بل مکان و لامکاں در حکم اوست ، پچھو در حکم بہشتی چہارہ جوست ،

اور سب سے زیادہ متصرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے جنہوں نے اپنی
روح کو ہی لامکان میں نہیں پہنچایا بلکہ جسم کو بھی پہنچا دیا لہذا آپ کے متبعین میں سے بھی بعض اولیاء اللہ
اپنے روح کے ساتھ جسم کو بھی وہاں پہنچا لیتے ہیں وہ سب سے زیادہ متصرف فی البکونین ہوتے
ہیں، واللہ اعلم بالصواب

کمال جو ہر آدم ہے عشق میں پنہاں
ترا اشارہ ہو رک جائے گردش افلاک

مجھے یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ آ گیا۔ اور حضرت فقیر صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک واقع سے
بھی اس بات کی تصدیق ہو گئی، حضور نے ایک مجلس میں فرمایا کہ میں ایک دفعہ پشاور گیا
وہاں قباستان میں حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ لاہوری کے والد محترم کا مزار ہے اس پر دعوت
پڑھی وہ ایک مقام پر گئے ہوتے تھے میں نے ان کی روحانی مدد کی اور اس مقام سے نکال کر آگے
بڑھا دیا، اور ان کی منزل کو چالو کر دیا چنانچہ ان کا قبہ سے نصرت شروع ہو گیا، تھوڑے عرصہ
کے بعد ہی دیکھا کہ وہاں لوگوں کا ہجوم ہونے لگا، منین، نڈرے، چڑھالے چڑھنے لگے، اور ان
کے مزار پر رونق شروع ہو گئی، رات سم الحروف نے پچھلے سال خود جا کر اس مزار کی زیارت
کی ہے، ان کے سجادہ نشین جو آپ کی اولاد میں سے ہیں حضرت مولانا سید امیر علی شاہ صاحب
مظلہ العالی انہیں کے پاس میں نے قیام کیا وہ میرے پرانے دوستوں میں سے ہیں ابھی حال
ہی ہیں کسی شخص نے ان کے مزار کی تمسیر کی ہے اور ساتھ ہی مسجد بھی بنوائی ہے، جس پر
لاکھوں روپے صرف کر دیئے ہیں۔

میں نے اس سے وہ معاملہ سمجھ لیا جو کہ باطن میں حضرت حاجی بہادر رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا تھا
حالانکہ حضور فقیر صاحب نے مجھے تفصیل سے یہ بات نہیں بتائی تھی صرف یہ بتایا تھا کہ کبھی دعوت پڑھنے
ولے کو روحانی سے فائدہ ہوتا ہے اور کبھی روحانی کو دعوت پڑھنے والے سے فائدہ ہوتا ہے،
اس پر یہ مثال دی تھی۔

خبر نہیں اسے سمجھا ہے کیا زمانے نے ترا جنوں ہے حقیقت میں منزل ادراک

اسی طرح بتوں کے قریب ایک فقیر کے متعلق بھی حضور بیان فرمایا کرتے تھے کہ اسے میری

دعوت سے فائدہ ہوا۔

(۲) ایک دفعہ ایک صاحب کے تعریف کرنے پر کہ حضرت نوکھ ہزاری شاہ صاحب جن کا مزار شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ میں ہے بڑے صاحب تصرف اور بڑے پائے کے ولی اللہ ہیں۔ مجھے شوق پیدا ہوا دعوت پڑھنے کا ارادہ کر لیا رات کو دعوت میں جب ملاقات ہوئی تو ایک تیلاد بلا انسان جس کی آنکھوں میں جلالت اور چہرہ نہایت ہی نورانی تھا اس نے فرمایا کہ میں ہی نوکھ ہزاری ہوں، آپ نے بتایا کہ میں نے جسم کو اللہ تعالیٰ کے اسم ذاتی میں اس طرح گم کیا ہے کہ اب میرے ہر رگ ریشہ میں وہی ہے میں نہیں ہوں۔ چنانچہ آپ نے مجھے ایک نظارہ دکھایا کہ میں نے صرف اللہ لکھا ہوا پایا، آپ کا جسم غائب ہو گیا اور پھر اللہ کا اسم ہی بدلتے بدلتے اُن کا جسم بن گیا اس طرح کی صورت بنا کر آپ نے دکھائی میں حیران رہ گیا آپ نے فرمایا کہ میں تو آنے والے زائرین میں کسی خاص خاص جو بزرگ ہوں اُن کی طرف توجہ کرتا ہوں، باقی ہر وقت خدا کی محبت اور اس کی ذات میں غور ہوں مجھے کسی آنے والے کی خبر نہیں ہوتی ہاں اللہ میرے جسم میں اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کا اعجاز پیدا کر دیا ہے کہ جو بھی میرے اس جسم کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اُن کی قبول ہو جاتی ہے حالانکہ میں نہ ان کے لئے دعا کرتا ہوں نہ بدعا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم۔

(۳) ایک میرے مخلص ہیں میاں عزیز صاحب جن کو میں بہت پسند کرتا ہوں میری خواہش ہوتی کہ انہیں دعوتِ قبر سکھاؤں اس لئے میں انہیں میاں میر رحمتہ اللہ علیہ لے گیا کہ سب سے پہلے حضور نے مجھے اسی جگہ سے شروع کرائی تھی۔ لہذا اس کو بھی یہیں سے شروع کرائی جاتے ہیں نے پوری کوشش کی لیکن اُن پر دعوت نہ کھل سکی۔ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور اس پر دعوت کیوں نہیں کھلتی۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک عالم ملکوت نہ کھلے دعوت کا پورا ہونا ناممکن ہے، اور عالم ناسوت اور ملکوت کے درمیان سینکڑوں حجابات ہیں جب اس ایک ایک حجاب کو ریاضتوں اور عبادتوں سے پھاڑا نہ جاے عالم ملکوت نظر نہیں آسکتا چنانچہ وہ حجابات دکھائے گئے ہر ہر حجاب پر اس کا نام لکھا ہوا تھا، اکثر کو میں نے پڑھا مثلاً ریا، حسد، بغض، شہوت، حرص، تکبر، حبت دنیا، صاحب جاہ، اسراف، غیبت، جھوٹ، چغیل خوری، غرضیکہ اس قسم کے نام اُن پر لکھے ہوئے تھے میں بہت حیران ہوا میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے یہ یقین ہے کہ میں نے ان حجابات کو نہیں پھاڑا بلکہ بہت سے عیوب ان میں سے میرے اندر موجود ہیں۔ پھر مجھ کو یہ انکشاف کیوں ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا کہ صرف

تمہارے پیرو مرشد فقیر نور محمد صاحب کی نگاہ سے یہ سب حجابات اٹھ گئے ہیں، ورنہ ان حجابات کو دور کرنے کے لئے مدت چاہیے۔

ایک دفعہ میرے ایک مخلص دوست محمد صادق صاحب جو شاہ عالمی میں سٹیشنری کا کام کرتے ہیں نے کہا کہ رات کو میاں میر رحمتہ اللہ علیہ چلیں رمضان شریف کا مہینہ تھا تیرا ویسٹ ٹرہا کر جانا تھا چترہ منڈی کی جامع مسجد میں ان کی انتظار کر رہا تھا وہ گیارہ بجے کے قریب آئے، ٹیکسی پر سوار ہو کر پہنچے، ٹیکسی کو واپس کر دیا آگے بڑھے تو سب دروازوں کو اندر سے بند یا یا سخت پریشانی ہوئی، ٹیکسی کو بھی واپس کر چکے تھے، سروی کا موسم تھا وہاں باہر ایک درویش ملا اس نے کہا کہ یہ سحری سے پہلے کبھی نہیں کھل سکتا، کیونکہ حکمہ اذناف والوں کا آرڈر ہے ہم نے اچھی طرح سے زنجیریں لگی ہوئی آنکھوں سے دیکھی تھیں، آخر کار باپوس ہو کر واپس جانے لگے تو مجھے خیال آیا کہ آخر اولیاء اللہ ہیں آپ کو کب تو چلیں کہ ہم حاضری دینے آئے تھے اب واپس جا رہے ہیں، میں نے وہیں بیٹھ کر منورہ حضرت شریف پڑھی اور آپ کو ایصالِ ثواب کر کے آپ کی شکل و صورت کو سامنے لا کر عرض کی کہ حضور در سے باپوس ہو کر واپس جا رہے ہیں چنانچہ آپ نے اسی مراقبہ میں اشارہ فرمایا کہ دروازہ کی طرف آؤ میں اٹھ کر جب دروازہ کی طرف گیا تو وہ کھلا ہوا تھا، بہت حیرانی ہوئی ہم نے داخل ہو کر اندر سے پھر بند کر دیا، مسجد میں جا کر سو گئے، رات کو دعوت پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ دروازہ میں نے ہی کھولا تھا۔

اسی طرح سینکڑوں واقعات ہیں، یہاں مشتے نمونہ از خردا کے پیش کر دیئے ہیں۔ اب کوئی شک ظاہر اگر آیتوں کے انبار لگا دے اور حدیثوں کے ڈھیر میرے سامنے پیش کر دے کہ اولیاء اللہ مر گئے ہیں اور وہ کچھ نہیں کہہ سکتے تو کیا میں اس کی باتوں پر یقین کر سکتا ہوں دلائل کو جھٹلایا جا سکتا ہے، لیکن عینی مشاہدات اور واضح تجربات سے کیسے انکار کیا جاتے،

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بجز کی موجوں میں اضطراب نہیں

حضرت سلطان العارفين کے پر از حکمت و خالص احوال

:- کلام الملوك ملوك الکلام :-

- (۱) بگناہ شہوت کی وجہ سے سرزد ہوا اسکی بخشش کی امید ہو سکتی ہے لیکن وہ گناہ جو کبر کے سبب ہوا اسکی بخشش کی امید نہیں کی جا سکتی، کیونکہ شیطان کا گناہ کبر کی وجہ سے تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کی ذلت شہوت کے سبب سے۔ (ترجمہ اسرار انقادری)
- (۲) ”جو شخص کہ اپنے آپ کو اہل قلب کہتا ہو، اور بادشاہوں، اصرار سے مدد و محاشن زر و مال طلب کرتا ہو، وہ اہل قلب نہیں، اور روح گو اہل سلب ہے، وہ اہل قلب نہیں بلکہ اہل کلب ہے،“ (اردو ترجمہ حجتہ الاسرار)
- (۳) ذکر قلبی اسے کہتے ہیں کہ زرنے کے بعد بھی ذکر اللہ جاری رہے، اور قبر بھی اس کے لئے قبر نہ ہو بلکہ مقام خلوت ہو کہ تنہائی میں خدا تعالیٰ کے راز و نیاز میں مشغول رہے۔ (اردو ترجمہ حجتہ الاسرار)
- (۴) واضح رہے کہ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں ”پیر میں جس است مگر اعتقاد من لبس است“ یعنی پیر میرا خواہ ادنیٰ ناچیز ہے لیکن میرا اعتقاد وہی میرے لئے کافی ہے۔ ”ان کا یہ قول بے عقلی و جہالت، نادانی اور لاعلمی کی وجہ سے ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے۔ پیر میں اخص است و اعتقاد من لبس است۔“ (اردو ترجمہ مفتاح العارفين)
- (۵) جو شخص خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتا وہ عالم یا فہت میر کس طرح ہو سکتا ہے۔ (اردو ترجمہ مفتاح العارفين)
- (۶) جو شخص فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو خالی جانتا ہے، وہ جہان سے خالی ہاتھ جاتا ہے، جو فقیر کو بے برکت جانتا ہے وہ خود بے برکت رہتا ہے (ترجمہ امیر الکونین)
- (۷) عارف کے لئے حیات و حیات یکساں ہے اگر ظاہر میں لوگوں کی نظروں سے غائب ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ غالب ہوتے ہیں۔ اگرچہ خلقت انہیں جانتی ہے کہ وہ خاک کے تیلے سوتے ہوتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ قبر ان کے لئے قرب ہے۔ (امیر الکونین)
- (۸) فقیری اگر ریاضت سے حاصل ہوتی تو یہودی پیروں کو ہوتی اور اگر علم سے حاصل ہوتی تو بلعم یا عورا

گو اور اگر عبادت سے حاصل ہوتی تو شیطان مقہور کو حاصل ہوتی، مگر فقر محمدی تو محض فیض الہی ہے۔

(محکم الفقرا)

(۹) اگر کسی کے دل میں حبہ بھر بھی دنیا کی محبت ہو تو خواہ رو سے زمین کے تمام ارباب اللہ ایک جگہ جمع ہو کر چاہیں کہ معرفت الہی کی محبت کا ذرہ اسے عطا کریں ہرگز نہیں کر سکتے، (دربار و پدار) ویسے تو پیر مرید بہت ہیں اور دنیا کے طالب اور مردم کش قصاب مرشد بے شمار ہیں، لیکن ہزاروں میں سے کوئی ایک آدھ ہوتا ہے۔ جو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچتا ہے۔

(امیر الکونین)

(۱۰) زندہ قلب کسی صغیرہ و کبیرہ گناہ کے عوض نہ سلب ہوتا ہے نہ مردہ ان مراتب والے دل کو قلمزم کونین (دونوں جہانوں کا سمندر) کہتے ہیں، جس طرح دریا کسی پلیدی سے ناپاک نہیں ہوتا اسی طرح وہ دل کسی گناہ سے ناپاک نہیں ہوتا۔ اول تو زندہ قلب سے کوئی قصور یا خطا سرزد نہیں ہوتی اگر بضر محال ہو بھی جائے تو وہ اسی وقت تو بزرگ کے استغفار پڑھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ ویحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے اور پاکیزہ رہنے والے کو پیار کرتا ہے)

(امیر الکونین)

روشن ضمیر را چہ غم از اختلاط حلق

دریا بہشت خاک مگر نئے شود

(۱۱) مجھے یہ مراتب جناب سرور کونین محمد رسول اللہ علیہ وسلم آجناب کے صحابہ کلام اور بیعتی پاک کی

رفاقت سے نصیب ہوئے ہیں۔ (امیر الکونین)

(۱۲) جو طالب اور مرشد کامل ہیں انہیں کسی قسم کا زوال لاحق نہیں ہوتا خواہ وہ دن رات گناہوں میں

پھرتے رہیں۔ وہ دریا میں بیلے کی طرح رہتے ہیں ان کا وجود دریا کی طرح ہوتا ہے، خواہ

اس میں ہزار قسم کی پلیدی بھی گرسے تو بھی پاک رہتا ہے نہ اس میں بو پیدا ہوتی ہے نہ

اس کا رنگ بدلتا ہے۔ (امیر الکونین)

(۱۳) نماز کے تارک فقیر کو حق تعالیٰ کی معرفت کی بو بھی نہیں پہنچتی، خواہ وہ تجھے چاند سے لے کر

مچھلی تک سب کچھ دکھاوے۔ یہ محض استدراج اور گمراہی ہے۔ (محکم الفقرا)

(۱۴) اکثر گمراہ لوگ ذکر سے منع کرتے ہیں بہتر تو یہ ہے کہ ایسے بد مذہب لوگوں کا تو چہرہ نہ دیکھے

جو ظاہر کو آراستہ رکھتے ہیں اور باطن میں بالکل بے دین ہیں ایسے لوگ کہتے ہیں کہ نفلی روزے

رکھنا روٹی کا صرفہ ہے۔ نفلی نمازیں پڑھنا بیوہ عورتوں کا کام ہے۔ اور حج کو جانا جہان کا

سیر کرنا ہے۔ اور دل ہاتھ میں لانا مردوں کا کام ہے۔ (مفتاح العارفين)

(۱۶) نقلی نمازیں ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے اور نقلی روزے رکھنا جان کی پاکیزگی اور اسلام کی سنت بجالانا اور حج کرنا ایمان کی سلامتی ہے جو عبادتِ الہی سے منع کرے وہ شیطان ہے۔ (حکم الفقراء)

(۱۷) قلب ایک سمندر ہے بشرطیکہ صاحبِ قلب صاحبِ توحید ہو جب اس سمندر میں غوطہ لگائے تو تینوں زبانوں ماضی، حال اور مستقبل کے حقائق اور علوم اس پر منکشف ہوں اور وہ روشن ضمیر بن جائے اور اس پر لوح محفوظ کے علوم منکشف ہوں، اور دل کی آنکھوں سے لوح محفوظ پر لکھے ہوئے کو پڑھ لے (توفیق الہدایت)

(۱۸) فخر خمزی یہودیوں اور اہل بدعت کو نصیب نہیں ہوتا جو کچھ وہ تم پر ظاہر کرتے ہیں یاد کھاتے ہیں اس پر اعتبار نہ کرنا کیونکہ وہ اہل شرب اور غیر شرع ہیں اور جو کچھ وہ دکھاتے ہیں وہ محض استدراج ہے۔ (توفیق الہدایت)

(۱۹) اکثر لوگ کہتے ہیں کہ فقیری مشکل ہے لیکن فقیر باہوش کہتا ہے کہ فقیری مشکل نہیں مشکل وہ بات ہوتی ہے جو دل کو اچھی نہ لگے، جس کو فردل سے بھاتا ہے اس کے لئے آسان ہے۔ (جامع الاسرار)

(۲۰) جو شخص اہل سنت و جماعت کے طریقہ سے قدم باہر رکھتا ہے وہ بدعتی ہے کبھی منزل مقصود پر نہیں پہنچے گا۔ (توفیق الہدایت)

(۲۱) واضح رہے کہ انسان کے لئے زیادہ علم پڑھنا فرض نہیں اس کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ گناہوں سے بچے، اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور نیک اعمال کو عزیر جانے، انسان کو ضروری علم سیکھنا چاہیے، اور پھر اس پر عمل کرنا چاہیے۔ (فضل اللقا)

(۲۲) یہ لوگ احمق ہیں جو مہضہ گوشت کو دل خیال کرتے ہیں، اور جس دم کہہ کے نقلی اثباتِ فکر سے لالہ لالہ اللہ پڑھتے ہیں۔ یہ لوگ قلب اور دل کی انتہا و کہنہ سے بے خبر اور محسوم ہیں، وہ احمق ہیں جو گوشت کے ٹکڑے کو پلاتے ہیں۔

(فضل اللقا)

(۲۳) جو شخص حیاتِ نبوی کو حیات نہیں جانتا بلکہ مات کہتا ہے وہ شخص دین میں مست اور جھوٹا ہے کیونکہ جو شخص حیاتِ نبوی کا قائل نہیں۔ وہ بے دین اور بے یقین ہے۔ جو

بے یقین ہے وہ منافق اور شیطان لعین کا تابع ہے۔ (دفتاح العارفين)

(۲۴) اگر اس عمل کی فرصت ہو تو قدر آن شریف کو سمندر بنائے دن رات قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول رہے تو تھوڑے ہی دنوں میں رکا ہوا کام بر آئے اور مقصود جلدی بر آئے۔ باللہ تم یا اللہ قیامت کے دن اس کا نتیجہ فقیر یا ہونے کے دامن میں ہوگا۔ بیش طیکہ صاحب صادق اور سچے ارادے والا اور خدا و رسول کو حاضر و ناظر جانتا ہو اور کلام ربانی کو شفیق بنائے اور کلام اور ذکر میں خیانت نہ کرے۔ (جامع الاسرار)

(۲۵) جب تک فقیر کامل بادشاہ کی طرف توجہ نہیں کرتا اسکی محبت سے انجام نہیں پاتیں نہ ایسے فتح حاصل ہوتی ہے خواہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے بادشاہ کو بادشاہی امرالی سے فقیر کی مہربانی سے حاصل ہوتی ہے۔ (۲۶) اگر فقیر چاہے تو ایک مفلس گداگر کو بادشاہی تخت عنایت کر سکتا ہے۔ اور اگر چاہے تو تمام ممالک کے بادشاہ کو معزول کر دے۔ (امیر الکونین)

(۲۷) واضح رہے کہ کل تہتر فرقے ہیں ان میں سے کوئی بھی اپنے عقلمندی پر نہیں کہتا ہر ایک یہی کہتا ہے کہ ہم راستی پر ہیں لیکن ان میں سے بہتر عقلمندی پر ہیں۔ اور مخالف شرع ہیں۔ صرف اہل سنت و جماعت لوگ راستی پر ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ فقیر عارف وہ ہے جو ان تہتر فرقوں کی واقفیت رکھتا ہو۔ لیکن کاربند اہل سنت و جماعت ہو۔ (امیر الکونین)

(۲۸) ہر علم کا مغز علم تصوف ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ام العلوم اور احبار العلوم ہیں، علم تصوف سے حق باطل میں تمیز ہوتی ہے۔ جو شخص علم تصوف نہیں پڑھتا اس کا دل سیاہ رہتا ہے اور ہمیشہ جہل و نفاق میں رہتا ہے۔ علم تصوف ہی علم فقہ اور سلک و سلوک فقیر ہے اس سے قلبی تصدیق، توفیق، بحق رفیق، تحقیق، فضل اللہ حاصل ہوتے ہیں۔ علم تصوف سے عارف رحمت الہی بن جاتا ہے۔ جو شخص علم تصوف سے منع کرتا ہے وہ بے دین ہے۔ (امیر الکونین)

(۲۹) یہ مراتب عظمیٰ اور سعادت کبریٰ مجھے شریعت سے نصیب ہوئی ہیں۔ میں نے ہمیشہ شریعت کو ہی اپنا پیشوا بنایا ہے۔ طالب اللہ خواہ مبتدی ہو خواہ منتہی اسے چاہیے کہ صبح و شام شریعت کو مد نظر رکھے۔ اور جو کچھ شریعت حکم کرے اس کے مطابق عمل کرے۔ (امیر الکونین)

(۳۰) عارف، فقیر اولیاء اللہ صاحب منصب جسے درویش ولی اللہ کہتے ہیں۔ اسے ماضی حال، مستقبل کی حقیقت بخوبی معلوم ہوتی ہے، اور دونوں جہان کے الہی خزانوں کا تصرف اسے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس سے کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں ہوتی جو شخص کہتا ہے وہ نہیں جانتا اور جو جانتا ہے وہ کہتا نہیں لیکن کامل کو اختیار ہے خواہ کے خواہ نہ کہے اور یہی میری حالت ہے۔

(۳۱) واضح رہے کہ جب تک کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا زبانی اقرار اور قلبی تصدیق نہ کی جائے نفس مسلمان نہیں ہوتا پس زبانی اقرار تو ہر شخص کرتا ہے اور لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کی دلی تصدیق کون کرتا ہے، اور اس کی پہچان کیا ہے، اگر کوئی شخص ساری عمر ریاضت، اور تقویٰ میں بسر کرے اور علم فقہ و مسائل پڑھتا رہے اور نماز روزے اور نفلوں میں گزار دے اور دن رات تلاوت قرآن میں مشغول رہے اور ذکر فکر اور مراقبہ سے جاں بلب ہو جائے تو بھی جب تک مشرف بیدار نہ ہو کہیں تصدیق قلبی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ نفس کے اکثر نزار زنا کفر کے زنا سے بھی زیادہ سخت ہیں اور یہ اسی وقت ٹوٹے ہیں جب انسان مشرف بیدار ہو وگرنہ ہو جاتا ہے (امیر الکونین)

(۳۲) واضح رہے کہ فقیری معرفت الہی اور سلک سلوک علم ہی شروع ہوتی ہے اور علم پر ہی ختم ہوتی ہے۔ اور شریعت، قرآن شریف اور احادیث نبوی کے علم سے باہر نہیں۔ جو باطن ظاہر کے موافق ہے وہ برحق ہے کیونکہ منجانب اللہ ہے اور جو باطن ظاہر کے مخالف ہے وہ باطل ہے۔ (توفیق الہدایت)

(۳۳) فقیر کے دشمن تین شخص ہیں اور یہ تینوں ہی دنیا کے دوست ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ منافق، حاکم یا کافر۔ (اسرار القادری)

(۳۴) واضح رہے کہ عارف باللہ صاحب کل کو لذت بھی ذات کل سے ہے، چار لذتیں ایسی ہیں جو لذت کل سے باز رکھتی ہیں۔ اول طرح طرح کے لذیذ، چرب اور شیریں کھانوں کی لذت، دوسری عورت سے محاممت کرنے کی لذت، تیسری حکومت شامانہ کی لذت، چوتھی مطالعہ علم کی لذت یہ چاروں لذتیں برابر ہیں۔ اسسوس؛ ساری عمر مطالعہ میں صرف کر دی لیکن معرفت، مشاہدہ،

نور حضور، تجلیات ذات اور تشریح الہی سے محسوس نہ ہو۔ ارے نادان عالم! مرتے وقت معرفت الہی کے لئے ہزار غم کھاؤ گے آپہیں بھرو گے آہ! آہ! کسی کمال مرشد کو ڈھونڈو۔ اور رفیق راہ بناؤ تاکہ تمہیں شیطانی معصیت سے بچائے جس وجود میں معرفت الہی کی لذت ہوتی ہے اس سے چاروں لذتیں نکل جاتی ہیں۔ بعد ازاں معلوم ہوتا ہے کہ الہی لذت ایسی لذت ہے جس سے روح کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ (اسرار القادری)

(۳۵) رزق دو قسم کا ہے ایک رزق مرزوق جو ہر حال میں پہنچتا ہے دوئم رزق مملوک جس کا انسان صرف چند روز مالک اور محافظ رہتا ہے۔ پس بہت مال جمع کرنے سے غرض جمعیت نفس اور اعتبار خلق ہے اور پس۔ (نور الہدیٰ)

(۳۶) جو اہل معرفت صاحب قرب اور مشاہدہ اور نور حضور اور لویا اللہ ہمیشہ صحیح بخاری صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص الخاص ہیں ان کی نشانات نشانیاں ہیں۔

اول: یہ کہ ان کے وجود سے خوشبو نکلتی ہے وہ کستوری سے بڑھ کر ہوتی ہے۔

دوئم: ظاہر و باطن میں غنی دل ہو۔

تیسرے: جو بات کہے وہ قرآن و حدیث کے موافق ہو۔

چوتھے: لباس شرمی پہنے۔

پانچویں: طریقہ اہل سنت و جماعت کو اپنے اوپر لازم جانے۔

چھٹی: ہمیشہ مسلمانوں کو ناتردہ پہنچائے۔

ساتویں: سخاوت میں بے نظیر ہو، ظاہر میں لوگوں سے گفتگو اور باطن میں فنا

فی اللہ غرق ہو۔ (شمس العارین)

(۳۷) جب تو کسی صوفی کو دیکھے اور اس کے سامنے تفسیر، دایئیں ہاتھ حدیث

اور بائیں طرف فقہ کی کتابیں نہ ہوں تو تو سمجھ لے کہ وہ شیطانی ہے اور جو کچھ

اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ مکر اور استدراج ہے۔ (کشف الاسرار)

(۳۸) واضح رہے کہ اہل دنیا سے وہی فقیر التجا کرتا ہے جو محتاج ہو اور محتاج فقیر وہ

ہے جو اللہ تعالیٰ کا آشنا نہیں، پس جو فقیر اللہ تعالیٰ کا آشنا ہے

وہ جو کچھ طلب کرتا ہے خدا سے کرتا ہے، جو فقیر آشنا ہے سب کوئی اس کا محتاج ہے

وہی فہتسیر اہل دنیا اور دولت مندوں کی طرف رجوع کرتے ہیں جو راندہ
درگاہ ہوتے ہیں، اور جن کا پیشوا شیطان ہوتا ہے۔

(محبت الاسرار)

(۳۹) بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لوگوں کو ذکر حبس دم کی توجہ سے اپنی طرف کھینچتے ہیں اور
سخر کرتے ہیں، اس قسم کا دم نوش فرقہ سانپ کی طرح موذی ہے اور معرفت
پروردگار سے بہت دور ہے۔

”کیونکہ دم بند کرنا کافروں اور اہل دوزخ کا کام ہے ایسے گروہ سے ہزار بار
استغفار کرنی چاہیے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دم تو بند کرے اور کافر آن و حدیث
کے مخالف کرے، بلکہ ایسا کہ نابلے ناندہ ہے اور کافروں کی رسم ہے۔ اگر مدعی یہ کہے
کہ میں نفس پیر امیر ہوں تو امیر نہیں بلکہ امیر ہے نیز وہ غلط اور جھوٹ کہتے ہیں۔“

(کشف الاسرار)

(۴۰) فہتسیر باہو کا قول تمام جنوں اور انسانوں کے اعمال سے بہتر ہے
دنیا کا چھوڑ دینا دونوں جہان کی عبادت ہے۔

(محبت الاسرار)

اگر تو آتے تو دروازہ کھلا ہے اور میں تجھے معرفت الہی تک پہنچا
سکتا ہوں، اگر نہ آتے تو اللہ بے نیاز ہے۔

(امیر الکونین)

شجرہ طیبہ قادریہ سروریہ (فارسی)

منم والبشہ دامان مرشد ارشد و ہادی ما!
 فقیر سروری نور محمد صوفی و صافی
 مرا نور محمد نور احمد سے بود کافی ،
 دگر صالح محمد صفحہ دل را کند صافی
 غلام باہور محمد ہم حسینم سے بود شافی ،
 ولی سلطان باہور پیر رحمان بس بود کافی
 جلیل و ہم بقارہ تارا فاج و نجم الدین یحیی ام
 دگر جبارہ رزاقم ہم ہمیشہ شافی و دانی ،
 شفیع غوث اعظم بو سعید و بو الحسن ہم کافی
 ولی بو الحسن رحیم واحدہ مرغی و شبلی گمراستانی
 جنید و سقطی ہم و مسدوف داود و حبیب عجمی
 حسن ہم حیدر و احمد محمد شافی و دانی

تاقم رکھیں ساتھ انہا ندا حشر و بہاڑے تائیں یارب سایہیں
 روشن رہوے ایہہ شمع عشقہ می مارے نور شائیں ہر سر جاتیں ،
 سوہنی صورت حضرت وی رہے ہم ہم پیش نگاہیں مردیاں تائیں
 ارشد سوزتے درود سے واقف رہو سدا تیں ایہود عاتیں ،



عشق سلامت رکھو میرا یا غوث محمدانی
 حضرت باہور نظر کہہ قباں دور ہو و پریشانی
 سوہنے نور محمد بینوں بخشو نور ایمانی
 ارشد اینہاں تہاں آتے جان میری قربانی
 پیر چیلانی ،
 ایہہ حیرانی
 سخی سلطان
 ایہہ میر جانی



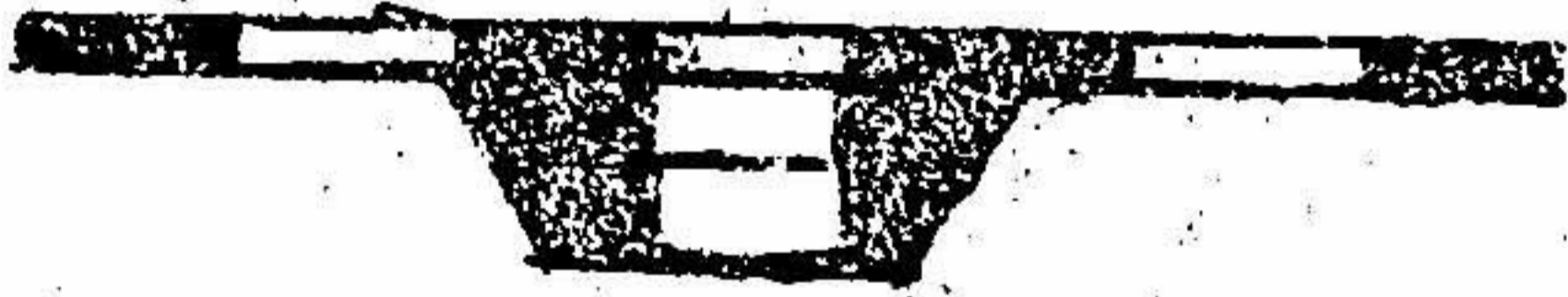
شجرہ عالیہ قادریہ مرزویہ منظوم پنجابی

میرے حصہ دیوچہ اپنا بقا کہ
 میرا ایمان کامل تے بقا کہ
 شفیق میرا محمد مجتبیٰ کرے
 تمامی حرص میں تھیں دور چا کہ
 میرے آئینہ دل نون صفا کہ
 شراب معرفت میری غذا کہ
 شریعت وچہ اسانوں پیشوا کہ
 اسانوں راہ طہریقت واعطا کہ
 حقیقت وچہ میرے دل نون ضیا کہ
 مینوں وچہ صوفیاں دے اصفیا کہ
 کرم بخشش تھیں مینوں ہندا کہ
 عذاب النار تھیں مینوں جدا کہ
 وجود میں میرے نون کمپیا کہ
 عبادت وچہ میرا دل بے ریا کہ
 نون اپنی ذات وچہ مینوں فنا کہ
 بقا باللہ وچہ میری بقا کہ
 مینوں دسواس شیطان تھیں رہا کہ
 سیارہی دور کر دل نون جلا کہ
 محبت شوق اپنے وچہ فنا کہ
 مینوں وچہ دوستاندے اپنا کہ
 تمامی دور زد میں تھیں ہلا کہ
 میں بے قیمت نون یارب بے بہا کہ

خداوند طفیل ذات اپنی
 طفیل حضرت محمد مصطفیٰ دے
 طفیل پیر مرشد شاہ علی دے
 طفیل حسن بھری پیر کامل
 طفیل شہ حبیب عجمی تمثیل
 طفیل پیر حضرت شاہ داؤد
 طفیل شیخ کرخی پیر معروف
 طفیل شیخ عبداللہ سقطی
 طفیل شہ جنید پیر بغداد
 طفیل شیخ شبلی پیشوا دے
 طفیل عبد واحد ابن زحوی
 طفیل بوالفرح یوسف ولی دے
 طفیل بوالحسن شیخ المشائخ
 طفیل بوسعید پیر میدان
 طفیل غوث اعظم شاہ جلال
 طفیل پیرزادہ عبد رزاق
 طفیل پیرزادہ عبد جبار
 طفیل سید سجی ولی دے
 طفیل نجم دین بہ بان پوری
 طفیل عبد قاسم کاشف اسرار
 طفیل رازوانا عبد ستار
 طفیل سید عبد البقا دے

میرے سرتوں نامی تشریح ادا کر
 ہمہ فرضاں تے درواں تھیں شفا کر
 شفاعت مصطفیٰ میں تے روا کر
 چھپا میں عیب سارے رد خطا کر
 مینوں رکھ نفس شیطاں تھیں سچا کر
 مینوں عالم کلام اللہ دا کر
 میری توں مستجاب ایہہ کل دعا کر
 بہشت اندر اسادا گھر بنا کر
 مینوں توں در دل دا چا عطا کر
 توں اپنا عشق عامی توں عطا کر
 مینوں ہر سادے تھیں رکھ سچا کر
 کرم تے ہر دنیا میں دل نگاہ کر
 محبت معرفت اپنی عطا کر
 میرے دکھاں تے درواں دی دعا کر
 تے دنیا دین دے غم توں رہا کر
 محبت پیر خانے دی عطا کر

طفیل عبد الجلیل اللہ وانے
 طفیل عبد رحمان سیر پاک
 طفیل بادشاہ سلطان باہو
 طفیل شاہزادہ ولی محمد
 طفیل رامنا محمد حسین سے
 طفیل مولوی حافظ محمد
 طفیل شہ غلام باہو ولی سے
 طفیل حضرت صالح محمد
 طفیل حضرت سلطان حامد
 طفیل منظر نور محمد
 طفیل نور جانن نور احمد
 طفیل سروری نور محمد
 طفیل پیر ارشد قادری سے
 طفیل اینہاں نبرگیاں سار ماندا
 کریں سب مشکلاں حل میراں توں
 میں اسماعیل سلطانی توں مول



شجرہ عالیہ قادریہ سرورہ منظوم (اردو)

تصدق مصطفیٰ ختم رسل سلطان امرت کا
 وسیلہ مرثیہ مشکک شاہ و لایت کا
 سبق مومن کودے اسلام کی سچی محبت کا
 عطا کر عشق مسلم کو جنبہ پاک طہنت کا
 دکھا جلوہ جمال بوالحسن کی حسن صورت کا
 ہمیں جذبہ عطا کر عوثر اعظم کی عقیدت کا
 بحق نجم الدین کر بول بالا بحکم شہادت کا
 پتے عبدالقیام مزوہ ہمیں دے فوز و فرحت کا
 کف سلطان باہو سے عطا ہو جام وحدت کا
 دکھا منظر محمد کی حسینی شکل و صورت کا
 پتے صالح محمد کفر و انوار امت کا
 دکھا دے نور احمد نور انوار رسالت کا
 اجالا بنم حسن و عشق میں کہ شمع وحدت کا
 الہی واسطہ ان جملہ پیران طریقت کا

دعا بدرگاہ الہی

یہ فیض عوثر اعظم تو مجھے کامل بصیرت دے
 خدا لگتی کہوں ہر بات وہ حق گو طبیعت دے
 تمنا ہے فقط اتنی محمد کی محبت دے
 کہ جس کی وجہ سے سینوں میں عشق مصطفیٰ بھرے
 رہے نہ خوف و غم ایسا مجھے بے باک کر دیکھے
 چہرہ اگر غیر سے حصہ دے اپنی عشق و العفت سے

(نوٹ) شجرہ کے ابتدائی اشعار مولانا ضیاء القادری نے تحریر کیے ہیں، آخری اشعار اور کئی دعائیہ اشعار

فقیر نے تحریر کیے ہیں۔

خدا تے ذوالمنن صدقہ تری پریشان رحمت کا
 عطا کر ملت اسلام کو فتح میں یارب
 پتے خواجہ حسن بہر جلیب و از پتے داؤد
 پتے معروف کرخی و پتے خواجہ سرری سقطی
 پتے شبلی و عبدالواحد و ہر ابو یوسف
 بحق بو سعید باسعادت حقائق عالم
 بحق عبدالرزاق عبد جبار و رخ یحییٰ
 طفیل عبدالفتاح و طفیل بندہ سار
 پتے عبدالجلیل و عبدالرحمان خالق رحمان
 الہی اس ولی با محمد کے تصدق میں ،
 پتے حافظ محمد اور غلام حضرت باہو
 رخ سلطان حامد جلوہ نور محمد سے ،
 پتے نور محمد ہے یہ ارشد کی و عیار ب ،
 ملے مجھ کو بھی فیض غور سے اعظم فیض سلطانی

مجھے اسے لادھی مطلق بھلائی کی ہدایت دے
 الہی مجھ کو سچی بات کہنے کی وہ جرات دے
 نہ دنیا دے نہ زر دے اور نہ مجھ کو باؤٹنگ
 قلم میں اور زباں میں اسے خدا پیدا اثر کرے
 طفیل ان پاک مردوں کو مجھے بھی پاک کر دیکھے
 اس ارشد قادری کو اب خدا یا اپنی رحمت سے

کتاب امدادی

(جن سے میں نے اس کتاب کے لکھنے میں مدد لی)

- | | |
|---|--------------------------------------|
| حضرت قبیلہ فقیر نور محمد صاحب قادری سروری کلچر چوٹی | (۱) عرفان حصہ اول و دوم |
| حضرت قبیلہ فقیر نور محمد صاحب قادری سروری کلچر چوٹی | (۲) مخزن الاسرار و سلطان الادوار |
| امام عبدالوہاب شہرانی قدس سرہ | (۳) لواقع الانوار |
| علامہ احمد بن مبارک سلجاسی | (۴) خزینہ معارف اردو ترجمہ ابنہ شریف |
| حضرت علامہ شیخ اکبر محی الدین بن عربی قدس سرہ | (۵) فتوحات مکیہ |
| حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ | (۶) مقالات احسانی |
| حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی | (۷) جمعہات |
| حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی | (۸) فیوض المحرمین |
| حضرت امام عبدالوہاب شہرانی | (۹) لطائف المنن والافلاک |
| حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی | (۱۰) قول الجلیل |
| حضرت مخدوم سید علی بھڑیرہ المعروف داتا گنج بخش | (۱۱) کشف المحجوب |
| حضرت مولانا جلال الدین رومی | (۱۲) مثنوی شریف |
| حضرت مولانا محبوب احمد صاحب ٹوکلہ | (۱۳) ذکر خیر |
| حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ | (۱۴) سر الاسرار یا تہاج الیہ الابرار |
| خلیق احمد صاحب نظامی رفیق ندوۃ المستعین | (۱۵) تاریخ مشائخ چشت |
| پروفیسر محمد سربان ایم اے | (۱۶) اقبال اور تصوت |
| حضرت سید محمد الحریبی البیومی | (۱۷) الروح و باہتہا |
| مولانا شاہ محمد شرف علی تھانوی | (۱۸) شریعت اور طریقت |
| ڈاکٹر محمد رفیق صاحب جہازی قادری سروری | (۱۹) فیض سروری |
| حضرت حاجزادہ عبدالحمید صاحب قادری سروری | (۲۰) حیات سروری |
| مولانا احسان الدین صاحب کاکوری | (۲۱) الاحسان |
| حاجزادہ سلطان حامد صاحب قادری سروری | (۲۲) مناقب سلطانی |

حضرت سلطان العارفين سلطان بابا نور محمد

" " "
" " "
" " "
" " "
" " "
" " "
" " "
" " "
" " "
" " "
" " "
" " "
" " "
" " "

پروفیسر سید صفی حیدر
رئیس احمد جعفری

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحم
حضرت سلطان العارفين سلطان بابا نور محمد رحم
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحم
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحم
حضرت سلطان العارفين سلطان بابا نور محمد

" " "
" " "

سید نور محمد

(۲۳) قرب دیدار
(۲۴) محکم الفقرا
(۲۵) مفتاح العارفين
(۲۶) فضل اللقار
(۲۷) حجة الاسرار
(۲۸) شمس العارفين
(۲۹) صبح الاسرار
(۳۰) اسرار قادری
(۳۱) امیر الکوئین
(۳۲) توفیق ہدایت
(۳۳) شیخ برہنہ
(۳۴) محکم الفقرا
(۳۵) عین الفقرا
(۳۶) نور الہندی

(۳۷) تصوف اور اردو شاعری
(۳۸) تاریخ تصوف اسلام
(۳۹) تفہیمات
(۴۰) ابیات پنجالی
(۴۱) حجة اللہ البالغہ
(۴۲) اخبار الاخیار
(۴۳) جامع الاسرار
(۴۴) محبت الاسرار
(۴۵) کشف الاسرار

اللَّهُ نُورِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

وَمَنْ لَمْ يُجِبِ اللَّهَ تَعَالَى فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ يَأْتِيهِ



نُورٍ يَأْتِيهِ مِنَ اللَّهِ بِرَحْمَةٍ مِمَّنْ يَشَاءُ

تصوف اسلام کے موضوع پر ایک تحقیقی بلند پایہ کتاب جس کے محض پڑھنے سے ہی آنکھوں میں نور معرفت کی چمک اور دل میں اسرار غیبی کا درود شروع ہو جاتا ہے۔

المستفی

تذکرہ نور

تصنیف کردہ

فقیر محمد ارشد پناہ پوری قادری سمرقانی، مہتمم دارالعلوم
جامعہ صوفیہ پناہ کے شریف ڈاک خانہ منڈی سراج ضلع لاہور

شائع کردہ

انجمن خدام الاولیاء پناہ کے شریف ضلع لاہور